دجّال 2

عالمی دجالی ریاست، ابتدا سے انتہا تک

تالیف
مفتی ابولبابہ شاہ منصور

السعید
0313-9264214

دجّال (2)

عالمی دجالی ریاست، ابتدا سے انتہا تک

ایتی قیمت -/125 روپے

پاکستان کے تمام مشہور کتب خانوں سے دستیاب ہے
رابطہ: 0313-9264214

فہرست

سوالات جوابات

نظم

مقدمہ

دل کی درزوں میں

دجال جلد اول میں ''دجال'' کی شخصیت اور اس کے ظہور پر گفتگو کی گئی تھی۔ ''دجال 2'' میں دجالی ریاست کے قیام پر ابتدا سے انتہا تک ایک نظر ڈالی گئی ہے۔ دجال کی شخصیت جتنی فتنہ انگیز اور ظلم پرور ہوگی، اس کی ریاست اتنی ہی نفرت انگیز اور فتنہ پرور ہوگی۔ فتنہ دجال کے حوالے سے پہلا موضوع اگر ''بدی کا سرچشمہ'' ہے تو دوسرا ''برائی کا محور'' ہے۔ جو لوگ نیکی کے سرچشمے (کتاب وسنت) سے فیض حاصل کرنا چاہتے ہیں اور خیر کے مرکز (تقویٰ اور جہاد) سے جڑے رہنا چاہتے ہیں، انہیں چاہیے وہ برائی اور شر سے واقف رہیں تا کہ بے خبری کے عالم میں فتنے میں نہ پڑ جائیں۔ خصوصاً وہ فتنہ جس کی بنیاد ہی دھوکا و فریب، سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بتانے پر ہے۔

''دجال 2'' کے بعد ''دجال 3'' بھی زیر ترتیب ہے۔ اس سلسلہ وار کھوج کرید، تحقیق و تفتیش اور آگاہی و خبرداری کی غرض فقط یہ ہے کہ اس فتنہ زدہ آخر زمانے میں یہ موضوع دعوتِ دین کا بہترین ذریعہ ہے۔ مغربی دنیا بظاہر ماوراء الطبیعات کی منکر ہے اور کثیف مادہ کے آگے کسی لطیف شے کے قائل نظر نہیں آتی، لیکن حقیقت یہ ہے...... میں دُہراتا ہوں...... تعجب خیز حقیقت یہ ہے کہ...... مغرب میں اس وقت دجالی علامات ونشانات کا سیلاب آیا ہوا ہے اور دجال کے لیے پھیلائے گئے شیطان پرستی کے جال میں وہاں کے حکمرانوں، دانشوروں اور سرمایہ داروں سے لے کر اداکاروں، گلوکاروں اور عام پیروکاروں کے غول کے غول پھنسے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مغرب کے بت کدوں میں اذان دینے والے کچھ اہلِ ایمان نے اس موقع پر مغرب کے فہیم العقل اور سلیم الطبع عوام کو مختلف کتابچوں اور بڑی محنت سے تیار کی گئی ڈاکومنٹریز کے ذریعے ان شیطانی

پھندوں سے نکالنے کی کوشش کی ہے اور کر رہے ہیں۔ اہل مشرق کو جگانے کے لیے یہ کتابی سلسلہ اسی نوع کی ایک آواز ہے تاکہ انسانیت رجوع الی اللہ کے حصار میں محفوظ ہو کر شیطان کے اس وار سے بچ سکے جس کے بارے میں الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں آدم علیہ السلام سے لے کر تا آخر دم ایسا فتنہ آیا ہے نہ آئے گا۔

تاریکی کا راج چاہنے والوں کے خلاف آپ جب بھی کوئی بات کریں گے تو روشنی کے پیامبروں کی ہدایات و نصیحت بیان کیے بغیر آگے نہیں چل سکتے۔ لہٰذا اس کتاب میں ''تاریکی کے دیوتا'' اور اس کی ''اندھیاری نگری'' کے حوالے سے جو کچھ کہا گیا ہے، دجال کے لیے میدان ہموار کرنے والوں کی غیر انسانی مہمات کے بارے میں جو کچھ آگاہی دی گئی ہے، پوری کوشش رہی کہ وہ ہماری موثق مذہبیات کی تصدیق شدہ عصریات پر تطبیق کے تناظر میں کہی جائے، اس لیے یہ ان شاء اللہ تاریکی کا پردہ چاک کر کے نور کی کرنوں کی طرف لپکنے میں معاون ثابت ہوگی۔ وہ نور جو ایمان راسخ سے پھوٹتا اور عمل صالح سے جگمگاتا ہے اور جب دل کی درزوں میں اُتر جائے تو ایسی جھوٹی خدائی کا دعویٰ کرنے والوں کے دجل و مکر میں پھنسنے کے بجائے ایسے دعوؤں کو لپیٹ کر ان کے منہ پر مار دینے کی جرأت عطا کرتا ہے۔

''دجال I'' مختلف اوقات میں لکھے گئے مضامین کا مجموعہ ہیں، اس میں اول تا آخر تصنیفی ربط و تسلسل...... ''ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے'' ...... کا مصداق تھا۔ دجال 2 البتہ مربوط تالیف کے معیار پر ان شاء اللہ پوری اُترے گی۔ دجال 1 کی اشاعت کے بعد موصول ہونے والے سوالات کے جوابات کتاب کے آخر میں لگا دیے گئے ہیں۔ فتنہ دجال کے مقابلے کے لیے دفاعی و اقدامی تدابیر کا خلاصہ کچھ اضافوں کے ساتھ آخر میں دوبارہ دے دیا گیا ہے تاکہ کتاب محض معلومات کا پلندہ نہ ہو، جرأت و حوصلے کے ساتھ استقامت اور مقاومت کی تحریک و ترغیب ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے جب حق و باطل کی کشمکش کا فیصلہ کن موڑ آئے تو ہمارا وزن ''قومِ رسولِ ہاشمی'' کے پلڑے میں ہو نہ کہ شیطان کے چیلوں کے ساتھ کھڑے ہونے والے دجال کے کارندوں کے ساتھ۔ آمین

دجالی ریاست کی کہانی

(پہلی قسط)

نکتۂ آغاز و اختتام:

"دجالی ریاست" کی کہانی بڑی دلچسپ ہے۔ سمیٹی جائے تو بہت مختصر ہے۔ پھیلائی جائے تو صدیوں پر محیط ہوئی ہے۔ اس کی ابتدا چونکہ ارضِ مقدس فلسطین سے ہوتی ہے (یعنی یہود کی فلسطین سے جلاوطنی سے جو عذابِ الٰہی کے نتیجے میں تھی) اور انتہا بھی یہیں آ کر ہوگی (یعنی یہود کی یہاں واپسی کی کوشش جو مکر و فریب اور ظلم و دجل کی بنیاد پر ہوگی)، اس لیے ہم گفتگو کی ابتدا "نکتۂ آغاز و اختتام"، فلسطین سے ہی کرتے ہیں جس کا قدیم نام "یروشلم" تھا۔

یروشلم تینوں مذاہب کے پیروکاروں کے لیے ہمیشہ سے ایک مقدس شہر رہا ہے۔ مسلمانوں کے لیے بھی اور اہلِ کتاب کے لیے بھی۔ مسلمان چونکہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ چنانچہ کوئی بھی ایسی جگہ جو کسی نبی سے تعلق رکھتی ہو، مسلمانوں کے لیے مقدس ہے۔ فلسطین اور بیت المقدس کا تعلق دیگر بہت سے قابلِ احترام انبیائے کرام علیہم السلام سے ہے۔ واقعۂ معراج بھی یہیں سے ہوا تھا اور یہاں موجود مقدس چٹان مسلمانوں کا قبلۂ اول بھی ہے، اس لیے مسلمانوں کا اس سے قلبی تعلق و لگاؤ شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ چونکہ حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ اور پھر حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہم السلام اور دوسرے بہت سے انبیائے بنی اسرائیل کا تعلق اسی شہر سے رہا ہے، اس لیے یہودی بھی اسے مقدس و متبرک مانتے ہیں۔ عیسائی بھی حضرت سلیمان علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے دوسرے انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ان کا احترام کرتے ہیں، لیکن اس سرزمین کی تقدیس ان کی نظروں میں اس لیے

اہم تر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ''بیت اللحم'' میں پیدا ہوئے تھے اور پھر زندگی کا بیشتر حصہ ارضِ قدس میں گذارا۔ ''مستقبل کی عالمی دجالی ریاست'' کی کہانی ماضی کے ان تقدیس بھرے رویوں کے برخلاف یہیں سے جنم لے گی۔ یروشلم کی تقدیس کی وجوہ تو آپ نے سمجھ لیں، آیئے! اس کی تخریب یعنی یہاں دجالی قوتوں کی کارفرمائی کی ابتدا کو دیکھتے ہیں۔

مسلمانوں نے تورات کی پیش گوئی کے مطابق (اس پیش گوئی کا ذکر ''دجال'' نامی کتاب میں باحوالہ موجود ہے) جب بیت المقدس فتح کیا تو تینوں مذاہب کے لیے اس کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی بھی مذہب کے زائرین کی یہاں آمد پر پابندی عائد نہ کی چنانچہ یہودی اور عیسائی زائرین کی آمد و رفت آزادی سے جاری رہی۔ یہ معمول صدیوں تک برقرار رہا۔ 1095ء میں عیسائیوں کا اس وقت کا سب سے بڑا مذہبی رہنما ''پوپ اربن دوم'' تھا۔ اس نے عیسائی یورپ پر زور دیا کہ ارضِ مقدس کو کافروں (یعنی مسلمانوں) سے چھین لیا جائے۔ پوپ اربن کا پروپیگنڈا تھا کہ مسلمانوں نے ہزاروں مسیحی بہن بھائیوں کو قتل کر دیا ہے۔ دنیا کے بہت بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا ہے اور یورپیوں کے لیے رہنے اور حکومت کرنے کی جگہ تنگ کر دی ہے۔ خود مسیحی مؤرخین کا کہنا ہے کہ عیسائیوں کے قتل کے بارے میں پوپ اربن کا دعویٰ جھوٹ کا پلندہ تھا۔ اس جھوٹ کا ایک طے شدہ مقصد تھا۔

سیاسی اور بشارتی جھوٹ:

مذکورہ پوپ نے عیسائی عوام کو مسلمانوں کے خلاف ''مقدس جنگ'' پر اُبھارنے کے لیے صرف یہی ''سیاسی جھوٹ'' نہیں بولا، بلکہ اس نے اس غرض کے لیے ایک ''بشارتی جھوٹ'' بھی گھڑا۔ اس نے عیسائی جنگجوؤں کے لیے خدائی بشارت وضع کی کہ جو مسلمانوں سے لڑے گا، اس کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے اور وہ جنت کی بلند و بالا وادیوں میں دائمی نعمتوں کا مستحق ہوگا۔ یہ جھوٹ...... جو عیسائیت کی بنیادی تعلیمات (یعنی نظریۂ کفارہ) کے بھی منافی تھا...... گھڑنے کی ضرورت پوپ کو کیوں پیش آئی؟ اس کی وجہ عیسائی مذہبی رہنماؤں کے سامنے کھڑا ایک مشکل سوال

تھا۔ ان کو یہ بات سمجھ نہ آتی تھی مسلمان ناقابل تسخیر کیوں ہیں اور اپنے خدا کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار کیوں رہتے ہیں؟ عیسائی اس طرح کیوں نہیں ہیں؟ یہ بہت بڑا سوال پوپ اربن اور اس کے ہم عصر دیگر مسیحی عمائدین کے سامنے جواب طلب تھا۔ جب انہوں نے غور کیا تو مسلمانوں کے ''فلسفۂ شہادت'' کی روشنی میں اس سوال کا جواب بہت سادہ اور آسان تھا۔ مسلمان جہاد میں اپنی جانیں دینے کے لیے اس لیے تیار رہتے ہیں کہ انہیں موت کے بعد جنت کی زندگی کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اس پر انہوں نے سوچا کہ عیسائیوں کے لیے ایسی کون سی بشارت ہو کہ وہ بھی صلیب کے لیے جانیں دینے پر تیار ہو سکیں؟ بائبل میں ایسی کوئی بشارت نہ تھی۔ مجبور ہو کر مسیحی رہنماؤں نے نعوذ باللہ خدائی اختیارات ہاتھ میں لیتے ہوئے کچھ بشارتیں وضع کر لیں۔ عیسائی عوام سے وعدہ کر دیا گیا کہ جو لوگ صلیب کے کاز کے لیے لڑیں گے ان کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور ان کے لیے نجات یقینی ہو گی۔ پوپ اربن نے یہ وعدہ اپنی مذہبی حیثیت کا غلط استعمال کرتے ہوئے کیا۔ یہ وعدہ بنیادی طور پر عیسائیت کی تعلیمات کے بھی منافی تھا۔ عیسائی عقائد کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام آدم کے بیٹوں کے گناہوں کے کفارے میں اپنا خون پہلے سے بہا چکے ہیں۔ اب صلیب کے بیٹوں کو اپنا خون دینے کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ وعدہ مشہور عیسائی نظریے ''اعترافِ گناہ'' (Confession) کے تصور کو بھی ختم کرتا تھا۔

صلیبی جنگ یا نسلی معرکہ آرائی:

بہرحال اس وعدہ نے اپنا اثر دکھایا اور عیسائی عوام ''یقینی نجات'' کے حصول کے لیے جوق در جوق ''کافروں'' سے لڑنے نکل کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے پوپ کی دعوت پر لبیک کہنے والا ایک جنونی گروہ غریب مردوں اور عورتوں پر مشتمل تھا جو ہنگری سے قسطنطنیہ اور قسطنطنیہ سے ترکی وشام میں اتر آیا۔ یہ جنگجو دراصل غیر منظم شہری تھے جنہیں پہلے تو خود ہنگری کے سپاہیوں نے تہہ تیغ کیا اور بچ رہنے والوں کا صفایا عثمانی مجاہدین اور ترک مسلمانوں نے کر دیا۔ اس کے بعد صلیب

کے لیے لڑنے والوں کی دوسری لہر ابھری۔ اس دفعہ حملہ آور ہونے والے صلیبی جنگجو ''نائٹس''، یعنی یورپ کے سردار تھے۔ انہوں نے القدس پر طوفانی یلغار کی اور فلسطین کے ایک علاقہ میں کچھ عرصے کے لیے ایک صلیبی ریاست قائم کرلی۔ صلیبی پرچم کے ساتھ یہ پہلا کامیاب حملہ تھا جس نے نہ صرف ناقابلِ تسخیر مسلمانوں کے خلاف یورپیوں کو حوصلہ دیا بلکہ کشت وخون کا ایک نیا دور شروع کیا جو بعد کی صدیوں میں بھی جاری رہا اور ابھی تک...... مختلف شکلوں اور عنوانوں سے...... جاری ہے اور اس وقت تک جاری رہے گا جب عیسائیوں کے حقیقی اور سچے رہنما جناب مسیح علیہ السلام تشریف لاکر ان فتنہ پرور دجالی قوتوں کو تہہ تیغ نہیں کردیں گے جو سادہ لوح عیسائی عوام کو اہلِ اسلام کے خلاف ورغلاتے رہتے ہیں۔ اس حملے کو ''صلیبی جنگ'' کہا گیا جس کا مطلب کافروں (یعنی مسلمانوں) کے خلاف ''مقدس جنگ'' تھا۔ اسے بعض اہلِ قلم ''مسیحی جہاد'' کہتے ہیں جو غلط ہے۔ اس اصطلاح میں جہاد کا لفظ غیر مسلموں کے لیے استعمال ہوتا ہے، جبکہ جہاد کے مقدس عمل کا تصور صرف مسلمانوں کے ہاں ہے۔ بقیہ مذاہب کی طرف سے برپا ہونے والی جنگوں کے لیے یہ اسلامی اصطلاح استعمال نہیں کرنی چاہیے۔ اس میں اس عبادت کی توہین کا پہلو پایا جاتا ہے۔ اس اولین صلیبی جنگ کے پس پردہ پائے جانے والے شاہی محرکات یا پوپ کے مفادات کیا تھے؟ اس کے لیے ''نائٹس''، یعنی ان یورپی جنگی سرداروں کی ان سرگرمیوں پر ایک نظر ڈالنا کافی رہے گا جو وہ یروشلم آتے ہوئے سرانجام دے رہے تھے۔ تاریخ ان کی کارگذاری سناتے ہوئے ہمیں بتاتی ہے:

''راستے میں وہ مسلمانوں، یہودیوں اور سیاہ فام عیسائیوں کا قتلِ عام کرتے رہے۔''

نائٹس کے ان کارناموں کو دیکھا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کیا یہ واقعی مقدس مذہبی جنگ تھی؟ نہیں...... قطعاً نہیں! یہ تو ایک نسلی معرکہ آرائی تھی۔ وہ نسلی معرکہ آرائی جو مذہبی جنگ کے نام پر وجود میں آئی اور جو نسلی احساسِ برتری کے شکار بنی اسرائیل کے ایک مخصوص قبیلے کو دنیا کے اس مقدس خطے پر تسلط دلانے کے لیے تھی جو وہ اپنی بداعمالیوں کی بدولت گنوا چکا تھا۔

خوفناک خواب، دہشت ناک تعبیر:

یہ صلیبی جنگیں جاری رہیں...... اور جیسے جیسے وقت گزرا صلیبی جنگوں کی تعداد اور مقدار میں اضافہ ہوتا گیا۔ اسی طرح نائٹس کی تعداد اور حیثیت میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اور ان میں عیسائی جوشیلے سرداروں کی جگہ یہودی زعماء نے لینا شروع کر دی اور یہیں سے یہ تحریک رُخ بدل کر دجال کے کارندوں کے ہاتھ میں آتی گئی۔ ''نائٹس'' کے نام اور خطابات مختلف تھے جو ان کے تعارف، پس منظر اور فرائض کے حوالے سے رکھے جاتے تھے۔ ان میں سے ایک نمایاں گروہ ''ٹمپلرز نائٹس'' کا تھا جو عیسائی نائٹس کے مختلف گروہوں کے ختم ہو جانے کے بعد بھی باقی رہا۔ اس گروہ نے تاریخ میں بے انتہا شہرت پائی اور آج تک (نام بدل کر) زندہ ہے، اس لیے کہ یہ عیسائی نہ تھے، شروع میں تھے بھی تو بعد میں ان میں ایک مخصوص ''انسانی برادری'' کے لوگ شامل ہو گئے جنہوں نے یہ چولہ پہن کر شہرت دوام حاصل کی۔

ٹمپلرز نائٹس (معبدی سردار) ایک ایسا گروہ تھا جس کے سامنے بظاہر کوئی مقصد اور کوئی نصب العین نہیں تھا، لیکن در حقیقت ان کے سامنے ایک بڑا نصب العین اور اہم ایجنڈا تھا جس پر وہ صلیبی جنگجوؤں کی مدد سے کام کرنے لگے۔ ان کی نظروں میں پوری دنیا پر غلبے کا حصول اور عظیم ترین فرمانروائی تھی۔ اگر سوال اُٹھایا جائے کہ تھوڑے سے لوگ جو مسلمانوں سے بیت المقدس نہ لے سکتے تھے، پوری دنیا پر فرمانروائی کا خواب کیسے دیکھ رہے تھے؟ تو اس کا جواب سمجھنے کے لیے ہمیں ان کی بنیاد اور پسِ منظر کو تفصیل سے دیکھنا ہوگا۔ ان کے اس خواب نے دنیا کو بہت سی آزمائشوں میں ڈالا اور ان کی اس احمقانہ مہم کے نتیجے میں انسانیت بہت سی آزمائشوں میں مبتلا ہوئی اور یہ آزمائشیں آج بھی جاری ہیں۔ آگے چل کر یہ گروہ مذہبی تنظیم سے بڑھ کر معاشی اجارہ داری قائم کرنے والا گروہ بنا، پھر معاشی طور پر مستحکم یہ گروہ دنیا کی سیاست میں دخیل ہو کر ''بادشاہ گر'' بن گیا۔ پس پردہ رہتے ہوئے دنیا کی حکومتوں کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا اس کا مخصوص ہنر ٹھہرا۔ اس کے بعد اس کا رُخ عسکریات کی طرف ہوا۔ یہود کی روایتی تاریخ کے حوالے

سے یہ خود میدان میں آ کر کبھی نہیں لڑا۔ یہ دوسرے کو لڑوا کر فتح کے ثمرات اپنی جھولی میں ڈالنے کا عادی رہا ہے۔ لہٰذا دنیا کی اقتصادیات، سیاسیات اور عسکریات پر کنٹرول قائم کر کے یہ اس خواب کی تکمیل کے لیے جت گیا جس کی تعبیر انتہائی خوفناک ہے یعنی ابلیس کی عالمی حکمرانی کا قیام اور ''دجال کی عالمی ریاست'' کی تشکیل۔ ہم اس گروہ کی درجہ بہ درجہ پیش قدمی (مذہب سے معیشت، معیشت سے سیاست یعنی جمہوریت، سیاست سے عسکریت اور پھر عالمی حکومت) کا جائزہ لیتے ہوئے آگے چلیں گے تاکہ انسانیت کے خلاف ماضی، حال اور پھر مستقبل قریب میں جو کچھ اس زیرزمین پہنچنے والے گروہ نے کیا، کھل کر سامنے آسکے اور وقت ہاتھ سے نکلنے سے پہلے اس غیر انسانی بلکہ شیطانی منصوبے کے راستے میں مضبوط روک کھڑی کی جاسکے۔ اس کی تاریخ سامنے آمنے سے یہ سوال بھی حل ہو جائے گا کہ ''دجال'' تو یہودیوں کی اُمیدوں کا آخری سہارا ہے۔ صلیبی جنگجوؤں کا اس یک چشم یہود نواز فتنے کے نام پر قائم ہونے والی ریاست سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟؟؟ (جاری ہے)

نائٹس ٹمپلرز سے فری میسن تک

(دوسری قسط)

ہیکل کے کھنڈر کے قریب:

اگرچہ ارضِ مقدس پر مسیحی اقتدار مختصر عرصہ کے لیے تھا، لیکن ان کا یہ مختصر قبضہ پوری دنیا کی تاریخ کو تبدیل کرنے والا حادثہ ثابت ہوا۔ اس مختصر عرصہ کے دوران نائٹس کی ایک خصوصی تنظیم تشکیل دی گئی۔ جس کا مقصد بظاہر مسیحی زائرین کو مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رکھنا تھا۔ یہ ایک مذہبی تنظیم تھی جس کے فرائض میں ''مقدس معبد'' (بیت المقدس: ہیکل سلیمانی) کو کافروں (یعنی مسلمانوں) سے بچانا بھی شامل تھا۔ چنانچہ یہ تنظیم اور اس کے ارکان دنیا بھر کے عیسائیوں کے لیے قابلِ احترام بن گئے۔ اپنے مذہبی فرائض اور مسیحی طرزِ حیات کی وجہ سے انہیں ''راہب'' کہا جاتا تھا۔ بعدازاں یہ خطاب ترک کر کے انہیں ٹمپلرز یعنی ''معبدی'' کہا جانے لگا۔ ''ٹمپل'' معبد یعنی عبادت گاہ کو کہتے ہیں۔ ٹمپلر کا معنی ہوا: معبد یعنی عبادت گاہ سے وابستہ خفیہ گروہ۔ یہ تنظیم بہت جلد منظم عسکری تنظیم بن گئی اور ''نائٹس ٹمپلرز'' (معبدی سردار) کہلانے لگی۔ پینگوئن ڈکشنری آف ریلیجنز میں نائٹس ٹمپلرز کے بارے میں کچھ اس طرح تحریر ہے:

''ایک مذہبی عسکری تنظیم جو 1119ء میں یروشلم میں تشکیل دی گئی جس کا مقصد مسیحی زائرین کو مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رکھنا تھا۔ یہ معبد یعنی ہیکلِ سلیمانی کے کھنڈر کے قریب رہتے تھے۔ ان کی بود و باش راہبوں جیسی تھی، لیکن ان کی سرگرمیاں بنیادی طور پر عسکری اور انتظامی تھیں۔ ارضِ مقدس میں یورپی صلیبی سلطنت کی نگہداشت میں اہمیت رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کی املاک یورپ میں بھی تھیں اور وہ بین الاقوامی بنکاروں کی حیثیت سے بھی کام کرتے تھے۔ وہ

اپنے داخلی امور سخت رازداری کے ساتھ سرانجام دیتے تھے۔

مقدس تبرکات کے محافظ:

اس تنظیم کے باقاعدہ قیام کے حقیقی اغراض کے بارے میں مختلف داستانیں پائی جاتی ہیں۔ شروع میں انہوں نے اپنے آپ کو ''ہیکل کا محافظ'' کہلوایا۔ سوال یہ ہے یہ لوگ کس چیز کا تحفظ کر رہے تھے اور کس سے کر رہے تھے؟ اس نکتہ پر کچھ محققین رائے رکھتے ہیں کہ ٹمپلرز...... ان کی تعداد بارہ تھی...... دراصل کسی خزانے یا مقدس تبرکات کی حفاظت کر رہے تھے جو بیت المقدس یا ہیکلِ سلیمانی سے ملے تھے۔ قدیم زمانے میں جب یہودی یروشلم میں آ کر آباد ہوئے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صندوق بھی ساتھ لائے تھے جسے بعد ازاں ہیکلِ سلیمانی میں رکھا گیا۔ اس صندوق کو ''تابوتِ سکینہ'' یا ''تابوتِ یہود'' کہا جاتا تھا اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والے تورات کی تختیاں (الواحِ تورات) رکھی گئی تھیں۔ عہد نامہ قدیم یعنی تورات کا کہنا ہے یہ تابوت خالص سونے کا بنا ہوا تھا۔ عہد نامہ میں اس کی شکل وصورت اور لمبائی چوڑائی کی تفصیلات موجود ہیں۔ عہد نامہ کے مطابق اس صندوق یا تابوت میں وہ اصل الواح (تختیاں) موجود تھیں جو کوہِ سینا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا (قرآن کریم کے مطابق یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا تھا) اور ''من وسلویٰ'' کا برتن بھی اس تابوت میں محفوظ تھا۔ تاریخ یہ تو بتاتی ہے کہ اسے ہیکلِ سلیمانی میں رکھا گیا تھا لیکن یہ نہیں بتاتی کہ بعد ازاں اس کے ساتھ کیا ہوا؟ ٹمپلرز کے دور میں ہیکلِ سلیمانی کا یہ حصہ زائرین کے لیے کچھ عرصہ تک مرمت کے نام پر ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ (ایک روایت کے مطابق 9 سال اور دوسری کے مطابق 13 سال) اس دوران اسے ٹمپلرز نے کسی مخصوص خفیہ مقام پر منتقل کر دیا تھا یا خود ٹمپلر کو بھی یہ تبرکات ہاتھ نہ لگے اور وہ دنیا کو دھوکا دینے کے لیے خود کو پُراسرار مشہور کیے ہوئے ہیں؟ روایات مختلف ہیں اور اس حوالے سے مشہور مذہبی داستانوں میں زبردست تعارض پایا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قدیم ٹمپلرز ہوں یا جدید فری میسن،

یہودی قوم کے روحانیین یعنی سفلی جادوگر ہوں یا دجال کے خروج کے منتظر یہودی ربائی، ان سب میں سے بھی کسی کو نہیں معلوم کہ یہ مقدس تبرکات کہاں ہیں؟ وہ ان کی تلاش میں سرگرداں ہیں کہ ان کو دنیا پر دوبارہ غلبہ ان کے بغیر نہیں مل سکتا، لیکن یہ تبرکات ان کو مل کے نہیں دے رہے...... اور نہ یہ ان کو کبھی ملیں گے۔ انہیں تو حضرت مہدی رضی اللہ عنہ برآمد کریں گے (کہاں سے؟ اس سوال کا جواب ''دجال'' نامی کتاب میں دے دیا گیا ہے) حضرت کے ہاتھوں ان کی برآمدگی دیکھ کر وہ معتدل مزاج یہود جن کی قسمت میں ایمان ہے، مسلمان ہو جائیں گے اور وہ شقی مزاج یہود جو ان تبرکات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں دیکھ کر بھی ان کی اطاعت کرنے میں لیت ولعل کرتے رہے تھے، وہ اب بھی دجال کے ساتھ رہنے پر ہی اڑے رہیں گے اور پھر بالآخر اس کے ساتھ اپنے دردناک انجام کو پہنچیں گے۔

نائٹ ٹمپلرز اور سودی بینکاری:

تبرکات کے محافظین کے طور پر صلیبی دنیا میں مذہبی حیثیت مستحکم کرنے کے بعد ٹمپلرز کو...... جو درحقیقت موجودہ فری میسن تنظیم کی سابقہ شکل تھے...... اپنی مالی حیثیت مستحکم کرنے اور اسے مستقل بنیادوں پر ترقی دینے کی فکر سوار ہوئی۔ عوام کی تجوریوں میں محفوظ دولت جسے ہر وقت لوٹ لیے جانے کا خطرہ درپیش رہتا ہے، سے بہتر وہ کون سا ذریعہ ہو سکتا تھا جو دوسروں کے مال پر مفت کا عیش کرنے کی عادی قومِ یہود کے کام آتا۔ پیسہ عوام کا، محنت سرمایہ کاروں کی اور بیچ میں مفت کے مزے یہودی سودخور مہاجنوں کے۔ یہود کی سودخورانہ ذہنیت کے حوالے سے اس سے بہتر کیا صورت ہو سکتی تھی کہ سرمایہ کسی اور کا ہو اور نفع یہودی سودخوروں کو ملتا رہے؟ چنانچہ یہ وہ لمحہ تھا جب دنیا میں سودی بینکاری کا آغاز ہوا۔ اس کی ابتدا یہودی صرافوں نے کی۔

صرّافوں، یعنی سناروں نے دنیا کے سامنے سب سے پہلے تجوریوں (لاکرز) کا نظام متعارف کرایا۔ انہوں نے لوگوں کے زیورات، سکّے اور سونا اجرت لے کر محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ حفاظتی نقطۂ نظر سے یہ ''ڈیپازٹ سسٹم'' لوگوں کو پسند آیا اور بہت جلد مقبول ہو گیا۔ آہستہ آہستہ

یہودی صرّافوں نے اس میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کی۔ لوگ جب سونے کے سکوں کے عوض کوئی چیز خریدتے تھے تو پہلے یہودی صرافوں کو رسید دکھا کر اپنا سونا لیتے، پھر اسے اس شخص کے حوالے کرتے جس سے انہوں نے کچھ خریدا ہوتا۔ بیچنے والا اس سونے کو پھر کسی یہودی سنار کے پاس رکھوا کر رسید لے لیتا۔ رسید بنانے اور سکے جمع کرانے کا یہ عمل یکسانیت اور طوالت رکھتا تھا۔ اس کا حل یہودی ساہوکاروں نے یہ نکالا کہ حفاظت کے لیے اپنی تحویل میں رکھے گئے لوگوں کے سونے کو دوسرے لوگوں کو فروخت کرتے ہوئے اسے عملاً پرانے مالک کو واپس کر کے پھر نئے مالک سے لے کر تحویل میں رکھنے کے بجائے ''ایکسچینج چٹ'' یعنی تبادلے کی تحریری یادداشت متعارف کرائی گئی۔ یعنی رسیدوں پر لین دین شروع ہوگیا۔ تبادلے کے اس نظام سے سونا ایک دفعہ وصول کرنے اور پھر اسے دوبارہ جمع کرانے کا جھنجھٹ ختم ہوگیا۔ کاغذوں کے یہ پرزے کرنسی نوٹوں، ٹریولز چیکوں اور کریڈٹ کارڈوں کی بنیاد ہے اور وہ وقت دور نہیں جب کئی الیکٹرونک کرنسی کی شکل میں واحد عالمی ذریعہ تبادلہ متعارف ہو جائے گا۔

نائٹ ٹمپلرز اور سودی بیمہ:

اگلا مرحلہ ہنڈی یا بیمے کا تھا۔ کچھ لوگوں کو دور دراز کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ سفر کے دوران انہیں اپنی اور اپنے قیمتی سامان کی حفاظت کی پریشانی رہتی تھی۔ ٹمپلرز نے لوگوں کے خالی ہاتھ سفر کرنے لیکن اس کے باوجود دولت ایک سے دوسری جگہ لے جانے کا محفوظ طریقہ وضع کیا۔ ٹمپلرز ایک شہر میں لوگوں سے سونا اور چاندی وغیرہ وصول کر کے انہیں ایک چٹ جاری کر دیتے جس پر کوڈ ورڈز درج ہوتے۔ ان کوڈ ورڈز کو صرف ٹمپلرز ہی سمجھتے تھے۔ دوسرے شہر جا کر لوگ یہ چٹ وہاں کے ٹمپلرز کو دیتے اور ان سے مطلوبہ مالیت کا سونا، چاندی یا کرنسی وصول کر لیتے۔ ان چٹوں پر گاہک کا نام پتا اور پچھلے شہر میں جمع کرائے گئے سونے یا چاندی کی مالیت وغیرہ درج ہوتی تھی۔ کچھ ہی عرصہ بعد جمع کرائے گئے سونے (ڈیپازٹس) کو قرضے کے طور پر جاری کرنا شروع کر دیا گیا حالانکہ حفاظتی تحویل میں پڑے سونے کی شرط یہ تھی کہ وہ عندالطلب مالکان کو لوٹایا جائے۔ مالکان چونکہ عرصہ دراز

تک اپنا سونا وصول کرنے کے لیے نہیں آتے تھے۔ ان کا کام ''چٹوں'' سے چلتا تھا، اس لیے اپنے پاس پڑے ''بے مصرف'' سونے کا یہ مصرف ڈھونڈا کہ اسے سودی قرض کے طور پر لوگوں کو دے کر سود کمایا جائے۔ سونا کسی اور کا تھا، اس پر سود کوئی اور بھر رہا تھا اور مفت میں موج وہ لوگ کر رہے تھے جن کا ہوس زدہ دماغ اس طرح کے شیطانی منصوبے سوچنے کا ماہر تھا۔

الغرض جب صرّافوں نے دیکھا کہ ان کے پاس جمع کرائے جانے والے سونے کی صرف معمولی مقدار مالکان نکلواتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس میں سے کچھ سونا دوسروں کو سود پہ ''عاریتاً'' دینا شروع کر دیا۔ اس کے بدلے وہ اصل رقم اور سود کے لیے ایک ''پرامیسری نوٹ'' یا دستاویز لکھوا لیتے۔ اس طرح وقت کے ساتھ ساتھ کاغذی سرٹیفکیٹ، جن کے بدلے سونے کے سکے لیے جا سکتے تھے گردش میں آ گئے۔ اس سے پہلے لین دین کے لیے صرف سونے کے سکے گردش میں رہتے تھے۔ شروع میں یہ سرٹیفکیٹ یا نوٹ جمع شدہ سونے کی مالیت کے برابر ہوتے تھے۔ پھر ہوا یہ کہ گردش میں رہنے والے نوٹوں کی مالیت جمع شدہ سونے کی مالیت سے زیادہ ہو گئی۔

سودی بینکاری کا پہلا ماڈل:

سرمایہ محفوظ کرنے، قرضہ دینے اور ضمانت حاصل کرنے کا یہ قدیم طریقہ آج کے جدید بینکاری نظام کی بنیاد بنا۔ ٹمپلرز مذہبی پسِ منظر رکھنے کی وجہ سے لوگوں کے لیے قابلِ بھروسہ تھے۔ تمام یورپی ممالک یہاں تک کہ مشرقِ وسطیٰ اور ارضِ مقدس میں ان کی شاخیں اور دنیا بھر میں ان کے نمائندے موجود تھے۔ یورپ کی نشاۃِ ثانیہ (Renaissance) میں حصہ لینے والے دولت مند خاندانوں مثلاً فلورنس، اٹلی کے میڈیکس خاندان نے بھی اس نظام کی اعانت کی اور رفتہ رفتہ یہ نظام ترقی کر کے باقاعدہ مستقل ادارے یعنی ''بینک'' کی شکل میں وجود میں آ گیا۔ پہلا ماڈرن بنک سویڈن کا دی رکس بنک 1656ء میں وجود میں آیا پھر بنک آف انگلینڈ 1694ء میں سود خوری کے منظّم ادارے کی شکل میں قائم کر دیا گیا۔ سترہویں صدی عیسوی کے انگریز صرّافوں نے دنیا کو سودی بینکاری کا ماڈل مہیا کر دیا اور آہستہ آہستہ دنیا سودی لعنت کے اس جال میں پھنس

گئی۔ مقامی بینک، مرکزی بینک سے اور مرکزی بینک عالمی بینک سے منسلک ہوگیا اور اس طرح دنیا کی معیشت ان لوگوں کے ہاتھ میں آگئی جو دجال کے خروج سے پہلے ہر متنفس کے سینہ میں حرام کا لقمہ پہنچاتے یا اس کے تاک میں رہتے تاکہ حرام کے عالمی سوداگر کا جب ظہور ہو تو اور ابلیسی حرام خواہوں کے لیے میدان ہموار ہو چکا ہو۔

سود سے ٹیکس تک:

بائبل کی تعلیمات سود کی ممانعت کرتی ہیں چنانچہ اس زمانے میں عیسائی معاشروں میں بھی سود سے گریز کیا جاتا تھا، لیکن ٹمپلرز..... مقدس سمجھے جانے والے ٹمپلرز..... اس کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے تھے۔ وہ نہ صرف قرضوں پر سود وصول کرتے، بلکہ یہ بھاری شرح کے ساتھ سود عائد کرتے تھے۔ ایک موقع پر ایک قرض دار کو 60% تک سود در سود ادا کرنا پڑا۔ قدیم زمانے میں منظم بینکاری نظام کے ساتھ یہ لوگ اپنے دور کے جدید سرمایہ کار بن گئے۔ عوام تو عوام، حکومتیں تک ان سے قرض لیا کرتی تھیں۔ یہ من مانی شرائط پر انہیں سودی قرضے دیا کرتے تھے۔ بہت سی بادشاہتیں ان کے قرضوں کے بوجھ تلے دب گئیں۔ بقیہ یورپی ممالک کو تو رہنے دیجیے، انگریز حکمران خاندان بھی ٹمپلروں کا مقروض تھا۔ بادشاہ جان، ہنری سوم اور ایڈورڈ اول سبھی ٹمپلروں سے قرضہ لیتے تھے۔ 1260ء سے 1266ء کے درمیان بادشاہ ہنری نے اپنے تاج کے ہیرے ٹمپلروں کے پاس رہن رکھے ہوئے تھے۔ مختلف بادشاہوں کو مقروض کرنے کے بعد ٹمپلرز آگے بڑھے۔ حکمرانوں کے تاجوں میں جڑے ہیرے گروی رکھنے کے بعد اب وہ عوام کو بھی اپنے پاس گروی رکھنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے جو طریق کار وضع کیا وہ ان کی سنگدلانہ شیطانی سوچ کا عکاس تھا۔ اس طریقے نے آج تک دنیا کو ان کے ہاتھوں معاشی غلام بنا رکھا ہے۔ انہوں نے حکمرانوں کو دیے گئے قرضوں کی وصولی کو یقینی بنانے کے لیے وقت ضائع کیے بغیر پابندی عائد کردی کہ ٹیکس کی وصولی صرف ٹمپلرز کریں گے۔ ٹیکس وصولی کے اختیار نے ان کی طاقت اور دولت میں بے پناہ اضافہ کردیا۔ اب نہ صرف وہ پاپائیت کو دیے جانے والے عطیات وصول

کرتے بلکہ بادشاہوں (حکومتوں) کی طرف سے ٹیکس بھی وصول کرتے۔ ٹمپلرز نے اپنی دولت اور قوت میں تیزی سے اضافہ کیا۔ یہاں تک کہ اب وہ اپنے مشن کے تیسرے مرحلے کا آغاز کرنے کے قابل ہوگئے۔ مذہبی و مالی حیثیت کے استحکام کے بعد اب اقتدار اور عسکریت کی طرف ان کا سفر شروع ہوا۔

ابلیسی سیاست یا صہیونی عسکریت:

اس کے لیے انہوں نے یہ طریق کار وضع کیا...... اور بلاشبہ انسانیت کا خون بہانے اور انسانیت کی رگوں سے خون چوسنے والے ایک طریق کار کو ''ابلیسی سیاست'' کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جاسکتا...... کہ دنیا میں جہاں جنگ ہوتی یہ جنگ میں شریک دونوں فریقوں کو قابو میں رکھتے، ان سے فائدہ اٹھاتے۔ اگر کہیں جنگ نہیں ہورہی تو یہ بغاوت تخلیق کرتے اور پھر دونوں فریقوں کو اسلحہ فراہم کرتے۔ چنانچہ جنگ میں شریک دونوں فریق ان کے مقروض اور زیرِ اثر ہو جاتے۔ کھوئے ہوئے یروشلم کو واپس لینے اور پوری دنیا پر غلبہ پانے کا یہ سفاکانہ مشن ہر طرح کی اخلاقیات اور انسانی روایات کو پامال کرتے ہوئے جاری تھا کہ یہاں تک کہ اکتوبر کی تیرہ تاریخ اور جمعہ کا دن آ گیا۔ تیرہ تاریخ نائٹ ٹمپلرز کی تاریخ کا سیاہ ترین دن ہے۔ (جاری ہے)

تیرہ تاریخ کا جمعہ

(تیسری اور آخری قسط)

جمعہ، 13 / اکتوبر:

ہوا یوں کہ ٹمپلرز برادری کی ترقی، یورپ کے حکمرانوں اور معیشت پر کنٹرول، عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہا۔ یہاں تک کہ خود یورپی بادشاہ بھی ایک طویل عرصہ تک اس بات کو نہ سمجھ سکے کہ ''برادری'' ان کے ساتھ کیا کر رہی ہے اور کیا کرنا چاہتی ہے؟ بالآخر فرانس کا بادشاہ فلپس چہارم اس سازش کو سمجھ گیا۔ وہ ان سے اپنا اور اپنی قوم کا پیچھا چھڑانا چاہتا تھا، لیکن چرچ اور عیسائیت اس کی راہ میں حائل تھی۔ ٹمپلرز نے عیسائی عوام کی مذہبی حمایت حاصل کر رکھی تھی۔ ان کے خلاف کارروائی آسان نہ تھی۔ چرچ چونکہ ٹمپلرز کے ساتھ تھا اس لیے وہ ان کی اجارہ داری نہ توڑ سکا۔ اس نے حکمت سے کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ سب سے پہلے اس نے اس وقت کے ٹمپلرز کے ساتھ ملے ہوئے پوپ ''بونی فیس ہشتم'' سے جان چھڑائی اور پھر اس کے جانشین ''بینی ڈکٹ یازدہم'' سے چھٹکارا حاصل کیا۔ 1305ء میں بادشاہ فلپس نے نئے پوپ ''کلیمنٹ پنجم'' کا تقرر کیا۔ اس منصف پوپ کی مدد سے بادشاہ نے ٹمپلرز کے معاملات کی مکمل چھان بین کرائی۔ تحقیقات کے نتیجے میں جو حقائق سامنے آئے وہ توقع سے زیادہ خطرناک تھے۔ خطرے کی سنگینی نے اسے فوری اور سخت قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ اس نے ملک بھر میں سرکاری عمال کو سربمہر احکامات بھیجے۔ ترتیب یہ بتائی گئی کہ ان احکامات کو ہر جگہ بیک وقت یعنی جمعہ 13 اکتوبر 1307ء کی صبح طلوعِ آفتاب پہ کھولا جانا تھا۔ ان خفیہ احکامات کے مطابق ملک بھر میں اس تنظیم کو معطل کر کے ٹمپلرز کو گرفتار اور ان کی املاک کو ضبط کر لیا گیا۔ ٹمپلرز پر توہینِ مسیح، بت پرستی اور ہم جنس

پرستی کے الزامات عائد کیے گئے۔ ان الزامات نے پورے یورپ میں ٹمپلرز کے خلاف نفرت وکراہیت پیدا کردی۔ ہر جگہ انہیں مشکوک قرار دے کر گرفتار کرلیا گیا۔ مجرم ثابت ہونے والوں کو پھانسی دے دی گئی۔

جمہوریت کا آغاز:

پوپ کلیمنٹ نے باضابطہ طور پر 1312ء میں ٹمپلرز کی تنظیم ''ٹمپل'' کو کالعدم قرار دے دیا۔ تنظیم کے آخری گرینڈ ماسٹر جیکس ڈی مولائے کو 1314ء میں دھیمی آنچ پر رکھ کر کباب بنادیا گیا۔ ٹمپلرز اپنے گرینڈ ماسٹر کی اس قربانی کو آج بھی یاد رکھے ہوئے ہیں اور اس کی یادگار کو اپنی تقریبات میں مذہبی رسم کے طور پر منعقد کرتے ہیں۔ جب ایک دفعہ رائے عامہ ان کے خلاف ہوگئی اور چرچ ان کا دشمن ہوگیا تو پھر برادری ان الزامات سے تنظیم کو مزید تحفظ دینے میں ناکام ہوگئی۔ ان کی زیادہ تر املاک یورپ بھر میں ضبط کرلی گئیں۔ بظاہر ٹمپلرز کا خاتمہ ہوگیا لیکن انہوں نے اس صورتحال سے ایک سبق سیکھا اور مستقبل میں اس پر عمل کیا: ''ایک ہاتھ میں قوت واقتدار خطرناک ہوسکتا ہے چنانچہ اسے تقسیم کردیا جانا چاہیے۔'' اس فیصلے نے دنیا میں نئے طرزِ حکمرانی کو متعارف کروایا اور دنیا ''جمہوریت'' نامی نئے نظامِ حکومت سے واقف ہوئی جو برادری کے لیے شکست کھا جانے کے بعد دوبارہ میدان میں آنے...... اور...... خم ٹھونک کر آنے کا ذریعہ ثابت ہوا۔ ٹمپلرز زیرزمین چلے گئے اور اب ایک نئے دور کا آغاز ہوا...... ''جمہوریت'' کا آغاز...... جو کہ بادشاہت کا متبادل نظام تھا۔ برادری نے سمجھ لیا تھا کہ ''خفیہ گرفت'' ہی ان جیسی کسی خفیہ تنظیم کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ یہ خفیہ گرفت موروثی بادشاہت لے کر تخت پر آنے والے مطلق العنان بادشاہوں کی بہ نسبت عوامی نمائندوں پر آسانی سے قائم کی جاسکتی ہے۔ جب اسمبلیوں میں بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے جمع ہوں گے تو ان کی بولی لگانا اور ان کی بولی کو اپنی مرضی کا رخ دینا آسان ہوگا۔ ''عوامی نمائندے'' اپنے انتخاب کے لیے ہمیشہ سرمائے اور تشہیر کے محتاج رہتے ہیں۔ برادری کا سودی سرمایہ اور دروغ گو میڈیا نہایت آسانی سے ان نمائندوں کی

''عوامیت'' ختم کر کے انہیں برادری کا تابع بنا سکتا ہے۔ پھر جمہوری فیصلوں میں ابہام بہت زیادہ ہوتا ہے۔ کچھ پتا نہیں کس نے کس رائے کے حق میں خفیہ ووٹ ڈالا۔ ابہام جس قدر زیادہ ہوگا ''ان'' کا تحفظ بھی زیادہ ہوگا۔ اگر آپ کو اپنے دشمن کا علم نہیں ہوگا تو کیا کریں گے؟ آپ خود کو الزام دیں گے یا کہیں گے: ''وقت ہی برا چل رہا ہے۔''

فری میسن کی شکل میں ٹمپلرز کا نیا ظہور:

فرانس کے بادشاہ فلپس چہارم کے دلیرانہ اقدام اور حکمت سے بھرپور کارروائی نے ٹمپلرز کو اس کی تاریخ کا سب سے بڑا دھچکا لگایا تھا۔ یہ ادھ موئے ہو گئے تھے۔ اگر ان کو ایک موقع نہ مل گیا ہوتا تو ان کا خاتمہ یقینی ہو جائے اور انسانیت کی جان ان سے چھوٹ جاتی۔ وہ موقع اسکاٹ لینڈ کے مخصوص حالات کی وجہ سے ان کو مل گیا۔ بچ جانے والا ٹمپلرز کا گروہ اپنی جان بچا کر سکاٹ لینڈ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ سکاٹ لینڈ کافی عرصے سے آزادی کی جنگ لڑ رہا تھا۔ ٹمپلرز کے آنے سے سکاٹ لینڈ کے بادشاہ وقت رابرٹ بروس کو ہتھیار مل گیا۔ یہ ہتھیار لڑنے اور قرضے دے کر دو سو سالہ جنگی تجربہ تھا جو انہوں نے مسلمانوں کی عظیم افواج کے خلاف لڑائی میں حاصل کیا۔ 1314ء میں رابرٹ بروس کی اتحادی فوجوں نے 25000 انگریز فوج کو شرمناک شکست سے دو چار کیا۔ اس شکست سے ''ٹمپلرز'' کی نئی زندگی نے جنم لیا۔ ٹمپلرز اپنے آپ کو پستیوں سے نکالنے میں کامیاب ہوئے اور اس مرتبہ زیادہ شان کے ساتھ اب وہ آزاد سکاٹ لینڈ کے بادشاہ کو کنٹرول کر رہے تھے۔ 1603ء میں کوئین الزبتھ اول کی موت کے بعد سکاٹ لینڈ کا بادشاہ جیمز پنجم برطانیہ کا بھی بادشاہ بن گیا۔ یعنی اس نئی وسیع ریاست کا نظام ٹمپلرز کے ہاتھ میں آ گیا۔

یوں پورے برطانیہ پر ان کا تسلط قائم ہو گیا۔ دودھ کا جلا چھاچھ پھونک کر پیتا ہے۔ ٹمپلرز کو نیا ٹھکانہ مل گیا تھا لیکن وہ انتہائی محتاط تھے۔ تقریباً سو سال تک ٹمپلرز بالکل پس پردہ چلے گئے۔ اپنے کام کم کر دیے تا کہ لوگ ان کو بھول جائیں مگر انہوں نے برطانیہ پر اپنی گرفت کم نہیں کی۔ بڑے بڑے عہدوں کے حصول میں سرگرم رہے۔ یہاں تک کہ ان کی طاقت میں بے پناہ اضافہ ہوتا

چلا گیا۔ 1717ء میں ٹمپلرز یورپ میں پھر سے ابھرتے ہیں۔ اس مرتبہ تعداد اور طاقت دونوں میں ہم پلہ ہیں۔ یہ نئی شناخت ان کی ماضی کی شہرت سے زیادہ طاقتور اور مؤثر ہے اور یہ شناخت ان کو برطانیہ کی بادشاہت دے رہی ہے۔ اپنے خفیہ ہتھکنڈوں پر پردہ ڈالنے کے لیے ضروری ہو گیا کہ وہ اپنے نام ''ٹمپلرز'' کو ختم کر دیں۔ اب جو نام انہوں نے اپنے آپ کو متعارف کرانے کے لیے رکھا وہ ''فری میسن'' تھا۔ ''FREEMASON'' اس لفظ کو بہت سے لوگ جانتے تھے مگر اس کا مفہوم کم لوگ جانتے تھے۔ ٹمپلرز کے نئے نام فری میسن گروپ کا برطانوی شاہی خاندان میں سے پہلا ممبر پرنس آف دی ویلز فریڈرک تھا۔ بعد میں آنے والوں میں پرنس فلپ، اڈنبرا کا ڈیوک اور ملکہ الزبتھ دوم برطانیہ شامل ہیں۔ برطانوی جمہوری حکمرانوں میں وزیر اعظم ونسٹن چرچل اور وزیر خارجہ جیمز بالفورڈ کا نام نمایاں ہے۔ برطانوی لارڈز کی ایک طویل فہرست ہے جو ''برادری'' کا رکن بن کر دجالی نفرت انگیز ریاست کے لیے دانستہ یا نادانستہ بنیاد رکھتے گئے۔

اجتماعی آبادی سے اجتماعی بربادی تک:

اس نئی شناخت اور گروہ میں شامل ہونے والے لوگ معاشرے کے سربرآوردہ لوگ تھے۔ معاشرے میں ان کی عزت اور مقام نے فری میسن کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا۔ اور وہ اس قابل ہوتے چلے گئے کہ ''یروشلم واپسی کے سفر'' کا پھر سے آغاز کریں اور مستقبل کی دنیا کے عظیم ترین سانحے ''تیسری جنگ عظیم'' کی بنیاد رکھ سکیں۔ برطانوی شاہی خاندان میں اثر و رسوخ حاصل کرنے، برطانوی جمہوری حکمرانوں کو بس میں کرنے اور یہودی سرمائے سے برطانوی مقروض ریاست کا بھرم رکھنے کے عوض قدیم ٹمپلرز اور جدید فری میسن نے یہود کی دجالی برادری کے لیے ''سلطنت عظمیٰ'' برطانیہ اور اس کے ''شاہی تاج'' کو بے دریغ استعمال کیا...... انگریز جنرل ایلن بی کے ہاتھوں فلسطین کو خلافتِ عثمانیہ سے چھیننے سے لے کر اسرائیل کے قیام کے اعلان تک برطانیہ کو استعمال کرنے کے حوالے سے فری میسن کی کامیابی کے دعوؤں کی طویل تاریخ ہے۔ یہودی زعماء ارضِ مقدس میں دجالی ریاست کے قیام کو اپنی سب سے بڑی کامیابی سمجھتے ہیں لیکن وہ

جیسے جیسے اس ریاست کو عظیم سے عظیم تر بنانے کا خواب پورا کر رہے ہیں ویسے ویسے وہ اپنے منطقی انجام کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ اسرائیل کی نوتعمیر شدہ بستیوں میں ان کی اجتماعی آبادی ان شاءاللہ ان کی اجتماعی بربادی پر ختم ہوگی۔ ان کی یہ بربادی صرف ''دجالی ریاست'' کا ہی اختتام نہ ہوگا بلکہ دنیا سے شر اور فساد کے مکمل خاتمے کی نوید بھی ہوگا۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس زمانے میں زندہ ہوں گے اور توفیقِ الٰہی سے ''عالمی دجالی ریاست'' کے منصوبے کو ناکام بناتے ہوئے ''عالمی اسلامی خلافت'' قائم کریں گے۔ ایسی خلافت جو کائنات میں بسنے والے ہر ذی روح کے لیے سایۂ رحمت ہوگی۔

رحمانی خلافت سے دجالی ریاست تک

برادر اسلامی ملک ''ترکی'' دنیا کا وہ ملک ہے جو دنیا کے دو مشہور براعظموں کے سنگم پر واقع ہے۔ یہ دونوں براعظم رنگ ونسل کے اعتبار سے ہی نہیں، مذہب ونظریے کے اعتبار سے بھی ایک دوسرے کے متضاد اور باہمی تاریخی جدلیت کے حامل رہے ہیں۔ اس کا جغرافیائی محل وقوع ایسا ہے کہ یہاں سے عیسائیت کے گہوارے ''براعظم یورپ'' میں داخلے کا راستہ کھلتا ہے۔ اس راستے کے نکڑ پر عیسائیت کا روحانی مرکز اور مضبوط عسکری قلعہ قسطنطنیہ تھا۔ اس لیے اس کے فاتحین کے لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عظیم بشارتیں سنائی تھیں۔ اس شہر کی فتح کا واقعہ جتنا عظیم الشان تھا، اس کے سقوط اور خلافت عثمانیہ کے انہدام کا حادثہ اتنا ہی دلدوز اور اندوہناک تھا۔ 1288ء کے ایک مبارک دن میں یہاں رحمانی ریاست خلافت عثمانیہ کی بنیاد پڑی تھی اور 1924ء کے ایک نامبارک دن میں خلافت کے سقوط اور دجالی ریاست کے راستے میں حائل رکاوٹ کے خاتمے کا اعلان ہوا۔ آیئے! اس آغاز اور اختتام، اس تضاد اور تقابل پر ایک نظر ڈالتے ہیں کہ مستقبل قریب میں پھر یہی کہانی معکوس انداز میں کردار کے اختلاف کے ساتھ دہرائی جانے والی ہے۔

موجودہ جمہوریہ، خلافت عثمانیہ (1288ء۔1924ء) کی جانشین ریاست ہے۔ خلافت عثمانیہ اس روئے زمین پر آخری خلافت تھی۔ اس کے سقوط سے اس زمین پر الٰہی ریاست اور الٰہی نظام والی مملکت کا اختتام ہوا اور دجالی ریاست کے قیام کا آغاز ہوا۔ یہ آغاز تکمیل سے پہلے ان شاء اللہ اختتام کو پہنچے گا اور پھر اللہ کے حکم سے اللہ کے مقرب بندے پوری دنیا میں عالمی الٰہی خلافت قائم کریں گے جو صحیح معنوں میں رحمانی ریاست ہوگی۔ خلافت عثمانیہ، خلافت راشدہ (232ء

661ء)، خلافت بنو امیہ مشرق (661ء۔ 750ء) خلافت بنو امیہ مغرب (756ء۔ 1492ء) اور خلافت عباسیہ (750ء۔ 1285ء) کے بعد قائم ہوئی تھی۔ خلافت عثمانیہ کو یہ منفرد اعزاز ملا کہ اس نے 1453ء میں قسطنطنیہ (سلطنت روم کا دارالحکومت اور عیسائیت کا دل) کو فتح کیا اور اسلامی سلطنت کی سرحدیں یورپ کے اہم علاقوں تک پھیلا دیں۔ سلطنت عثمانیہ کے عروج کے زمانے میں اس میں موجودہ ترکی کے علاوہ افریقہ کے بعض علاقے (مصر، طرابلس)، جزیرہ نمائے عرب یعنی حرمین وحجاز، یورپ میں سے آسٹریا اور ہنگری تک کے علاقے اور علاقہ بلقان کا بیشتر حصہ (سربیا، کروشیا، بوسنیا ہرزیگوینا، مقدونیہ، مونٹی نیگرو، البانیہ، بلغاریہ، رومانیہ اور یونان) شامل تھا۔ گویا وہ تین براعظموں ایشیا، افریقہ اور یورپ کے اہم خطوں پر بیک وقت حکمران تھی۔ اس کمال کے بعد زوال نے شامت اعمال کے نام سے ہماری راہ دیکھ لی۔ اب ہم زوال کی آخری حد سے گزر رہے ہیں اور جب اپنے آنسوؤں اور خون سے اپنے گناہوں کو دھو ڈالیں گے تو ان شاء اللہ دوبارہ عروج ہمارا مقدر ہوگا اور وہ ایسا تابناک ہوگا کہ تاریخ انسانی نے اس کی مثال نہ دیکھی ہوگی۔

یورپی ممالک اس عظیم اسلامی سلطنت کو کیسے برداشت کر سکتے تھے جو ان کے قلب میں ہلال والا پرچم بلند کیے ہوئے تھی؟ ان کی ہمدردیاں بلقان کے عیسائیوں کے ساتھ تھیں اور وہ انہیں ترکوں کے خلاف بغاوت پر اکساتے رہتے تھے۔ یورپ نے یہاں لسانیت اور قومیت کا آزمودہ ہتھیار استعمال کیا۔ دانشوروں اور شاعروں نے پہلے یونانیوں کو ان کے ماضی کی یاد دلا کر انہیں ترکوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ یہیں سے "مشرقی مسئلہ" (Eastern Question) پیدا ہوا اور یورپی ممالک کی مداخلت سے یونان مارچ 1829ء میں آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یونان کے بعد دوسری یورپی ریاستیں بھی آزادی کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگیں۔ ساتھ ساتھ سلطنت عثمانیہ کے خلاف یورپی طاقتوں اور صہیونی منصوبہ سازوں کی مسلسل ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں کئی دوسرے افریقی اور یورپی علاقے ترکوں کے قبضے سے نکلنے لگے۔ 1830ء میں

فرانس نے الجزائر پر اور 1882ء میں برطانیہ نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ اٹلی نے 1911ء میں طرابلس (موجودہ لیبیا) کا علاقہ چھین لیا۔ اس کے بعد مغربی مؤرخین نے ترکی کا حوصلہ پست کرنے کے لیے ''مرد بیمار'' کی اصطلاح ایجاد کر لی۔ اس زمانے میں سلطنت عثمانیہ کی اندرونی حالت بڑی نازک تھی۔ فری میسن ہر طرف سرگرم تھے۔ قدامت پسند اور ترقی پسند سیاست دان ایک دوسرے سے دست و گریباں تھے۔ اپریل 1909ء میں فری میسن کے تیار کردہ ترقی پسند گروہ (باغی گروہ) نے سلطان عبدالحمید کو تخت و تاج سے معزول کر کے سلطان محمد خامس کو تخت خلافت پر بٹھا دیا۔ اس کی پوزیشن ''شاہ شطرنج'' سے زیادہ نہ تھی۔

اکتوبر 1912ء میں روس کے اکسانے پر بلقانی ریاستوں نے ترکی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس جنگ میں ترکی کو بے پناہ جانی اور مالی نقصان ہوا۔ اس کے متعدد علاقوں پر عیسائیوں نے قبضہ جما کر لوٹ مار اور قتل عام کا بازار گرم کر دیا۔ 30 مئی 1913ء کو لندن میں فریقین کے درمیان صلح ہو گئی، لیکن اس صلح نامے کی رو سے سلطنت عثمانیہ اپنے کئی علاقوں اور جزیروں کی ملکیت سے دستبردار ہو گئی۔

28 جولائی 1914ء کو پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی۔ ترکی، جرمنی، آسٹریا، ہنگری اور بلغاریہ کا حلیف بن گیا۔ دوسری طرف برطانیہ، فرانس، روس، جاپان اور امریکا تھے۔ ترکی کو امید تھی کہ فتح کے بعد جرمن حکومت روسی ترکستان، مصر، لیبیا، تیونس اور الجزائر کو اتحادی طاقتوں سے چھین کر ترکی کے حوالے کر دے گی۔ اسے یہ بھی توقع تھی کہ مغربی مقبوضات کے مسلمان ترکی کے حق میں بغاوت کر دیں گے اور سلطنت کے عرب مسلمان ترکوں سے پورا پورا تعاون کریں گے لیکن ترکی کی یہ خواہشیں پوری نہ ہوئیں۔ جنگ شروع ہوتے ہی مشہور انگریز شاطر کرنل لارنس حجاز مقدس (سعودی عرب) پہنچ گیا اور حسین (شریفِ مکہ) اور اس کے بیٹوں امیر فیصل اور امیر عبداللہ کو ترکوں کے خلاف بغاوت پر اکسانے لگا۔ برطانوی حکومت نے ''شریفِ مکہ'' سے وعدہ کیا کہ ترکی میں خلافت کے خاتمے کے بعد اسے خلیفہ تسلیم کر لے گی اور اس کے فرزند فیصل کو شام کا اور عبداللہ کو

فلسطین واردن کا بادشاہ بنا دے گی جبکہ انگریز نے کسی کو خلیفہ تسلیم کرنا تھا نہ خلافت کے ادارے کو باقی چھوڑنا تھا۔ اسے تو اسلام کی سربلندی کی ہر علامت سے دشمنی تھی۔ ایک انگریز مصنفہ نے اپنی کتاب ''جزیرۃ العرب'' میں صاف صاف لفظوں میں لکھا ہے:

''برطانیہ اور اسلام دونوں اس دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتے''۔

اس کا کہنا تھا: ''دو قوتیں دنیا میں برتری کے لیے کوشاں ہیں: ایک انگریز اور دوسری مسلمان۔ دو زبانیں دنیا میں چھانا چاہتی ہیں: انگریزی اور عربی اور ان دو میں سے ایک کو فنا ہونا چاہیے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی کی ترویج کتنی ضروری اور اس کے ذریعے اسلامیت کی تبلیغ کتنی مفید ہے۔

اس نے لکھا تھا: ''جب تک اسلام کی مرکزیت نہ ختم ہو اور جزیرۃ العرب اس کی مرکزیت سے علیحدہ کر کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دیا جائے اسلام کی طاقت کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔''

اس نے بعد میں دنیا کو یہ بھی بتایا تھا: ''انگریز کیمیاوی طریقوں سے اپنے چہرے گندمی رنگ میں رنگ کر خلافت کے زیرِ انتظام علاقے کی حدود میں وہاں کے مدرسوں اور مکانوں میں رہتے تھے تاکہ عربوں کی کمزوریوں کو معلوم کر سکیں اور ان کو ترکوں کے خلاف اکسا سکیں۔ عرصہ کی مشقت، ریاضت اور قربانی کا نتیجہ تھا کہ مشہور فری میسن ایجنٹ کرنل لارنس کو وہ مواد ملا کہ جس سے وہ عربی لباس پہن کر جنگ عظیم اوّل (19-1914) کے دوران عربوں سے ترکوں کو قتل کراتا تھا اور ہر ترک کے قتل پر انعام مقرر کر رکھا تھا۔ خود کرنل لارنس نے جو تکالیف برداشت کیں اور جس طرح جان پر کھیل کر یہ تماشا کیا وہ ایک عجیب داستان ہے۔''

وسط جون 1916ء میں عرب مسلمانوں نے نادانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حسین (شریفِ مکہ) کی سربراہی میں اپنے اقتدارِ اعلیٰ اور خلیفہ کے خلاف بغاوت کر دی اور انگریزوں کی مدد سے حجاز مقدس میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ برطانیہ کی یہ حکمت عملی دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ سبق

آموز بھی ہے جس کے ذریعے اس نے مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا۔ اس بغاوت سے قبل جنگ عظیم میں ترکوں نے جس جانبازی و جواں مردی کا ثبوت دیا تھا وہ ان کی شجاعانہ کارروائیوں میں بھی عدیم المثال ہے، لیکن عربوں کی ناسمجھی اور فری میسن کے ہاتھوں بغاوت سے ترکوں کو شکست در شکست کا سامنا کرنا پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام عرب علاقے عراق، مصر، شام، اردن اور فلسطین اتحادیوں کے زیر تسلط آ گئے۔ 30 اکتوبر 1918ء کو مڈلاس کے مقام پر التوائے جنگ کے سلسلے میں بات چیت کا آغاز ہوا۔ بالآخر 14 مئی 1920ء کو ترکی کے ساتھ نام نہاد صلح کی یکطرفہ شرائط ''معاہدہ سیورے'' کے نام سے مشتہر کر دی گئیں۔

اس جانبدارانہ صلح نامے کی رو سے ترکی کو تمام عرب علاقوں سے محروم کر دیا گیا۔ حجاز مقدس میں شریفِ مکہ کی خود مختار حکومت کو تسلیم کر لیا گیا۔ درّہ دانیال اور تمام دیگر اہم درّے بین الاقوامی کنٹرول میں دے دیے گئے۔ مختصر یہ کہ اتحادیوں نے ترکوں کی قومی آزادی کو ختم کرنے کا تہیہ کر لیا اور ترکی اتنا بے بس تھا کہ اس نے 10 اگست 1920ء کو اس معاہدے کی توثیق کر دی۔ دجالی قوتوں کو خطرہ تھا کہ عیسائیت کے دل میں خلافت قائم کرنے والی اس ریاست کے آثار قدیمہ میں بھی اتنا دم خم ہے کہ یہ پھر سے نشاۃ ثانیہ کی تحریک شروع کر سکتی ہے۔ اس کے سد باب کے لیے فوج کو جمہوریت کا نگران بنایا گیا۔

معاصر دنیا میں ترکی کے سیاسی نظام کی یہ ایک منفرد خصوصیت ہے کہ اس میں سیاسی انتشار اور جمہوری ہنگاموں پر قابو پانے کے لیے مسلح افواج کو مستقل طور پر آئینی کردار دیا گیا ہے۔ ترکی کی فوج نہ صرف ملکی سلامت و سالمیت کی ضامن، بلکہ کمال اتاترک کی نام نہاد اصلاحات اور مسخ شدہ تہذیبی ورثے کی بھی محافظ ہے۔ چنانچہ فوج کی پیشہ ورانہ تربیت مخصوص غیر مذہبی (سیکولر) ماحول میں کی جاتی ہے جس کے نتیجے میں فوج کا مجموعی مزاج سیکولر ہو گیا ہے اور وہ اتاترک کی مغربی طرز کی اصلاحات کو حقیقی روح کے مطابق نافذ کرنے کے لیے کوشاں رہتی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے فوج کو 1960ء اور 1980ء میں سول حکومت کو برطرف کرنا پڑا۔ علاوہ ازیں 1961ء

اور 1982ء کے آئین کے تحت قومی سلامتی کونسل کی تشکیل بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔فوجی سروس کو قومی خدمت قرار دے کر ہر ترک شہری پر 18 ماہ کے عرصے پر محیط لازمی فوجی تربیت کی پابندی لگائی گئی ہے۔اس طرح ہر شہری کچھ عرصہ فوج سے منسلک رہتا ہے۔اس اقدام کا مقصد یہ ہے کہ ہر ترکی شہری سیکولر مزاج اپنائے اور سیکولر نظام کی محافظ فوج سے زندگی بھر ہم آہنگ رہے۔

ترکی کے سیاسی نظام میں فوج کا آئینی کردار متعین کرنے سے سول معاملات میں فوج کا اثر ورسوخ بہت بڑھ گیا ہے۔اس سے ایک طرف فوج کی پیشہ ورانہ کارکردگی متاثر ہوئی ہے تو دوسری طرف فوج کا سیکولر مزاج عوامی خواہشات کے سامنے رکاوٹ بن گیا ہے۔اب یہ فوج پر منحصر ہے کہ وہ جس کی چاہے اُس کی حمایت کرے، خواہ عوام اسے پسند کریں یا نہ کریں۔ترکی کے سیاسی نظام میں فوج کا آئینی کردار فری میسن سے ذہن لینے والے فوجی حکمرانوں کے ذہن ہی کی اختراع ہے۔ترکی میں اسے بدنام زمانہ فری میسن جنرل جمال گرسل نے متعارف کرایا تھا۔ترکی میں فوج کے آئینی کردار کے تعین کے بعد فوج کو اب مارشل لا لگانے کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ وہ خود ہی ''بادشاہ گر'' بن گئی ہے اور وہ لازمی طور پر عثمانی سلاطین کی جگہ لینے کے لیے ایسے بادشاہوں کا انتخاب کرتی ہے جو کسی حالت میں ترکی کو جو دنیا کے اہم ترین جغرافیائی خطے میں واقع ہے، اسلام کی طرف اللہ اور اس کے دین کی طرف یعنی رحمانی ریاست والے نظام کی طرف نہ جانے دے۔یہ سارا کارنامہ انجام دینے کے لیے صہیونی طاقتوں نے ترکوں کے جس بدترین دشمن کا انتخاب کیا اسے ''اتاترک'' (ترکوں کا باپ) کا لقب دیا جبکہ وہ قوم یہود کا ادنیٰ غلام تھا۔جی ہاں! وہ کوئی اور نہیں، فری میسن کا تراشا ہوا فن پارہ مصطفیٰ کمال تھا۔

مصطفیٰ کمال کا والد سالونیکا (یورپی ترکی) میں ''چنگی'' کا محرر تھا۔بعدازاں لکڑی کا کاروبار کرنے لگا۔مصطفیٰ کمال ابھی کمسن ہی تھا کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔والدہ بہت دین دار لیکن نہایت غریب خاتون تھیں۔اس نے مصطفیٰ کمال کو ایک دینی مدرسے میں داخل کرادیا لیکن مصطفیٰ کمال کو بچپن ہی سے فوجی افسر بننے کا شوق تھا۔چنانچہ چند برسوں بعد وہ خود ایک ملٹری اسکول میں

داخل ہوگیا۔ اسکول کی تعلیم کرنے کے بعد قسطنطنیہ (استنبول) کے ملٹری کالج میں چلا گیا اور 1904ء میں کالج سے لیفٹیننٹ بن کر نکلا۔ فوجی ملازمت کے سلسلے میں اس کو شام، فلسطین، مصر اور البانیہ وغیرہ میں گھومنے پھرنے کا موقع ملا۔ یہاں وہ برادری کے ''بگ ماسٹرز'' کی نظر میں آگیا۔ چنانچہ اس کے ''انجمن اتحاد و ترقی'' کے انقلاب پسند ممبروں سے تعلقات قائم ہوگئے۔ یہ انجمن جیسا کہ نام سے ظاہر ہے صہیونی دماغوں نے تخلیق کی تھی۔ نوجوان اور تعلیم یافتہ ترکوں نے سلطان عبدالحمید خان ثانی سے نجات حاصل کرنے کے لیے قائم کر رکھی تھی۔ اپریل 1909ء میں ترکی فوج نے علم بغاوت بلند کیا اور معمولی کشمکش کے بعد سلطان کو تخت سے اتار دیا گیا۔

مصطفیٰ کمال نے اقتدار میں آتے ہی ترکی کو ''ترقی پسند'' ملک بنانے کے لیے ہر شعبہ زندگی میں مغربی طرز کی جدید اصلاحات رائج کیں۔ اس شخص نے چھ برسوں کے مختصر عرصے میں فری میسن دانش وروں کی مدد سے ترکی کے سماجی، قانونی، تعلیمی اور سیاسی نظام کو مکمل طور پر بدل دیا۔ اتاترک کی اصلاحات کی بنیاد اس کے درج ذیل چھ طاغوتی اصول تھے جن میں سے ہر ایک اصطلاح پکار پکار کر اپنے وضع کرنے والے دماغوں کی نشان دہی کر رہی ہے کہ وہ کون تھے اور کیا کرنا چاہتے تھے؟ وہ چھ پُرفریب اصول یہ تھے:

١-جمہوریت پسندی	Republicanism
٢-قوم پرستی	Nationalism
٣-عوامیت پسندی	Populism
٤-لادینیت	Secularism
٥-اصلاح پرستی	Reformism
٦-مملکتی اشتراکیت	Etatisme (Fr) Statism

یہودی گماشتے مصطفیٰ کمال نے ترکی کو یہودی سپنوں کے مطابق مغربیت کے رنگ میں رنگنے، رحمانی نظام کے خاتمے اور دجالی نظام کی سربلندی کے لیے 4 مارچ 1924ء کو خلافت کا

بابرکت عہدہ، جو مسلمانوں کے لیے ٹھنڈا سایہ اور رحمت کا سائبان تھا، ختم کر دیا۔ اس کے ایک ماہ بعد قومی اسمبلی نے دیوانی معاملات میں شرعی عدالتوں کے اختیارات کو کلیتاً ختم کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی وزارت اوقاف اور مذہبی تعلیمی درسگاہوں کو ختم کر دیا۔ علماء اور طلباء کو منتشر کرتے ہوئے مدرسوں اور خانقاہوں کو بند کر دیا گیا۔ شیخ الاسلام کا عہدہ پہلے ہی 1922ء میں ختم کیا جا چکا تھا۔ مذہبی معاملات سے نپٹنے کے لیے اختیارات سے محروم اور اسلامی روح سے عاری ''مذہبی امور کا بورڈ'' اور ''متروکہ عمارات کا بورڈ'' قائم کیا گیا۔ 24 اپریل 1924ء کو ترکی کا نیا آئین منظور کیا گیا۔ آئین کی دفعہ 2 کے تحت ترکی کو ایک نیشنلسٹ ری پبلک، سیکولر اور سوشل ریاست قرار دیا گیا اور اقتدار اعلیٰ (Sovereignty) کا سرچشمہ ترک قوم کو مانا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے مقابلے میں اس انسان کو حاکمیت کا اختیار دیا گیا جو دوسرے انسانوں کے ہاتھوں میں کھیلتے ہوئے یہ تک نہیں سمجھتا کہ وہ کھلاڑی نہیں کھلونا ہے۔

ترکی میں سیکولر طرز زندگی کو فروغ دینے کے لیے شرعی قوانین کی جگہ یورپ کے نظام ہائے قانون کو اپنایا گیا۔ سوئٹزر لینڈ کے نمونے پر سول ضابطہ قوانین، اطالوی نمونے پر فوجداری ضابطہ قوانین اور جرمن نمونے پر تجارتی قوانین رائج کیے گئے۔ ''مذہبی اصلاحات'' کا نام نہاد عنوان دے کر صوفیائے کرام کے حلقوں اور ان کی خانقاہوں پر پابندی لگا دی گئی۔ رومی اور ہجری کیلنڈر کی جگہ عیسوی کیلنڈر رائج کیا گیا۔ پردے اور تعدد ازدواج (ایک سے زیادہ شادیوں) کو قانوناً ممنوع قرار دیا گیا۔ عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دیے گئے جو محض خیالی اور فرضی تھے۔ ان پر تمام ملازمتوں کے دروازے کھول دیے گئے، صرف گھر کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ 1934ء میں ایک آئینی ترمیم کے ذریعے عورتوں کو رائے دہی کا حق دیا گیا اور اس کے فوراً بعد بہت سی عورتیں اسمبلی کی ممبر منتخب ہوئیں۔

ترک قوم پرستی (ترکیت) کے جذبے کو ابھارنے کے لیے بھی متعدد اقدامات کیے گئے۔ مثلاً ترکی زبان سے عربی اور فارسی کے حروف کو خارج کر دیا گیا اور اس کے لیے عربی رسم الخط کے

بجائے لاطینی رسم الخط اختیار کیا گیا۔ حکومت نے ترک زبان کو ترقی دینے کے لیے زبردست تحریک چلائی اور اس کی ترقی و ترویج کا نیا دور شروع ہوا۔ مسجدوں اور دیگر مذہبی اداروں میں عربی زبان کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا حتیٰ کہ اذان، نماز اور قرآن کی تلاوت کے لیے بھی عربی زبان کا استعمال ناجائز ٹھہرایا گیا۔ ان جغرافیائی ناموں کو جن سے بیرونی الفاظ کی بُو (یا خوشبو) آتی تھی، خالص ترکی ناموں سے تبدیل کر دیا گیا۔ قسطنطنیہ کا نام استنبول رکھا گیا، ایڈریانوپل کو ''ادانہ'' اور سمرنا کو ازمیر میں تبدیل کیا گیا۔ لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے نام خالص ترکی میں رکھیں۔ چنانچہ عصمت پاشا نے عصمت انونو اور مصطفیٰ کمال پاشا نے مصطفیٰ کمال کا نام اختیار کیا۔ غازی، پاشا اور ''بے'' کے پرانے خطابات جو دورِ خلافت کی یادگار تھے، ختم کر دیے گئے۔ استنبول کے بجائے انقرہ کو دارالحکومت قرار دیا گیا۔ نئے دارالحکومت میں جدید طرز کی عمارتیں تعمیر کی گئیں اور شہر کے نئے حصے میں کوئی مسجد تعمیر نہیں ہونے دی گئی۔ یورپی قوموں کو اندھی تقلید میں ملک بھر میں شبینہ کلبوں، تھیٹروں اور ناچ گھروں کا جال بچھا دیا گیا۔ اس طرح اسلامی معاشرے کی جگہ دجالی معاشرے نے لے لی۔ جو قوم دنیا کے مضبوط ترین نظریے کی ترجمان اور عالمِ اسلام کی نمائندہ تھی وہ قومیت کے نام پر ایسی پستی میں چلی گئی کہ خود اسے بھی شعور نہیں کہ اس سے کیا چھین کر کیا تھما دیا گیا ہے۔ پوری اسلامی دنیا ترکوں کو اپنا قائد اور محبوب مانتی تھی، اسلامی اخوت کی جگہ قومیت کے چکر میں پڑتے ہی ترکی دنیا کی نظروں سے گر گیا۔ پوری دنیا کے مسلمان ترکوں کے ساتھ جینے اور ان کے ساتھ مرنے پر فخر کرتے تھے۔ خلافت کی جگہ جمہوریت کے آتے ہی ترکوں سے یہ اعزاز جاتا رہا۔ ہمارے ہاں بھی ''اسلامیت'' کی جگہ پاکستانیت لے رہی ہے، جبکہ جن لوگوں نے یہ نعرہ (سب سے پہلے پاکستان) لگایا تھا، خود ان میں پاکستانیت نام کی کوئی چیز نہ کبھی تھی اور نہ آج ہے۔

ایک انگریز مدبر اور سیاست دان گلیڈ اسٹون (Gladstone) نے قوم پرستی میں مبتلا ترک قوم کی حالت زار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اس ملک یا قوم کی سیاہ بختی کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا جو ایک دم اپنے ماضی کی روایات سے اپنا تعلق منقطع کر لے۔''

ترکی، ایران اور افغانستان اسی غلطی کا شکار ہوئے۔ مصر نے بھی یورپ کی اندھی تقلید کرتے ہوئے مصری قومیت کا نعرہ لگایا مگر ہر حالت میں ان اسلامی ممالک کو خوفناک نتائج بھگتنے پڑے۔ ترقی کا راز لباس میں نہیں ہوتا۔ پانچ کلیوں والی ٹوپی کی جگہ انگریزی ہیٹ سر پر رکھ لینے سے انگریز کی چستی، فرض شناسی اور حب الوطنی کی صفات راسخ نہیں ہوجاتیں۔ ترقی کا راز پاکیزہ اخلاق، فوجی تربیت اور کسی متحرک نظریہ کو اپنانے میں ہوتا ہے۔ اس راز کو اپنی بصیرت کے فقدان کے باعث امان اللہ خان، رضا شاہ پہلوی اور مصطفیٰ کمال نہ سمجھ سکے۔

اسلام چونکہ غالب رہنے کے لیے آیا ہے، اس لیے عالمی صہیونیت جو اسلامی خلافت کی جگہ اسرائیلی ریاست کو برتر دیکھنا چاہتی ہے، کی تمام تر کوششوں کے باوجود ترکی میں اسلام کی طرف رجوع کی تحریک علماء اور صوفیا کی زیر سرپرستی چل رہی ہے اور جب آخری دنوں میں آخری معرکے کا ایک اہم راؤنڈ ایشیا یورپ کے اس سنگم یعنی ارضِ اسلام اور ارضِ عیسائیت کے اس ملاپی نکتے میں لڑا جائے گا تو ترکی کے مسلمان ان شاء اللہ کالے جھنڈے والوں کے ساتھ ہوں گے۔ وہ اس خطے میں عیسائی اتحادیوں کو قلت تعداد کے باوجود حیرت انگیز اور زبردست شکست دیں گے اور جب عیسائی ادھ موئے ہوچکے ہوں گے تو ابلیس کے بعد بدی کا سب سے بڑا علمبردار ''دجالِ اکبر'' عیسائیوں کو شکست خوردہ اور مسلمانوں کو تھکا ماندہ دیکھ کر خروج کرے گا۔ یہ وہ لمحہ ہوگا جب دجالی کارندوں اور رحمانی مجاہدین کے درمیان فیصلہ کن معرکے کا آغاز ہوجائے گا۔ اہلِ حق قلیل تعداد، قلیل وسائل اور بے شمار آزمائشوں کے باوجود استقامت سے ڈٹے رہیں گے۔ ان کے مجاہدے وجہاد کی برکت اور اللہ کے فضل سے طاغوتی قوتوں کے منصوبوں میں پلتا دجالی ریاست کا خواب ایسا چکنا چور ہوگا کہ ابلیس کے ماننے والوں اور اس کی مدد سے دنیا میں شیطانی نظام قائم کرنے والوں کے دماغ سے دنیا پر حکومت کا خیال نکل جائے گا اور متقی مجاہدین کی قربانیوں کے جلو سے رحمانی ریاست کا وہ چمکتا دمکتا سورج برآمد ہوگا جس سے پھوٹنے والی امن اور خوشحالی کی کرنیں پوری دنیا کو روشن کردیں گی۔ ان شاء اللہ العزیز!

عالمی دجالی ریاست کا خاکہ

(پہلی قسط)

ڈاکٹر "جون کولمین" (پیدائش 1935ء) برطانیہ کی مشہور انٹیلی جنس ایجنسی "ایم سکس" کے سابق آفیسر ہیں۔ وہ طویل عرصے تک دنیا کے نمایاں ترین خفیہ اداروں میں شمار ہونے والی اس سیکرٹ سروس کے اعلیٰ عہدیدار رہے۔ خود کو تفویض کیے جانے والی خدمات کی ادائی کے دوران انہوں نے محسوس کیا کہ اکثر عالمی معاملات کا پس منظر وہ نہیں جو کہ ارض کے اکثر باشندے سمجھتے ہیں۔ خود برطانیہ جو عالمی برادری کا اہم رکن سمجھا جاتا ہے، کے اہم معاملات کوئی نادیدہ قوت کنٹرول کرتی ہے جو برطانوی عوام یا عیسائی دنیا کے مفادات کے بجائے کچھ اور نہ ذکر کیے جانے والے مقاصد میں دلچسپی رکھتی ہے۔ انہیں یہ چیز چونکاتی اور متجب کرتی رہی۔ اس نادیدہ قوت سے متعارف ہونے اور اس کا سراغ لگانے کی خواہش نے انہیں اتنا بے چین کردیا کہ انہوں نے معاملات کو کھوجی نظروں سے دیکھنے اور تنقیدی نگاہ سے کریدنے کی عادت بنالی۔ انہیں محسوس ہوا کہ دنیا میں کچھ سازشی عناصر ایسے ہیں جو کسی قومی، علاقائی یا بین الاقوامی حدود کو خاطر میں نہیں لاتے۔ جو اتنے طاقتور ہیں کہ تمام ملکوں کے قوانین سے بالاتر ہیں اور سیاست کے علاوہ تجارت، صنعت، بینکاری، انشورنس، معدنیات حتیٰ کہ منشیات کے کاروبار تک پر کنٹرول رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی "برادری کے بڑوں" کے علاوہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہیں۔ اس برادری کے "دانا بزرگ" (بگ برادرز یا گریٹ ماسٹرز) خود تو عالمی واقعات پر گرفت رکھتے ہیں لیکن سوائے چند لوگوں کے ان کے وجود سے کوئی باخبر نہیں۔ یہ خفیہ نگران، عالمی اداروں، گورنمنٹ ایجنسیوں اور بہت ساری تحریکوں اور تنظیموں کے ذریعے...... جو انہوں نے پروان چڑھائی ہیں...... دنیا پر خاص

قسم کے دستور کی حکمرانی کے خواہاں ہیں۔ اس کے لیے وہ فریب دینے یا جبر کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ان کے لیے کوئی مذہبی یا اخلاقی قدر، کوئی قانونی روایت یا کوئی انسانی اُصول...... غرض کہ کوئی چیز رکاوٹ نہیں۔ ترقی یافتہ ممالک ہوں یا پسماندہ دنیا، سب ان کے لیے مسخر ہیں۔ سب میں ان کے ایجنٹ زندگی کے اہم شعبوں میں موجود ہیں یا موجود کر لیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر کولمین نے ان سہولتوں کے سبب جو انہیں ایک عالمی سطح کی انٹیلی جنس ایجنسی کا اعلیٰ عہدیدار ہونے کی حیثیت سے حاصل تھیں، نیز اپنے فطری تجسس سے مجبور ہو کر وہ معاملات کو کسی اور رخ سے دیکھنے لگے۔ وہ رُخ جو عام لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ رفتہ رفتہ وہ جس نتیجے تک پہنچے اس کو دنیا تک...... بالخصوص مغربی دنیا تک...... پہنچانے کو انہوں نے اپنا فرض سمجھا۔ اس احساسِ ذمہ داری نے ان سے کئی کتابیں تصنیف کروائیں جو پوری دنیا کے لیے چشم کشا بھی ہیں اور معلومات افزا بھی۔ ڈاکٹر کولمین کا مقصد ان کتابوں سے جو بھی رہا ہو لیکن ان کی تحریروں سے حقیقت کی گرہ کشائی اور مشکلات کے حل تک رسائی میں بہرحال مدد لی جا سکتی ہے۔ یہ تصنیفات تحقیق و جستجو کا شاہکار اور محتاط اندازوں کی بنیاد پر مرتب کی گئی معلومات کا ذخیرہ ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

(1) The Committee of 300 (دی کمیٹی آف 300) (2) Beyond The Conspiracy (بے یونڈ دی کانسپریسی) (3) The Club of Rome (دی کلب آف روم) (4) What you should know about the United States Constitution and the Bill of Rights (آپ کو امریکی قرارداد کے بارے میں کیوں جاننا چاہیے؟) (5) Illumination in America (الیومینیشن اِن امریکا) (6) Diplomacy by Deception (ڈپلومیسی بائی ڈیسیپشن) (7) One World Order (ون ورلڈ آرڈر) (8) Nuclear Power: anathema to the New World Order (نیوکلیئر پاور: آنتھیمن ٹو دی نیو ورلڈ آرڈر) (9) Tavistock Institute of

The (10) (ٹیوسٹاک انسٹیٹیوٹ آف ہیومن ریلیشن) Human Relations
We Fight For Oil (11) (دی روتھ چائیلڈ ڈینیسٹی) Rothschild Dynasty
(وی فائٹ فار آئل)

ان کتابوں کے ذریعے انہوں نے مغرب کو.... بالخصوص امریکا و برطانیہ کے باشندوں کو...... بتایا کہ ایک خفیہ گروپ ہماری زندگی کے مختلف شعبوں پر حاوی ہے اور اپنی مرضی سے ہمارے معاملات کی ڈور ہلا رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ''اگرچہ کسی نظر نہ آنے والی قوت کا ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر قابو پانا ہماری سمجھ سے باہر ہے اور ہم میں سے اکثریت کے لیے ایسے کسی گروپ کا وجود ناممکن لگتا ہے...... لیکن یہ ایک حقیقت ہے اور اگر آپ کا بھی یہی خیال ہے تو آپ بھی اس اکثریت میں داخل ہیں۔'' اکثر امریکی یہ کہتے ہیں اور ایسا کہنے میں وہ خود کو حق بجانب سمجھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ ہمارے اصول اور قوانین، ہماری تہذیب اور دستور اس کی اجازت نہیں دیتے۔ ہماری ترقی یافتہ تہذیب کو کوئی ہائی جیک نہیں کرسکتا۔ ڈاکٹر کولمین کہتے ہیں: ''لیکن...... ایسا ہو رہا ہے۔ آپ کے اُصولوں کو پامال کر کے ایسا ہو رہا ہے۔''

ڈاکٹر کولمین کی کتاب ''Conspirators Hibrarchy'' 1992ء میں شائع ہوئی۔ یہ کئی برسوں کی تحقیق کا نتیجہ تھی۔ اس میں مستقبل کی دنیا کا جو نقشہ کھینچا گیا تھا، اس میں سے بہت مناظر سامنے آچکے ہیں اور ''منتخب جمہوری حکومتوں'' کی طرف سے قانونی طور پر ''تعلیم یافتہ جدید دنیا'' کے باسیوں پر مسلط کیے جاچکے ہیں۔ بہت سے ابھی زیرِ تشکیل ہیں اور اخلاقی اقدار، انسانی ہمدردی اور صحت عامہ کے نقاب میں نمودار ہونے والے ہیں۔ ڈاکٹر جان کولمین نے کرۂ ارض پر آنے والے دنوں میں جس مقتدر عالمی حکومت کا نقشہ کھینچا ہے، اس کے متعلق انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اس کا ''سربراہِ اعظم'' کون ہوگا؟ نیز اس کے دستور کی بنیاد کیا ہوگی؟ اس حکومت کو کس نظریے کے حامل لوگ چلائیں گے؟ اس پہلو پر انہوں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ انہوں نے گردوپیش کا مشاہدہ کر کے دور اندیشی پر مشتمل اپنی معلومات اور اندازے بیان کیے ہیں...... لیکن

انہوں نے وحی کی رہنمائی سے مدد نہیں لی، لہٰذا وہ حقائق و واقعات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے۔ جبکہ یہ بات یقینی ہے کہ اس ''عالمی ریاست'' کا سربراہِ اعظم، ملعونِ اکبر، دجالِ اعظم ہوگا اور یہ ریاست یہود کی قائم کردہ ''عالمی دجالی ریاست'' ہوگی۔ ہم اس دعوے کی وضاحت کے لیے یہاں تین چیزیں بیان کریں گے جس سے ان شاء اللہ وہ کمی پوری ہو جائے گی جو ڈاکٹر کولمین کی وقیع کاوشوں کے باوجود باقی ہے اور انصاف پسند دنیا کے سامنے وہ حقیقت آجائے گی جس تک مغربی مفکرین وحی سے ناآشنائی اور اس کی عصری تطبیق سے ناواقفیت کے سبب نہیں پہنچ سکے۔

(1) قومِ یہود اور اس کی ''خفیہ برادری'' کا اصل ہدف۔

(2) اس ہدف کے حصول کے لیے موجودہ حکمت عملی۔

(3) اس حکمتِ عملی کے نتیجے میں حاصل ہونے والی دجالی ریاست کا خاکہ۔

اس دردسری اور مغزخوری کا ایک ہی مقصد ہے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی غلامی کی طرف متوجہ کیا جائے اور شیطان کے ان چیلوں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کی ہمت بیدار کی جائے۔ شیطان کے ان نمائندوں کا دنیا بھر میں پھیلا ہوا نیٹ ورک اپنا کام تیز کر چکا ہے اور بے تحاشا وسائل استعمال کر کے صرف عالمِ اسلام نہیں پوری بنی نوع انسان کو گمراہ کر کے، شیطانی کاموں میں مبتلا کر کے، شیطانی حکومت کا غلام بنانا چاہتا ہے۔ ان حالات میں ''رحمان'' کے شیدائیوں کے لیے مناسب نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ تمام انسانیت کو ان گمراہیوں اور گناہوں سے بچنے کی توفیق دے جن کا منصوبہ شیطان اور اس کی نمائندہ انسانی طاغوتی قوتوں نے بنالیا ہے اور پوری دنیا کو اس میں ملوث کرنے کے لیے عالمگیر مہم چلا رہے ہیں۔

(1) عالمی خفیہ برادری کا اصل ہدف:

حتمی ہدف جو ''برادری'' حاصل کرنا چاہتی ہے وہ کرۂ ارض پر مکمل اور بلاشرکت غیرے کُلّی غلبہ ہے۔ چاہے یہ معاشی، تعلیمی، ذہنی، مذہبی ہو یا پھر قدرتی یا ذاتی وسائل ہوں۔ اس ہدف کے

حصول کے لیے وہ صدیوں سے کام کر رہے ہیں۔ اپنے ہدف سے یہ لوگ کتنے دور ہیں؟ بدقسمتی سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ ہر دن، ہر گھنٹہ، ہر منٹ اور ہر لمحہ جو ہم ضائع کر رہے ہیں، اجتماعی مقاصد سے ہٹ کر اپنے معمولی ذاتی مفادات کے حصول میں مصروف ہیں، درگزر کے بجائے باہمی اختلافات کو ہوا دے رہے ہیں، یہ لوگ اُلٹی گنتی میں تیزی سے ''عالمی ریاست'' کے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔

یہ کسی دیوانے کی بڑ نہیں ہے نہ یہ کوئی خبطیوں کا گروہ ہے جو محض خیالی پلاؤ پکا کر پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ نہیں! یہ انتہائی زیرک، تعلیم یافتہ، منصوبہ ساز اور ترقی یافتہ لوگوں کا ایک نیٹ ورک ہے۔ ان کے پاس زیادہ سے زیادہ وسائل ہیں جن کے ذریعے وہ ہماری کمزوریوں کو استعمال کرتے ہیں۔ جب بھی ہم صراطِ مستقیم سے بہک جاتے ہیں، ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ انہوں نے قوموں کے درمیان اختلافات تخلیق کیے ہیں اور انہیں برقرار رکھا ہے تاکہ جنگیں برپا کر سکیں۔ ان کے نتیجہ میں متاثرہ ممالک ان لوگوں کا اسلحہ، قرضے اور ملنے والی مدد استعمال کر رہے ہیں۔ اس طرح یہ قومیں اور ملک خود کو ''برادری'' کے ہاتھوں مفلوج کر رہے ہیں۔ دوسری جنگِ عظیم نے نہ صرف ''برادری'' کو آدھی سے زیادہ دنیا مقروض کرنے میں مدد دی بلکہ یہ بنی نوع انسان کو دو طرح کے اقتصادی نظاموں میں تقسیم بھی کر گئی۔ یہ نظام تھے اشتراکیت اور سرمایہ داری۔ دونوں طرف یہود تھے اور اونٹ جس کروٹ بیٹھتا، فائدہ یہود کو ہی ہونا تھا۔ ان نظاموں کے برپا کرنے سے نظریاتی تخریب کے علاوہ اقتصادی غلبہ بھی یہود کا مقصود تھا۔

کتنی دلچسپ بات ہے؟ برادری اس انداز میں دونوں فریقوں کا شکار کرتی ہے۔ دونوں کو اپنی گرفت میں رکھتی ہے۔ دونوں طرف کے لوگوں کو محسوس ہوتا ہے وہ انقلاب لا رہے ہیں۔ وہ آزادی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ جبکہ وہ یہود کی غلامی کے مراحل طے کر رہے ہوتے ہیں۔ نظریاتی غلامی، اقتصادی غلامی اور بالآخر کلّی غلامی۔ یہ ہے انتخاب اور یہ ہے انتخاب کی آزادی اور

یہ ہے جمہوریت۔ ان متحارب نظاموں کا برپا کرنا ایک عالمی حکومت کی تشکیل کی طرف اہم قدم تھا۔ اسے تین مرحلوں میں مکمل کیا جانا تھا:

(1) قومی مرحلہ: قومی معیشتوں پہ عالمگیر سطح پر سینٹرل بینکوں کا غلبہ۔

(2) علاقائی مرحلہ: علاقائی معیشتوں کی مرکزیت، یورپی مانیٹری یونینز اور ریجنل ٹریڈ یونینز مثلاً: ''NAFTA'' کے ذریعے۔

(3) عالمی مرحلہ: عالمی معیشت کی مرکزیت، ایک ورلڈ سینٹرل بینک اور عالمی کرنسی کے ذریعے اور ''GATT'' جیسے معاہدوں کے ذریعے خودمختار قومی محاصل کا خاتمہ۔

پہلے دو اہداف پوری طرح حاصل کر لیے گئے ہیں۔ اپنے ملک کے کرنسی نوٹوں پر ایک نظر ڈالیے۔ انہیں کون جاری کرتا ہے؟ حکومت یا اسٹیٹ بینک؟ یہ اسٹیٹ بینک کس کے ماتحت ہوتا ہے؟ سب جانتے ہیں۔ تیسرا ہدف عالمی بینک کس حد تک مکمل ہے۔ ''ایک عالمی دولت'' یا ''ایک عالمی کرنسی'' کا ہدف ڈالر اور عالمی معیشت کے ڈالر اسٹینڈرڈ (معیارِ زر سے آزاد) کی مستحکم پوزیشن کے ذریعے تقریباً حاصل ہو چکا ہے۔ بقیہ ہدف یورپ میں یورو ڈالر اور عالمی سطح پر امریکن ٹریولرز چیکس کے ذریعے حاصل کیا جا رہا ہے۔

تیسرا ہدف...... یعنی خودمختار قومی محاصل کا خاتمہ اقوامِ متحدہ کی افواج کے ذریعے حاصل کیا جا رہا ہے۔ جب ایک ملک مقروض ہو کر نادہندگی کی حالت تک پہنچ جائے تو آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی ذمہ داریوں کے تحت اقوامِ متحدہ کی فوجوں کو مکمل اختیارات حاصل ہیں کہ وہ اس ملک میں داخل ہو جائیں اور اقتصادی اور بدعنوانی کے مسائل کا ''حل'' یقینی بنائیں۔

کچھ عرصے پہلے بی بی سی ون کے ایک پروگرام ''The Future War'' میں امریکی فوج کی مشقیں دکھائی گئی تھیں۔ یہ مشقیں امریکی ریاست ساؤتھ کیرولینا میں کی گئیں۔ ان مشقوں میں امریکی فوجی اس بات کی مشق کر رہے تھے کہ دو متحارب گروپوں میں منقسم شہر کا کنٹرول کس طرح حاصل کرنا ہے؟ اس کا مطلب ہے امریکی یا اقوامِ متحدہ کے فوجی اس وقت جنگ میں شریک ہوں

گے جب اس کا فیصلہ ہو جائے گا یا ہونے کے قریب ہوگا کہ ملک کا دیوالیہ نکل گیا ہے یا خانہ جنگی کے نتیجے میں طوائف الملوکی پھیل گئی ہے اور وہ خانہ جنگی میں مبتلا شہروں کا کنٹرول سنبھالنے کے لیے آگے آئیں گے۔

(2) ان اہداف کے حصول کے لیے حکمت عملی:

ان اہداف کا حصول بہت وسیع پیمانے پر وسائل کے علاوہ بہت اعلیٰ سطح کی ذہانت، نظم ونسق، معیاری منصوبہ بندی اور اس پر مہارت و دلجمعی سے عمل چاہتا ہے۔ قومِ یہود نے جو صدیوں سے اس ابلیسی مشن کے لیے سرگرم عمل ہے۔ اس غرض کے لیے مربوط حکمتِ عملی تشکیل دی ہے۔ ایک مربوط تحقیق ''برادری'' کی اس حکمت عملی کی تفصیل کچھ یوں بتاتی ہے:

''(1) ایک عالمی حاکمیت قائم کی جائے...... [جسے اقوامِ متحدہ کہتے ہیں] اس کی ذیلی تنظیمیں بھی ہوں [مثلاً: ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن وغیرہ......] یہ عالمی حاکمیت با قاعدہ عالمی حکومت میں تبدیل کی جائے جو کرۂ ارض پر ہر ایک کی زندگی پر کنٹرول کے اختیارات رکھتی ہو۔

(2) دنیا بھر میں تنازعات کے اسباب کو جاری رکھا جائے اور سوویت یونین کے بعد القاعدہ جیسے خطرات کو استعمال کیا جائے تاکہ ایٹمی اور روایتی ہتھیاروں کی تیاری کے لیے اخراجات میں زبردست اضافہ ہوتا رہے۔ اس طرح ایٹمی جنگ کے خوف میں اضافہ ہوتا رہے اور عالمی سطح پر تحفظ کے مطالبات میں شدت آئے۔ امریکی یورپی دفاعی اتحاد (نیٹو) تشکیل دیا جائے اور اقوامِ متحدہ کے تحت عالمی امن فوج کا قیام عمل میں لایا جائے اور پھر ان دونوں کو بین الاقوامی تنازعات کھڑے کر کے، آپس میں ملا کر عالمی فوج بنا دیا جائے۔

(3) یورپ، امریکا اور ایشیا کے براعظموں میں تین آزاد تجارتی خطے تخلیق کیے جائیں۔ انہیں ابتدا میں محض تجارتی گروپوں کو فروخت کیا جائے لیکن پھر بتدریج ان کو مرکزی سیاسی یونینز میں تبدیل کیا جائے جن کا ایک سینٹرل بینک اور ایک کرنسی ہو۔ [یہ اقدامات وہ سنگِ بنیاد ہوں جن پہ عالمی سطح کے ادارے تعمیر کیے جائیں۔ یوروپین اکنامک کمیونٹی (EEC) اور یورپی یونین (EU)

اس طرح کے اولین ادارے تھے۔ بقیہ خطوں میں ایسے ادارے زیرِ تکمیل ہیں۔]

(4) رائے عامہ پر قابو پانے کے لیے پیش رفت، اس ضمن میں تحقیقی کام اور انسانی نفسیات کو استعمال کرنے کی سمجھ بوجھ میں اضافہ کرنے کے اقدامات کیے جائیں تاکہ افراد اور گروہوں کو اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کیا جاسکے۔ [آج کل اس ایجنڈے میں لوگوں کی مائیکرو چپنگ اور ایک گلوبل کمپیوٹر کے ساتھ مستقل تعلق کا ہدف شامل ہے۔]

(5) ایک فلاحی ریاست تخلیق کی جائے اور معاشی نظام کے متبادلات کو تباہ کردیا جائے اور جب مطلوبہ حد تک لوگ دستِ نگر ہوجائیں تو ریاست کی فلاحی سرپرستی ختم کردی جائے تاکہ ایک وسیع زیردست طبقہ وجود میں آجائے جو نا اُمید اور بے بس ہو۔ [آج کل یورپی ممالک کے فلاحی نظام کی بہت سے لوگ مثال دیتے ہیں اور ان ''ویلفیئر اسٹیٹس'' اور کو ''دورِ فاروقی'' کی اسلامی ریاست کا نمونہ بناتے ہیں۔ مگر انہیں اس ''فلاح و بہبود'' پر مشتمل نظام کے قیام کو اس رُخ سے بھی دیکھنا چاہیے جس کا تذکرہ اس شق میں ہوا]

(6) ان سب عزائم کی تکمیل کے دوران بے تحاشا دولت ''طبقہ اشرافیہ'' کے کنٹرول میں دیے گئے بینکوں اور کمپنیوں کے ذریعے کمائی جائے۔

(7) عوام، کاروباری اداروں اور ریاستوں پہ قرضوں کے بوجھ میں مسلسل اضافہ کرکے ان پر کنٹرول بڑھایا جائے۔''

ایک اور ریسرچ انکشاف کرتی ہے:

''تیسری جنگِ عظیم نام نہاد تنازع پیدا کرکے چھیڑی جائے گی۔ ''برادری'' کے ایجنٹ سیاسی صہیونیوں اور اسلامی دنیا کے لیڈروں کے درمیان فساد کھڑا کردیں گے۔ یہ جنگ اس انداز میں آگے بڑھائی جائے گی کہ تمام عرب اور صہیونی اسرائیل ایک دوسرے کو تباہ کردیں گے۔ اسی دوران بقیہ ممالک ایک دفعہ پھر اس مسئلہ پر منقسم ہوجائیں گے۔ انہیں مجبور کیا جائے گا کہ اس طرح آپس میں برسرپیکار ہوں کہ جسمانی، ذہنی، روحانی اور اقتصادی طور پر ایک دوسرے کو مفلوج

کردیں۔ایک عالمی حکومت کو برسراقتدار لانے کے لیے یہ اسٹیج تیار کیا جائے گا۔“

(3) عالمی دجالی حکومت کا خاکہ:

درج بالا حکمتِ عملی کے نتیجے میں جو مطلق العنان غلبہ حاصل ہوگا اور اس کے ذریعے جو مستحکم عالمی حکومت قائم ہوگی، کیا اس میں انسانیت کی بھلائی کا کوئی عنصر موجود ہوگا؟ کیا اس سے بنی نوع انسان کے لیے کسی ہمدردی یا خیر خواہی کی کوئی اُمید رکھی جاسکتی ہے؟ بدقسمتی سے ایک فیصد بھی ایسی اُمید نہیں ہے۔ ذیل میں مستقبل کی اس عالمی حکومت کا خاکہ ملاحظہ کیجیے جس کے متعلق ڈاکٹر کولیمن جیسے تحقیق کار بھی تاحال بے خبر ہیں کہ اس کی باگ ڈور درحقیقت کس کے ہاتھ میں ہوگی؟ یہ اس عالمی دجالی حکومت کا بلیو پرنٹ ہے جس کی طرف ہم لحہ بہ لحہ بڑھتے جارہے ہیں اور اس سے بچنے کی کوئی شکل انسانیت کے پاس سوائے رجوع الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے موجود نہیں ہے۔”عالمی دجالی حکومت“ کے بنیادی خطوط کار کچھ یوں ہوں گے۔ (جاری ہے)

مستقبل کی عالمی دجالی ریاست

(دوسری قسط)

''ایک عالمی حکومت اور ون یونٹ مانیٹری سسٹم، مستقل غیر منتخب موروثی چند افراد کی حکومت [یعنی بنی اسرائیل کے ستر منتخب افراد اور پھر ان ستر افراد کے اوپر بارہ منتخب ترین افراد۔ دوسرے لفظوں میں بنی اسرائیل کے ستر افراد پر مشتمل گرینڈ جیوری اور پھر ان کے اوپر آل داؤد میں سے بارہ گرینڈ ماسٹرز۔ بنی اسرائیل کے ستر مختار افراد کا ذکر سورۂ اعراف کی آیت نمبر 155 میں اور بارہ نقیبوں کا ذکر سورۂ مائدہ کی بارہویں آیت میں ہے۔] کے تحت ہوگا جس کے ارکان قرونِ وسطیٰ کے سرداری نظام کی شکل میں اپنی محدود تعداد میں سے [یعنی دنیا بھر کے فری میسنری تھنک ٹینکس میں سے] خود کو منتخب کریں گے۔ اس ایک عالمی وجود میں آبادی محدود ہوگی اور فی خاندان بچوں کی تعداد پر پابندی ہوگی۔ وباؤں، جنگوں اور قحط کے ذریعے آبادی پر کنٹرول کیا جائے گا۔ [جیسا کہ امریکا کی دریافت کے وقت ریڈ انڈینز کو محدود کرنے کے لیے کیا گیا تھا] یہاں تک کہ صرف ایک ارب نفوس رہ جائیں جو حکمران طبقہ کے لیے کارآمد ہوں اور یہ بے اختیار مخلوق ان علاقوں میں ہوگی جن کا سختی اور وضاحت سے تعین کیا جائے گا اور یہاں وہ دنیا کی مجموعی آبادی کی حیثیت سے رہیں گے۔

صرف ایک مذہب کی اجازت دی جائے گی اور وہ ایک ''عالمی سرکاری کلیسا'' کی شکل میں ہوگا [یہ 1920ء سے وجود میں آچکا ہے۔] شیطنت، ابلیسیت اور جادوگری کو ایک عالمی حکومت کا نصاب سمجھا جائے گا۔ کوئی نجی یا چرچ اسکول نہیں ہوگا۔ تمام مسیحی گرجے پہلے ہی سے زیروزبر کیے جاچکے ہیں۔ چنانچہ مسیحیت اس عالمی حکومت میں قصۂ پارینہ ہوگی۔ ایک ایسی صورتِ حال تشکیل

دینے کے لیے جس میں فرد کی آزادی کا کوئی تصور نہ ہو، کسی قسم کی جمہوریت، اقتدارِ اعلیٰ اور انسانی حقوق کی اجازت نہیں ہوگی۔ قومی تفاخر اور نسلی شناخت ختم کردیے جائیں گے اور عبوری دور میں ان کا ذکر بھی قابلِ تعزیر ہوگا۔

شادی کرنا غیر قانونی قرار دے دیا جائے گا۔ اس طرح کی خاندانی زندگی نہیں ہوگی جس طرح آج کل ہے۔ بچوں کو ان کے ماں باپ سے چھوٹی عمر میں علیحدہ کردیا جائے گا اور ریاستی املاک کی طرح وارڈز میں ان کی پرورش ہوگی۔ اس طرح کا ایک تجربہ مشرقی جرمنی میں ''ایرک ہونیکر'' کے تحت کیا گیا تھا۔ اس منصوبے کے تحت بچوں کو ان والدین سے الگ کردیا جاتا تھا جنہیں ریاست وفادار نہیں سمجھتی تھی۔ خواتین کو آزادئ نسواں کی تحریکوں کے ذریعے ذلیل کیا جائے گا۔ جنسی آزادی لازم ہوگی۔ خواتین کا بیس سال کی عمر تک ایک مرتبہ بھی جنسی عمل سے نہ گزرنا، سخت ترین سزا کا موجب ہوگا۔ خود اسقاطِ حمل سے گزرنا سکھایا جائے گا اور دو بچوں کے بعد خواتین اس کو اپنا معمول بنالیں گی۔ ہر عورت کے بارے میں یہ معلومات عالمی حکومت کے علاقائی کمپیوٹر میں درج ہوں گی۔ اگر کوئی عورت دو بچوں کو جنم دینے کے بعد بھی حمل سے گزرے تو اسے زبردستی اسقاطِ حمل کے کلینک میں لے جایا جائے گا اور آیندہ کے لیے بانجھ کردیا جائے گا۔

تمام ضروری اور غیر ضروری ادویاتی مصنوعات، ڈاکٹروں، ڈینٹسٹوں اور ہیلتھ کیئر ورکروں کو سینٹرل کمپیوٹر ڈیٹا بینک میں رجسٹر کیا جائے گا اور کوئی دوا یا علاج اس وقت تک تجویز نہیں کیا جاسکے گا جب تک ہر شہر، قصبہ یا گاؤں کا ذمہ دار ''ریجنل کنٹرولر'' اس کی تحریری اجازت نہیں دے گا۔

سینٹرل بینک، بینک آف انٹرنیشنل سیٹلمنٹ اور ورلڈ بینک کام کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے۔ پرائیویٹ بینک غیر قانونی ہوں گے۔ بینک آف انٹرنیشنل سیٹلمنٹ (BIS) منظر میں غالب ہیں۔ پرائیویٹ بینک، ''بڑے دس بینکوں'' کی تیاری میں تحلیل ہورہے ہیں۔ یہ بڑے بینک دنیا بھر میں بینکاری پر BIS اور IMF کی رہنمائی میں کنٹرول کریں گے۔ [امریکی بینکوں کے حالیہ دیوالیہ

پن (نومبر 2008ء) کی بہت سی وجوہات ڈھونڈی جارہی ہیں...... لیکن اس پہلو پر اکثر تجزیہ نگاروں کی نظر نہیں گئی] اجرتوں کے تنازعات کی اجازت نہیں دی جائے گی، نہ ہی انحراف کی اجازت دی جائے گی۔ جو بھی قانون توڑے گا اسے سزائے موت دے دی جائے گی۔

طبقۂ اشرافیہ [ایلیٹ کلاس جو یقیناً آلِ داوٗد میں سے ہوگی] کے علاوہ کسی کے ہاتھوں میں نقدی یا سکے نہیں دیے جائیں گے۔ تمام لین دین صرف اور صرف کریڈٹ کارڈ کے ذریعے ہوگا (اور آخر کار اسے مائیکرو چپ پلانٹیشن کے ذریعے کیا جائے گا) ''قانون توڑنے والوں'' کے کریڈٹ کارڈ معطل کر دیے جائیں گے۔ [قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ قانون توڑنے والوں سے یہاں کون مراد ہوسکتا ہے۔ ظاہر ہے اس سے مراد دجال اور اس کے شیطانی قانون کی خلاف ورزی کے مرتکب لوگ ہیں] جب ایسے لوگ خریداری کے لیے جائیں گے تو انہیں پتا چلے گا کہ ان کا کارڈ بلیک لسٹ کر دیا گیا ہے۔ وہ خریداری یا خدمات حاصل نہیں کرسکیں گے۔ [پھر بینکوں میں پیسے رکھوانے والوں کا انجام بھوک، بیماری اور اذیت ناک موت ہوگا] پرانے سکوں سے تجارت کو غیر معمولی جرم قرار دیا جائے گا اور اس کی سزا موت ہوگی۔ ایسے قانون شکن عناصر جو خود کو مخصوص مدت کے دوران پولیس کے حوالے کرنے میں ناکام رہیں ان کی جگہ سزائے قید بھگتنے کے لیے ان کے کسی گھر والے کو پکڑ لیا جائے گا۔

متحارب گروپوں اور فرقوں کے اختلافات بڑھا دیے جائیں گے۔ انہیں ایک دوسرے کو ختم کرنے کے لیے جنگ چھیڑنے کی اجازت ہوگی۔ انہیں یہ جنگیں نیٹو اور اقوامِ متحدہ کے مبصرین کی نظروں کے سامنے لڑنا ہوں گی۔ یہی ہتھکنڈے وسطی اور جنوبی ایشیا میں سکھوں، پاکستانی مسلمانوں اور بھارتی ہندووٗں کے لیے استعمال کیے جائیں گے۔ یہ تصادم ایک عالمی حکومت کے قیام سے پہلے جنم لیں گے۔''

☆......☆......☆

تو جنابِ من! یہ ہیں ہماری بربادی کے وہ مشورے جو زمین پر خدا بننے کے شوقین، شیطان

کے پجاریوں نے سوچ رکھے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک کتابچہ ہاتھ لگا جس کا نام تھا: ''دی نیو میلینم'' اسے بائبل چھاپنے والے ایک ادارے نے ہمدردی کی نیت سے بڑی تعداد میں مختلف ذرائع سے دنیا بھر میں تقسیم کیا تھا۔ شاید آپ میں بھی کسی کے ہاتھ آیا ہو۔ اس میں مستقبل کی منظر کشی کچھ اس انداز میں کی گئی تھی:

''آلودگی، بیماری اور غربت ناقابلِ تصور تعداد میں اموات کا سبب بنیں گی۔ مستقبل میں ہونے والی جنگ کے ممکنہ اعداد وشمار زیادہ تباہ کن ہیں۔ مختلف علاقوں میں تشدد غیر معمولی حدود کو پہنچ جائے گا۔ نسلی، قبائلی اور مذہبی منافرتوں سے پیدا ہونے والا یہ تشدد اگلی ربع صدی میں تصادم کی انتہائی عام شکل اختیار کرلے گا۔ ہر سال ہزاروں لوگ مارے جائیں گے۔''

یہ درحقیقت ہمدردی نہیں، مستقبل کے دجالی منصوبوں کے لیے ذہن کو تیار کرنے کی ساحرانہ کاوش ہے کہ جب غیر متوقع چیزیں ہونے لگیں تو انہیں متوقع سمجھ کر خود کو ''عالمی حالات'' کے ریلے میں بہنے دیا جائے اور ہاتھ پیر ہلائے بغیر قومِ یہود کی مسلط کردہ ذلت یا موت کو قبول کرلیا جائے۔ یہ سب خطرات بنی نوع انسان کو بالعموم اور عالمِ اسلام کے لیے بالخصوص بیداری پر آمادہ کرنے کے لیے کافی ہیں...... مگر...... مشکل یہ ہے کہ مسلم دنیا ہو یا غیر مسلم...... ساری دنیا کے عوام بے حس ہیں۔ دنیا حالتِ جنگ میں ہے مگر اسے کسی کی پروا نہیں۔ وہ یہ جنگ ہار رہی ہے مگر اس مرحلے پر پہنچ چکی ہے کہ صبح کے سینڈوچ، دوپہر کے برگر اور شام کی شراب کے علاوہ کسی اور مسئلے پر سوچنے کی زحمت ہی نہیں کرتی۔ کیا ہم سب ''آزاد معماروں'' کی برپا کردہ اس صورتِ حال کو من وعن قبول کرلیں؟ نہیں! ہرگز نہیں......!!! ہم میں سے جو اللہ اور اس کی رحمانی طاقتوں سے جتنا قریب ہوسکتا ہے اسے ہونا چاہیے۔ جو شیطان اور اس کے یہودی چیلوں سے جتنا دور ہوسکتا ہے، دوسروں کو دور کرسکتا ہے...... اسے پوری انسانیت کو شر کے ان محوروں سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ دجال ملعون کے شیطانی منصوبوں کے خلاف مقدور بھر جدوجہد کرنی چاہیے۔ اسے رحمانی طاقتوں کا ساتھ دینے کے لیے...... چاہے وہ ضعیف، کمزور اور بے حیثیت معلوم ہورہی ہوں......

اپنا جان مال لگانے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ شاید ہمارا شمار ان لوگوں میں سے ہو جائے جو اگرچہ کم ہیں لیکن ہیں ضرور!!! وہ اگرچہ مشقت برداشت کریں گے...... لیکن انہیں ملنے والی نجات ان کی ہر مشقت کی تکلیف بھلا ڈالے گی۔

دجالی ریاست کے قیام کے لیے ذہنی تسخیر کی کوششیں

جادو، ایم کے الٹرا، مائیکرو چپنگ، شارٹ ویژن، بیک ٹریکنگ

افغانستان کے نہتے مسلمان مسلسل آٹھ سال سے دنیا کی جابر ترین اور ترقی یافتہ قوتوں کی اجتماعی یلغار کی زد میں ہیں۔ عراق میں خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے۔ کشمیر اور چیچنیا کا مسئلہ اُمت مسلمہ کے جسم کا رِستا زخم ہے۔ ابھی یہ زخم ہرے تھے کہ فلسطین کا دردناک المیہ پیش آگیا۔ اس مرتبہ سنگ دل، بے رحم اور انسانیت سے عاری یہود کی یلغار انتہائی جارحانہ اور سفاکانہ ہے۔ فلسطین میں نوجوانوں کی خون آلود لاشیں، ملبے تلے دبے ننھے منھے زخمی پھول، بے یارومددگار زخمی، بے گوروکفن شہداء...... شہید مساجد، تباہ شدہ اسکول اور ہسپتال، ملبے کا ڈھیر بنی شہری عمارتیں اور ان سب کے بیچ میں کھڑے حیران وسرگرداں فلسطینی مسلمان جنہیں سمجھ نہیں آتا کہ وہ کہاں جائیں؟ کس سے مانگیں؟ کسے اپنا دکھڑا سنائیں؟ کوئی ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے تیار نہیں۔ کوئی ان کے لیے ہمدردی کے دو بول کہنے پر آمادہ نہیں۔ کوئی ان کے لیے خطرہ مول لینے کی جرأت نہیں کر رہا۔ مصر نے زخمیوں اور مہاجروں کے لیے اپنی سرحد بند کر رکھی ہے۔ وہ خوراک جانے دینے پر تیار ہے نہ دوائیں۔ اس نے اسرائیل سے تو گیس اور پٹرول کی فراہمی کا پچیس سالہ معاہدہ کیا ہے لیکن وہ مظلوم فلسطینیوں کو منہ مانگی قیمت پر بھی بجلی، گیس اور پیٹرول پچیس دن کے لیے بھی فروخت کرنے پر تیار نہیں۔ اس نے الجزائر کے بھیجے ہوئے دواؤں سے بھرے دو جہاز روک لیے

ہیں۔ مصری حکمرانوں کا کہنا ہے کہ وہ انہیں اس وقت جانے دیں گے جب دواؤں کی مدت ختم ہو جائے گی۔ اتنی سنگ دلی، اتنی بے حسی، اتنی بے دردی! یا الٰہی! یہ ماجرا کیا ہے؟ ناروے میں 40/ وکلا نے اسرائیل کے خلاف جنگی مقدمہ درج کرنے کی تحریک چلانے کے اتفاقیہ پر دستخط کیے ہیں لیکن پاکستان میں فلسطینیوں کے حق میں تین ہزار سے زائد افراد جمع نہیں ہو سکے۔ اس سے زیادہ افراد تو روز "جناح پارک" کی سیر کو جاتے ہیں۔ اس بے حسی پر جو عذاب آنے والا تھا وہ لگتا ہے اب آ کر رہے گا...... لیکن اس کی وجوہات کیا ہیں؟ اس کا سبب آخر کیا ہے؟ ہم سے ایسا کون سا گناہ ہوا ہے کہ ہم سے ایمان کی آخری علامتیں بھی چھنتی جا رہی ہیں۔ بندہ عرصۂ دراز تک اس کی ٹوہ میں لگا رہا۔ سود خوری، فحاشی، حرام خوری و حرام کاری یا کچھ اور...... پرنٹ و الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے سماعت و بصارت، اور سماعت و بصارت کے راستے دل و دماغ پر گرفت نے یہ دن دکھایا ہے یا کوئی اور معشوق بھی اس پردۂ زنگاری کے پیچھے ہے......؟ آخر مسلمان جتنا بھی گناہ گار ہو، اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف میں دیکھ کر تڑپتا ضرور تھا...... اس مرتبہ عالم اسلام کو ہوا کیا ہے؟ وہ کون سی چیز ہے جس نے سکوتِ مرگ طاری کر رکھا ہے۔ رونے والی آنکھ ہے نہ تڑپنے والا دل۔ نفسا نفسی اور آپا دھاپی ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ وہ کہیں رکنے میں نہیں آ رہی۔ کسی کو اس کی سمجھ نہیں آ رہی۔ بندہ ایک عرصے تک دل کے زخموں کو جگر کے آنسوؤں سے پونچھتا رہا۔ جو سمجھ میں آیا پیش خدمت ہے۔

اب ہم سلسلہ کلام وہیں سے جوڑتے ہیں جہاں سے پچھلی قسط پر ٹوٹا تھا۔

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس وقت مغرب کی تجربہ گاہوں میں جن بڑے منصوبوں پر کام ہو رہا ہے ان میں زیادہ خطیر رقم کا حامل منصوبہ انسانی ذہن کو کنٹرول میں لینے اور اس سے حسبِ منشا کام کروانے کا ہے۔ اس منصوبے پر ہمہ جہت اور مختلف النوع کام ہو رہا ہے۔ یہود کی روحانی شخصیات جو جادو کی بدترین اقسام کی ماہر ہوتی ہیں (اس لیے انہیں سفلی شخصیات کہنا چاہیے) اپنا زور لگا رہی ہیں۔ انسانی دماغ اور نفسیات پر کام کرنے والے یہودی و غیر یہودی سائنس دان اپنا

زور لگا رہے ہیں۔ نہیں معلوم کہ قوانینِ فطرت کی خلاف ورزیاں اور انسانی ذہنوں کی تسخیر کی یہ جنونی کوششیں مستقبل قریب میں انسانیت کے لیے کیسے کیسے المیے جنم دیں گی؟ ذیل میں ہم اس طرح کی چند غیر انسانی بلکہ شیطانی کوششوں کا تذکرہ کریں گے کیونکہ ان سے انسانیت کی بھلائی کے لیے ذرا بھی کام نہیں لیا گیا، نہ لیا جائے گا۔ یہ تمام تر کوششیں شیطان کے سب سے بڑے ہرکارے ''دجالِ اکبر'' کے ابلیسی نظام کے پوری دنیا پر غلبے کے لیے کی جا رہی ہیں۔

1- جادو اور سفلیات

شریعت اسلامیہ میں بلکہ تمام آسمانی مذاہب اور مہذب دساتیر میں جادو حرام اور ناجائز ہے۔ یہ دراصل کائنات میں موجود کچھ مخفی قوتوں کا غلط استعمال ہے۔ یہ خیر وشر کے معرکہ میں فاؤل کھیلنے اور بے ایمانی کے بل بوتے پر جیتنے کی کوشش کا نام ہے۔ یہ اللہ کی نصرت وحمایت کے مقابلے میں شیطان اور شیطانی قوتوں کو ناجائز طریقوں سے خوش کر کے ان کی فانی اور پُرفریب جھوٹی طاقت کو ساتھ لینے کا نام ہے۔ کائنات میں موجود مخفی رازوں کو دریافت کرنے کا ایک طریقہ سائنس ہے اور دوسرا جادو۔ آپ انہیں ''سخر'' اور ''سحر'' بھی کہہ سکتے ہیں۔ پہلے کی اجازت ہے دوسرا مکمل ممنوع۔ ''سخر'' کے تحت وہ امور آتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے مسخر بنایا ہے یعنی اس کے اختیار میں دیا ہے، جبکہ سحر کے تحت وہ امور آتے ہیں جن کو انسان نے از خود اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ''مسخر'' کیا ہے بلکہ اُس کے منع کرنے کے باوجود اُن پر اختیار حاصل کر لیا ہے۔ ان دونوں کے مابین وہی فرق ہے جو "Merchandise" (قابلِ فروخت وخرید اشیا) اور "Contraband" (وہ اشیا جن کا حصول، درآمد، برآمد، خرید وفروخت ممنوع ہے) کے مابین ہوتا ہے۔ یہود دونوں میں مسابقت لے جانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ سائنس میں نوبل انعام جیتنے کی طرح یہود کے ماہرین سفلیات جادو میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ دنیا بھر میں اس فن میں ان کی ممتاز حیثیت کی وجہ ان کی اعتقادی نجاست اور بدباطنی ہے۔ جو شخص اپنے ظاہر میں جتنا پلید اور باطن میں جتنا خبیث ہوگا، اس کو شیطان سے اتنا ہی قرب حاصل ہوگا اور شیطانی قوتیں اس کے جادو میں جھوٹی تاثیر کے لیے اتنا ہی اس کا ساتھ دیں گی۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی

گستاخی سے بڑھ کر باطنی نجاست کیا ہوگی؟ یہود تو خدا کے بھی گستاخ ہیں۔ حضرت جبریل و دیگر مقرب فرشتوں کے بھی اور انبیائے کرام اور ان کے ساتھیوں کے تو یہ قاتل ہیں۔ اس لیے ان کا جادو شیطان کی شیطنت کا سب سے بڑا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ جن شخصیات پر دور سے بیٹھ کر جادو کے ہتھکنڈے کامیاب نہ ہوں، یہودی حسیناؤں کو جادو سکھا کر ان کے قریب بھیج دیتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال شاہ فیصل شہید کے قاتل کی ہے۔ آج تک تمام تجزیہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ یہ قتل پیچ در پیچ اُلجھنوں تلے چھپا ہوا ہے۔ اکثریت کا کہنا ہے کہ قاتل کا دماغی توازن درست نہ تھا لیکن کیا دماغی توازن سے محروم لوگ اتنی درستی سے اپنا ہدف حاصل کر لیتے ہیں؟ اگر ایسا ہونے لگ جائے تو دیوانوں کی اس دنیا میں فرزانوں کا گزر ہی ممنوع ہو جائے۔

شاہ فیصل کا یہ بھتیجا 25/ مارچ 1975ء کو ٹرانس کی سی کیفیت میں تھا۔ یہ اس جادوگر یہودی حسینہ کا کیا دھرا تھا جو اس سے امریکا میں تعلیم کے دوران ٹکرائی تھی اور اپنی ایک جھلک دکھا کر اس کو ایسا دیوانہ بنا گئی کہ وہ اس کے وصال کے لیے ہر مشکل سے مشکل شرط پوری کرنے پر آمادہ تھا...... حتیٰ کہ اپنے اس چچا کو بھی قتل کرنے پر تیار تھا جو نہ صرف اس کے خاندان کا ممتاز ترین فرد تھا بلکہ پورے عالمِ اسلام کے لیے وفادار دوست، مشفق باپ اور سراپا ہمدرد تھا۔ اس یہودی حسینہ کی شرط تھی کہ وہ اگر بہادر اور اس کے عشق میں سچا ہے تو اپنے چچا کو قتل کر کے دکھائے جس نے تیل کی دولت کو جنگ کا ہتھیار بنا کر مغرب کے خلاف کامیابی سے استعمال کیا تھا۔ علاوہ ازیں اس نے 1967ء میں پاکستان سے سعودی افواج کو تربیت دینے کا معاہدہ کر کے اپریل 1968ء میں تمام برطانوی فوجی ماہرین کو ارضِ حرم سے رخصت کر دیا تھا۔ عشق کا جنون ایسا چڑھ کر نہیں بول سکتا تھا...... اس میں سامری کے طلسم کی آمیزش ضروری تھی۔ تمام عینی شاہدین کا کہنا ہے اور تمام مبصرین کا اتفاق ہے قاتل اس دن نیم مدہوشی کی کیفیت میں تھا جب وہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا شیطانی کام کرنے جا رہا تھا۔

نہ صرف اس نے عالمِ اسلام کو ایک جری حکمران سے محروم کیا بلکہ اسے وہ حسینہ بھی پھر کبھی نظر نہ آئی جس نے سحری سفلیات اور ذہنی تسخیر کے دیگر ہتھکنڈوں کے بل بوتے پر یہ رذیل ترین حرکت کرنے پر اسے ایک بے بس معمول (روبوٹ) کی طرح آمادہ کرلیا تھا۔ جادو اور ایم کے الٹرا کے امتزاج کی یہ ایک اور بدترین اور افسوس ناک ترین مثال ہے۔

2-ایم کے الٹرا

''مانٹریال'' کینیڈا کا مشہور شہر ہے۔اس کے وسط میں ایک پارک ہے۔ باہر سے یہ بے آباد اور ویران نظر آتا ہے۔ یہ اگرچہ عوامی پارک ہے لیکن اس کے دروازے عوام پر بند ہیں۔ حیرت انگیز طور پر اس کے گرد باڑ لگا کر اسے غیر ضروری افراد کا داخلہ روکنے کے لیے بالکل بند کر دیا گیا ہے۔اس پارک کے اندر قدیم طرز کی ایک عمارت ہے۔ باڑ اور درختوں میں گھری ہونے کی بنا پر یہ دور سے اچھی طرح نظر بھی نہیں آتی۔کوئی جھانک کر دیکھ بھی لے تو اس بوسیدہ اور اجاڑ عمارت پر توجہ نہیں دیتا۔کینیڈین عوام خود کو تعلیم یافتہ اور معلومات کے لحاظ سے اَپ ڈیٹ سمجھتے ہیں......لیکن انہیں علم نہیں کہ ان کے ایک اہم شہر کے وسط میں موجود اس متروکہ عمارت میں کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے؟ امریکا اور کینیڈا کی حکومتیں، خفیہ ادارے اور ان اداروں کے تنخواہ یافتہ شیطانی دماغ رکھنے والے سائنس دان یہاں کیسا گھناؤنا اور خطرناک کھیل، کھیل رہے ہیں؟ یہاں کھیلے جانے والے کھیل کا نام ''ایم کے الٹرا'' (MK Ultra) ہے۔عام طور پر کوئی کھیل کھلاڑی آپس میں کھیلتے ہیں لیکن یہ کھیل سادہ لوح اجنبیوں کے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔عام طور پر کسی کھیل کو کوچ، منیجر اور ریفری کھلواتے ہیں، لیکن یہ کھیل ایسا ہے جس کی نگرانی تھنک ٹینکس، سائنس دان اور یہودی سرمایہ دار کرتے ہیں۔ ''رینڈ کارپوریشن'' جیسا بدنام زمانہ تھنک ٹینک اس کھیل کا نگران، ایون کیمرون جیسے ذہین یہودی سائنس دان اس کے کوچ اور راک فیلر جیسا یہودی سرمایہ دار اس کا اسپانسر ہے۔

ایم کے سے مراد ''مائنڈ کنٹرول'' ہے۔M، Mind کے لیے اور K، Kontrol کے لیے ہے۔ مؤخر الذکر لفظ کے ہجے جرمن طرز پر کیے گئے ہیں۔کھیل کے نام اور کام میں مناسبت آپ

کے لیے نامانوس نہیں ہونی چاہیے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس کھیل میں لوگوں کے ذہنوں سے کھیلا جاتا ہے۔ ان کی مرضی کے بغیر ان کے دماغوں کو مخصوص پیغامات بھیجے جاتے ہیں۔ لہروں اور شعاعوں کے ذریعے تسلسل کے ساتھ بھیجے جانے والے یہ پیغامات لوگوں کے ذہن کو رفتہ رفتہ اپنا معمول بنا لیتے ہیں اور وہ بے خودی اور خود فراموشی کے عالم میں سوچے سمجھے بغیر وہ سب کچھ کرتے چلے جاتے ہیں جو ''برادری'' ان سے کروانا چاہتی ہے۔ مانٹریال میں موجود اس پارک میں مصروفِ عمل یہودی روحانی ماہرین، طبیعات اور ماوراء الطبیعات یعنی جادو اور سائنس کے امتزاج سے اس پروجیکٹ پر کام کر رہے ہیں جسے ''ایم کے الٹرا پروجیکٹ'' کا نام دیا گیا ہے۔ پروجیکٹ کو ''رینڈ کارپوریشن'' نامی عالی دماغ یہودیوں کا ادارہ چلا رہا ہے اور اس کے لیے ایون کیمرون جیسا نابغہ روزگار سائنس دان جو یہودیوں کے خفیہ جادوئی علم ''قبالہ'' کا ماہر اور ان کی خطرناک روحانی شخصیات...... جنہیں شیطانی شخصیات کہا جائے تو زیادہ بجا ہے...... میں سے ایک ہے۔ ایون کیمرون کا کوڈ نام ''ڈاکٹر وہائٹ'' رکھا گیا ہے۔ کوڈ نام کی ضرورت واضح کر رہی ہے کہ اس پروجیکٹ کے پیچھے سی آئی اے کے ماہرین بھی اپنا تجربہ اور مہارت لیے کامیابی کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ سی آئی اے کے سابقہ ڈائریکٹر ''این ڈیولز'' اس پارک کے چکر تسلسل سے لگاتے رہے ہیں۔ یہ وہی شخصیت ہیں جنہوں نے راک فیلر جیسی مال دار یہودی فیملی کے سرمائے سے اس پروجیکٹ کے اخراجات پورا کرنے کے لیے بیچ کے آدمی کا کام تندہی سے انجام دیا ہے۔

یہود کو آخر اس پروجیکٹ میں کیا دلچسپی ہے؟ وہ اس پر خطیر رقم کیوں خرچ کر رہے ہیں؟ اس طرف جانے سے پہلے بہتر ہوگا ہم سمجھ لیں کہ اس پروجیکٹ میں کس قسم کی ٹیکنالوجی استعمال ہو رہی ہے؟ آج کل کے تعلیم یافتہ لوگوں کی اکثریت دنیا کی تازہ ترین ایجادات سے آگاہ ہے۔ اسے اپنی معلومات کا زعم ہے لیکن ایم کے الٹرا میں انسانی ذہن کو مسخر کر کے اپنا تابعدار بلکہ غلام بنانے کے لیے کس طرح کام کیا جا رہا ہے؟ اس سے دنیا کے تعلیم یافتہ حضرات کی اکثریت آگاہ نہیں۔ جبکہ یہ آگاہی آج کے دور کے انسانوں کے لیے نہایت ضروری ہے۔ خصوصاً ان انسانوں کے لیے

جو مسلمان کی موجودہ بے حسی کا راز جاننا چاہتے ہیں۔ مانٹریال کے اس پارک کے بیچ واقع "شیطان گھر" سے "ہائی فریکوئنسی مائیکرو بیمز" خارج ہوتی رہتی ہیں۔ یہ اپنے ہدف کو ٹرانس میں لا کر اس کے لاشعور کو گرفت میں لے لیتی ہیں اور اس کا لاشعور اس کے شعور کو وہ پیغامات ٹرانسفر کرتا ہے جو یہاں بیٹھے شیطان نما انسان، فرد یا افراد کے ذہنوں میں منتقل کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ شعاعیں کسی بھی انسان کو (الا ماشاء اللہ جس کی اپنی روحانیت مضبوط اور تعلق مع اللہ مستحکم ہو) کسی بھی مقصد کے لیے کچھ بھی کرنے پر آمادہ کر سکتی ہیں۔ یہ اس پر ایسی مخصوص کیفیت طاری کر دیتی ہیں کہ وہ روبوٹ کی طرح احکام پر عمل کرتا چلا جاتا ہے اور اس کا اپنا ارادہ واختیار دور کھڑا تہذیب یافتہ انسانوں کی بے بسی اور یہود کی عیاری ومکاری پر افسوس کرتا اور طنزیہ مسکراہٹ بکھیرتا رہتا ہے۔ جو شخص ایک مرتبہ معمول بن جائے وہ "خفیہ برادری" کے "بگ ماسٹرز" کے کہنے پر قتل، زنا بالجبر، اور کھلے مجمع پر بلا خوف وخطر فائر تک کھول سکتا ہے۔

دنیا میں بہت سے حادثات ہیں جنہیں اتفاقیہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا ہے یا نظر انداز کر دیا جاتا ہے...... لیکن بغور دیکھا جائے تو وہ اچانک رونما نہیں ہوتے بلکہ ان کے پیچھے انتہائی محتاط اور سائنٹفک قسم کی منصوبہ بندی پوشیدہ ہوتی ہے جو واقعے کی ابتدا سے اس کے وقوع پذیر ہونے تک اور وقوع پذیر ہو جانے کے بعد اس کے عواقب ونتائج کو ملحوظ رکھ کر انتہائی باریک بینی اور عمل ورد عمل کے متبادل اصول پر کی جاتی ہے۔ بے جا نہ ہوگا اگر ہم یہاں اس کی ایک دو مثالیں ذکر کر دیں۔

(1) جان ایف کینیڈی وہ کیتھولک امریکی صدر تھا جو فری میسن نہ تھا۔ اس سبب "برادری" اسے ناپسند کرتی تھی۔ جان ایف کینیڈی کا قتل ایم کے الٹرا کی ایک عمدہ مثال ہے۔ اس کے قاتل کو بعد ازاں قتل کر دیا گیا تاکہ انکوائری رک جائے اور فائل بند کر دی جائے۔ بہت سے چشم دید گواہان کا کہنا ہے کہ وہ مسلسل ایک "ٹرانس" کی سی کیفیت میں تھا۔ اگر کینیڈی کو گولی مارنے والا صرف وہی شخص تھا تو پھر کینیڈی کو پہلو کے بل گرنا چاہیے تھا لیکن ویڈیوز میں صاف نظر آتا ہے کہ وہ پیچھے

کی طرف گرا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے سامنے سے گولی ماری گئی اور اس کے آگے کون بیٹھا تھا؟ اس کا اپنا باڈی گارڈ! علاوہ ازیں کینیڈی کی کار کے آگے والی کار کو چار گارڈز گھیرے ہوئے تھے لیکن اس کی کار کے ساتھ کوئی گارڈ نہیں تھا۔ کیوں؟ سی آئی اے کے سابق عہدیدار ہیلمتھ شیرر (1957ء تا 1975ء) کا کہنا ہے:

''قاتل اور قتل کا مقدمہ محض ایک ڈرامہ تھا اور اصل کہانی کبھی بتائی یا بے نقاب نہیں کی گئی۔''

(2) دوسری مثال جان کینیڈی کے بھائی رابرٹ کینیڈی کی ہے۔ کینیڈی کے قتل کے بعد تمام تر شور و غوغا کے باوجود کیس ختم کر دیا گیا۔ یہ اقدام عوام اور کینیڈی خاندان کے لیے نہایت پریشان کن تھا۔ اس کے بھائی رابرٹ کینیڈی اور اس کی بیوی جیکولین کینیڈی نے ذمہ داری سنبھالی۔ رابرٹ کینیڈی نے عزم کیا کہ وہ اس سازش کے خلاف کھڑا ہوگا۔ اپنے بھائی کے قتل کے مقدمہ کو انجام تک پہنچائے گا اور مقدمہ کھلی عدالت میں لائے گا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ بھائی کے قتل کی تحقیقات کو از سر نو شروع کرائے گا۔ اس نعرے نے اسے زبردست مقبولیت دی اور اگلے صدارتی انتخابات میں اس کے جیتنے کے امکانات قوی ہو گئے لیکن ''برادری'' کے ایجنڈے میں یہ چیز شامل ہی نہیں تھی۔ ان کے پاس ایک ہی راستہ رہ گیا کہ وہ رابرٹ سے جان چھڑا لیں۔ چنانچہ رابرٹ بھی قتل ہو گیا۔ اس کے قتل کا شبہ ''سرہان'' (تنہا پاگل: Lone Nutter) پر کیا گیا۔ پانچ جون 1968ء کو سرہان نے رابرٹ کینیڈی پر فائر کھول دیا جس سے رابرٹ کینیڈی کی موت واقع ہوگئی۔ تفتیش کے مطابق دیوار پر گولیوں کے نشانات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہاں سرہان کے علاوہ بھی کسی نے فائرنگ کی تھی کیونکہ سرہان کی گن میں پائی جانے والی گولیوں کی تعداد سے زیادہ گولیوں کے نشانات موجود تھے۔ باقی گولیاں کس نے چلائیں؟ تمام ثبوت اور شواہد پولیس نے ضبط کر لیے۔ ایک فوٹو گرافر نے وقوعے کے بعد تصاویر کھینچی تھیں وہ بھی پولیس نے قبضے میں لے لیں۔ جب پولیس پر عوامی دباؤ بڑھا کہ یہ تصاویر شائع کرے تو وہ مجبوراً تیار ہوگئی لیکن ہوا کیا؟ پریس جاتے ہوئے راستے میں پولیس کار سے تصاویر چوری کر لی گئیں۔ واہ واہ! ہے نا مزے کی

بات۔ ''برادری'' کی کارروائیاں اسی طرح کی ہوتی ہیں۔

(3) ایم کے الٹرا کی تیسری بڑی مثال جان لینن کے مشہور قتل کی ہے۔ اس کے قاتل نے اسے اتنا آسان لیا کہ لینن کو قتل کرنے کے بعد وہ سڑک کی دوسری طرف کھڑا ہو کر ''Catcher in the Rye'' نامی کتاب پڑھنے میں مصروف ہو گیا تا کہ بلڈنگ کے گارڈ کو اتنا وقت مل جائے کہ وہ عمارت سے باہر فون باکس پر آ کر پولیس کو مطلع کر سکے۔ تعجب ہے کہ قاتل نے جائے وقوعہ سے کوئی حرکت نہ کی اور اطمینان سے اپنی گرفتاری کا انتظار کرتا رہا۔ کیا وہ ایک اور تنہا پاگل ''Lone Nutter'' تھا؟! لینن کے بیٹے کو سو فیصد یقین تھا کہ یہ سی آئی اے کا کام ہے البتہ اسے یہ علم نہیں تھا کہ سی آئی اے کے پیچھے کون تھا؟ اس حقیقت کو افسانے میں بدلنے کے لیے ہالی ووڈ نے ایک فلم اسی واقعہ کے حوالے سے بنائی۔ اس کے کرداروں میں بروس وِلِس اور جولیا رابرٹ جیسے مہنگے اور مشہور اداکار تھے۔ فلم کا نام ''کانسپی ریسی تھیوری'' رکھا گیا۔ ہالی ووڈ دراصل ''برین واشنگ'' (ذہنی تخریب) کرنے والا جدید ترین آلہ اور ذریعہ ہے۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگوں کی آواز اور حقیقت کی عکاس ہے، وہ غلطی پر ہیں۔ ہالی ووڈ، فری میسنری کی آواز اور اس کے مقاصد کی عکاس ہے۔ اور ٹھیک اس وقت سے ہے جب امریکی فلمی صنعت کے بانی ڈیوڈ ڈبلیو گرفتھ نے ''دی برتھ آف اے نیشن'' (1915ء) بنائی تھی۔ اس کے بعد سے میڈونا اور مائیکل جیکسن تک یہی صورتِ حال ہے۔ کوئی مائی کا لال نہیں جو یہودی پروڈیوسروں اور سرمایہ کاروں کو خوش کیے بغیر اس آزاد خیال ادارے میں ترقی کا سوچ بھی سکے۔ یہاں ان سب کی فہرست دینے کا موقع نہیں لیکن قارئین کو یہ بتانا ضروری تھا کہ ہالی ووڈ پر غلبہ رکھنے والے لوگ کون ہیں؟ ہالی ووڈ زیادہ ''ہولی'' (پاک) نہیں ہے، بلکہ بالکل بھی نہیں ہے۔ درحقیقت ''برادری'' تفریح کو طویل عرصے سے استعمال کر رہی ہے۔ یہ ہر دور کے بڑے بڑے نامور فنکاروں کی سرپرست تھی اور اس نے ان کو جی بھر کے استعمال کیا ہے۔ آگے چل کر ان شاء اللہ ہم بتائیں گے کہ اسکرین اور موسیقی کو کس طرح سے برادری اپنے مقصد کے لیے استعمال کر رہی ہے۔

یہ تو چند مثالیں تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکا اور کینیڈا کی حکومتوں کی سرکاری سرپرستی میں رواں دواں اس پروجیکٹ نے جوگل کھلائے ہیں، انہیں منظر عام پر لایا جائے تو بھونچال آجائے گا۔ اس طرح کی معلومات کو یہودی منصوبہ ساز اور امریکی فوج وخفیہ ادارے سختی کے ساتھ چھپا رہے ہیں۔ وہی فوج جو دنیا میں امن کی دعوے دار ہے، وہ اسرائیل میں دنیا کی سب سے بڑی بدامنی پر لوگوں کے جذبات مشتعل نہ ہونے دینے کے لیے اسی پروجیکٹ پر جادوگر سائنس دانوں کے ذریعے دنیا والوں کے اذہان کو طلسم میں جکڑنے کی سرتوڑ کوشش کررہی ہے۔ آپ کو یقین نہ آئے گا لیکن بل کلنٹن...... جی ہاں! سابق کامیاب ترین امریکی صدر...... نے 1995ء میں ایک کھلی کانفرنس میں تسلیم کیا تھا کہ امریکی حکومت لوگوں کے علم میں لائے بغیر ذہنوں پر کنٹرول کرنے اور دیگر غیر اخلاقی تجربات میں گزشتہ پچاس برس سے مصروف ہے۔ [ذرا دہرا لیجیے۔ گزشتہ 50 سال سے] بل کلنٹن کا کہنا تھا کہ وہ اس پر شرمندہ ہیں۔ ہمیں ان کی اس معذرت کی سچائی پر یقین کرلینا چاہیے...... لیکن ہمیں اس یقین کے بعد یہ سوچنا ہوگا کہ اس شرم شرم میں گزشتہ 15 سال (1995ء تا 2009ء) کے دوران ان شرمناک غیر اخلاقی تجربات کا دائرہ کہاں تک پھیل چکا ہوگا؟ اپنے اردگرد دیکھیے! بے حسی اور مُردنی کا شکار کھوئے کھوئے مسلمانوں کا شرمناک جمود ہمیں کیا کہانی سناتا ہے؟

امریکی صدر کے اس اعتراف کے بعد کینیڈا کے متروکہ پارک میں جاری شیطانی کھیل کے نگراں حکام مشکل میں پڑ گئے تھے۔ خبر آئی تھی کہ اس اعتراف کے بعد ''ایم کے الٹرا پروجیکٹ'' کے ذمہ داران اسے منظر عام پر لانے کے لیے کاغذات کی ''چھانٹی'' کررہے ہیں۔ یہ بڑی خوبصورت اصطلاح تھی۔ یوں کہہ لیجیے کہ یہ طے کیا جارہا تھا کہ سادہ لوح امریکی عوام کو کون سی بات بتائی جائے اور کون سی لپیٹ لی جائے؟ پھر یہ بیان بھی آیا کہ اس پروجیکٹ کو ختم کیا جارہا ہے...... ذرا دیر کے لیے ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ تقریباً گزشتہ 65 برس سے جاری یہ پروجیکٹ جس پر بلا مبالغہ کروڑوں اربوں ڈالر خرچ ہوچکے ہیں، مریل سے احتجاج پر ختم کردیا گیا ہے......

ہم اسے تسلیم کر لیتے ہیں...... لیکن کیا لوگوں کے ذہنوں کو بدلنے اور انہیں دجالی پیغامات کا تابع اور معمول بنانے کے لیے یہی ایک طریق کار تھا جسے ختم کرنے سے یہودی سامری سائنس دانوں کے ہاتھوں ستائی ہوئی سادہ لوح دنیا دجال کے طلسمی چکر سے نکل جائے گی......؟؟؟ نہیں! بات اتنی سی نہیں! اس سے کہیں آگے کی ہے اور یقینی طور سے چند اور جال ایسے بھی ہیں جو ہمارے گرد چند حرام چیزوں کے استعمال کی عادت ڈلوانے کے دوران تانے جا چکے ہیں...... علمائے کرام منع کرتے رہے لیکن ہمارے منچلے، جیالے اور روشن خیال رہنماؤں نے قوم کو ان کے گرداب میں پھنسا کر چھوڑا اور آج نئی نسل کے مسخ شدہ ذہن اپنی شناخت تک بھولتے جا رہے ہیں۔ آیئے! دیکھتے ہیں سامری جادوگری کے اور کون کون سے سفلی طلسمی پھندے ایسے ہیں جن میں ہم اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو، اپنی اگلی نسل کو جھونک رہے ہیں اور علماء و مشایخ کے منع کرنے کے باوجود چند مخصوص گناہوں کا نشہ ہمیں یہود کے شکنجے میں ایسا پھنساتا جا رہا ہے کہ اگر اب بھی توبہ نہ کی تو عنقریب وہ وقت آ جائے گا جب اس جال سے نکلنے کے لیے ہم جتنا پھڑکیں گے، وہ کھال کے اتنا ہی اندر اُترتا چلا جائے گا۔

3- مائیکروچپس

ماوراء الطبعیات کے بعد اب طبعیات کی طرف آتے ہیں۔ یہود کی کوششیں دونوں میدانوں میں بھرپور طریقے سے جاری وساری ہیں۔ ایسی چپ (Chip) ایجاد ہوگئی ہے جس سے ہائی فریکوئنسی مائیکرو ویمز خارج ہوتی رہتی ہیں۔ یہ چپ کسی کے بدن میں چپکادی جائے تو اس کے دماغ میں آوازیں گونجنے لگتی ہیں۔ وہ انسانی روبوٹ کی طرح ہر حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ خصوصاً اگر اسے شراب یا منشیات کا عادی بنادیا جائے یا جادو ٹونے سے اس کی ''قوتِ ارادی'' توڑ کر اسے نفسیاتی مریض جیسا کردیا جائے تو اس کے ذہن کو کنٹرول کرنا انتہائی آسان ہو جاتا ہے اور اسے ٹرانس میں لانے اور مرضی کا کام کروانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ پھر اسے کیمپ ڈیوڈ (امریکی یہودی جادوگروں کے طلسم کا سب سے بڑا مرکز) بلاکر کسی معاہدے پر دستخط کروالیے جائیں، ورلڈ جیوش کانگریس جیسے بدنام فورم پر بلاکر دوستی کی پینگیں بڑھائی جائیں یا کوئی ایسی شرط منظور کروائی جائے یا ایسا حکم منوایا جائے جو اس کی پوری قوم کے مفادات کے خلاف ہو...... وہ سب کچھ کرتا چلا جاتا ہے اور ریٹائرمنٹ کے بعد بھی اسے خبر نہیں ہوتی کہ میں کیا کر گزرا؟؟؟

ایم کے الٹرا کا راز فاش ہونے کے بعد اگلا پروجیکٹ ''EDOM'' کے تحت چلایا جارہا ہے۔ اس سے مراد ''Electronic Dissolution of Memory'' ہے۔ EDOM کا ایک حصہ یہ ہے کہ انسانوں کو اغوا کر کے ان میں مائیکروچپس کی پیوندکاری کی جائے۔ ان چپس کو انجینئروں کے ایک ''کنسورشیم'' نے ترقی دے کر اس ٹیکنالوجی کی چوٹی تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ ان چپ انجینئروں کا تعلق موٹرولا، جنرل الیکٹرونک، آئی بی

ایم اور بوسٹن میڈیکل سینٹر جیسے شہرۂ آفاق امریکی اداروں سے ہے۔ مائیکرو چپنگ کے تحت چلنے والے بڑے پروگراموں میں سے ایک منصوبہ ''ون ورلڈ الیکٹرونک کرنسی'' کا ہے جو دجال کی عالمی ریاست میں چلنے والا واحد سکہ رائج الوقت ہوگا۔ یہ کرنسی ایک عالمی مالیاتی بحران کے بعد...... شاید عنقریب ہی...... متعارف کروائی جائے گی۔ آپ کو یہ سب کچھ دیوانے کی بڑ نہ محسوس ہو رہی ہو...... لیکن...... ٹھہریے......! کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے ان شواہد پر ایک نظر ڈال لیجیے جو اس طرح کے اندازوں کی تصدیق کرتے نظر آتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

یہ افریقا یا ایشیا کے کسی پسماندہ ملک کا نہیں، برطانیہ اور سویڈن جیسے ملکوں کا قصہ ہے۔ پہلے کا تعلق فرد واحد سے اور دوسرے کا بچوں کے ایک پورے گروپ سے ہے۔ ابتدا ہم گوروں کے دیس میں پیش آنے والے ان کالے کرتوتوں سے کرتے ہیں جن کا تعلق سویڈن کے ایک شہر سے تھا۔ سویڈن کو دنیا کے حسین ترین ملکوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ خوشحال، ترقی یافتہ اور مہذب دنیا کے لیے رول ماڈل سمجھے جانے والا یہ ملک یہودی جادوگروں کا سب سے بڑا مسکن ہے۔ اس کے بعد جنوبی افریقا کا نمبر آتا ہے۔ اس کے بعد...... خیر چھوڑیے! بات لمبی ہو جائے گی۔ سویڈن کے مرغزاروں کو جس طرح سامری طلسم گروں نے جہنم زار بنایا ہے اور اس ٹھنڈے ملک کو جس طرح شیطانی آگ کی تپش سے جھلسا رکھا ہے، اس کو جاننے والے یورپ کے باسیوں پر ترس کھانے لگتے ہیں۔ آج اس ملک کے دارالحکومت کے ایک باسی کا واقعہ آپ کو سناتے ہیں جو بے خبر انسانوں کے ساتھ خفیہ شیطانی کھیل کی بدترین مثال ہے۔

رابرٹ نیز لینڈ اسٹاک ہوم کا رہنے والا تھا۔ وہ مارکیٹنگ کے شعبے سے وابستہ ایک تعلیم یافتہ انسان تھا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوا۔ بیماری اتنی سنگین نہ تھی پھر بھی اسے آپریشن کا ''مشورہ'' دیا گیا۔ وہ ایک مقامی ہسپتال میں چھوٹے سے آپریشن کے لیے گیا۔ آپریشن

کے بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کی شخصیت تبدیل ہو رہی ہے۔ عجیب وغریب خیالات اس کے ذہن میں اُتر رہے ہیں۔ اس کے دماغ میں آوازیں گونجتی رہتی ہیں۔ گویا وہ کہیں سے بھیجے گئے سگنل کیچ کر رہا ہے۔ اس نے یہ بھی بھانپ لیا کہ اس کا پیچھا کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ خفیہ طور پر اس کی حرکات وسکنات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ جب صورتِ حال زیادہ خراب ہوگئی تو اس نے ایکسرے کرانے کا فیصلہ کیا۔ ایکسرے میں دکھائی دیا کہ اس کے دائیں نتھنے میں ایک ٹرانسمیٹر نصب ہے۔ وہ بھونچکا ہو کر رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ سب کیا ہے اور اس کے ساتھ کیوں ہو رہا ہے؟ اسے یوں لگا جیسے اس کی ناک میں نکیل ڈال دی گئی ہے۔ وہ کسی نادیدہ قوت کا غلام ہو گیا ہے۔ اس نے خاموشی سے یہ ٹرانسمیٹر نکلوایا اور اس کا تجزیہ کرانے کے لیے ایک لیبارٹری میں لے گیا۔ وہاں اسے کہا گیا کہ دس دن کے بعد واپس آئے اور پھر دس دنوں کے بعد کیا ہوا؟ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں؟ ٹرانسمیٹر گم ہو چکا تھا۔ لیبارٹری سے ہسپتال اور ہسپتال سے لیبارٹری تک پھیلا ہوا ''برادری'' کا جال منظم ہو کر کام کر رہا تھا۔

اب دوسرے واقعے کی طرف آیئے! برطانیہ کے ساحلی شہر لیور پول میں ایک عظیم طبی خیانت کا انکشاف ہوا۔ ''فرسٹ لیور پول چلڈرن'' نامی ہسپتال کے متعلق پتا چلا کہ یہاں بچوں کا ''دماغ'' چرالیا جاتا ہے۔ دنیا کے سامنے...... جی ہاں! مہذب دنیا کے سامنے...... یہ حقیقت پہلی مرتبہ سامنے آئی کہ دماغ کے افعال سمجھنے کے لیے فری میسن برادری کے ڈاکٹروں نے والدین کی اجازت لیے بغیر معصوم بچوں کو گنی پگز (Guinea Pigs) کی طرح استعمال کیا ہے۔ یہ معمول بیس برس تک برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ملک کے ایک بڑے شہر کے ہسپتال میں جاری رہا۔ یہ صرف ایک ہسپتال کی کہانی ہے۔ بالآخر جب یہ خبر باہر نکلی تو متعلقہ ہسپتال...... ''فرسٹ لیور پول ایلڈر ہے چلڈرن ہاسپٹل'' نے ایسے امکان کی بھی سختی سے تردید کر دی۔ میڈیا کو قابو کرنے کا فن ''برادری'' سے زیادہ کس کو آتا ہے؟ بچوں

کے والدین نے ہمت نہ ہاری۔ وہ اپنے جگر گوشوں کے ساتھ یہ دلخراش سلوک کیسے بھول سکتے تھے؟ بالآخر 146 خاندانوں کی جدوجہد سے ہسپتال مجرم ثابت ہو گیا اور ہسپتال انتظامیہ کو اعتراف کرنا پڑا کہ ان کے پاس بچوں کے کئی اعضا ہیں۔ جب کچھ صحافی پیچھے پڑے اور گھیرا تنگ ہوا تو ہسپتال نے بالآخر تسلیم کر لیا: ''اس کی تحویل میں 146 رحرام مغز (دماغ کا دس فیصد) ہیں۔'' لیکن ساتھ ہی بنی اسرائیل کی روایتی دروغ گوئی کا سہارا لیتے ہوئے یہ عذر تراش لیا گیا: ''یہ ایک طالب علم نے اپنے استعمال کے لیے حاصل کیے تھے جو پی ایچ ڈی کے لیے بچوں کے دماغ کے اوزان جانچ رہا تھا۔'' یہ پی ایچ ڈی مقالہ کبھی شائع نہ ہوا۔ یہ بات آپ کو کیا بتاتی ہے؟ کیا پی ایچ ڈی 146 ر بچوں سے زیادہ اہم تھی؟ وہ کون خصوصی طالب علم تھا جسے قوانین اور انسانی اقدار سے بالاتر قرار دے دیا گیا اور جس نے اپنی پی ایچ ڈی کے لیے بیس سال لگا دیے۔ یہ بات اطلاعات کے حصول کے حق پر زور دینے والے اس ملک میں کبھی نہ بتائی گئی۔ دماغ کے تمام خلیے بچوں کے والدین کو واپس کیے گئے۔ والدین کو اپنے ان بچوں (کے دماغوں) کی دوبارہ تدفین کی اذیت سے گزرنا پڑا جنہیں وہ ایک مرتبہ پہلے ہی دفن کر چکے تھے۔ لیکن بات اتنی ہی نہ تھی۔ دل دوز انکشافات کا سلسلہ ابھی جاری تھا۔ کچھ عرصہ بعد انسانی دماغوں کے کچھ اور خلیے برآمد ہوئے جو جان بوجھ کر چھپا لیے گئے تھے اور کبھی واپس نہ کیے گئے۔ اس نے مزید اذیت ناک صورتِ حال پیدا کی۔ والدین اپنے معصوم بچوں کی تیسری تدفین کی تیاری کرنے لگے۔ انہیں مطمئن کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ وسطی افریقا یا جنوبی ایشیا کا کوئی پسماندہ ملک نہ تھا کہ والدین رو پیٹ کر خاموش ہو جاتے۔ اس دفعہ ایلڈر ہے این ایچ ایس ٹرسٹ اور یونیورسٹی نے ایک مشترکہ بیان جاری کیا جو ''برادری'' کے بے رحم دل اور جھوٹ کی عادی زبان کا عکاس ہے: ''یہ خلیے الگ سے ذخیرہ کیے گئے تھے اور تحقیقی مطالعہ کی غرض سے رکھے گئے تھے۔'' حیرت کی بات یہ ہے کہ اس دفعہ ہاسپٹل اور این ایچ ٹرسٹ مل کر تیسری

بار بھی جھوٹ بول رہے تھے۔ بالآخر 26 جنوری 2001ء کو انہوں نے اعتراف کرلیا:
''بچوں کے اعضا پرائیویٹ اداروں کو فروخت کیے جارہے تھے۔''

یہ کون سے پرائیویٹ ادارے تھے جو برطانیہ جیسے انسانی حقوق کی ''محافظ'' ریاست کے سخت گیر قانون اور انسانی اقدار سے بالاتر تھے؟ کیا صرف ان کے پاس یہی خلیے رہ گئے تھے یا مزید باقی تھے؟ اس اعتراف کے بعد ان کے خلاف سخت ترین کارروائی کیوں نہ ہوئی؟ ابھی بات ختم نہیں ہوتی۔ ڈرامے کا آخری پردہ 31/جنوری 2001ء کو اُٹھا۔ جب ایک ڈچ پیتھالوجسٹ ''ڈک وان ویلزن'' کو قربانی کا بکرا بنایا گیا۔ ''برادری'' نے اپنے سارے ''طبی جرائم'' اس ڈاکٹر کے سرڈال دیے۔ برطانوی میڈیا میں اس کو ''بے بی بوچر'' (بچوں کا قصاب) کا نام دیا گیا۔ شکر ہے ایدھی صاحب کو غزہ جانے سے روک دیا گیا ہے لیکن انہیں یہ خطاب نہیں دیا گیا۔ ایدھی صاحب نے بچوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں، یتیموں اور لاوارثوں...... سب کی خدمت کی ہے اور اس میں وہ اتنا آگے گئے ہیں کہ اپنا قبرستان تعمیر کرچکے ہیں۔ ڈاکٹر وان میں اور ان میں بس اتنا فرق ہے کہ وہ بچوں پر توجہ دیتا تھا، ایدھی صاحب ہر مردے کو نوازتے ہیں۔ ڈاکٹر ''وان'' نے بچوں کے دل، دماغ، پھیپھڑے، گردے، جگر، آنکھیں...... سب کچھ چرایا۔ صرف ان کی روحیں نہ چرا سکا۔ ایک لاکھ سے زیادہ اعضا، جن میں دماغ، دل، پھیپھڑے اور مردہ پیدا ہونے والے بچوں کے پورے پورے جسم لے لیے۔ کچھ بچوں کو محض خول کی حالت میں دفن کیا گیا۔ یہ سارا معاملہ خالصتاً ''میسونک'' ہے۔ کیا صرف ایک آدمی اتنی بڑی سفا کی کا ذمہ دار تھا؟ اس سارے قصے کا ذمہ دار صرف ایک شخص کو ٹھہرانا کم فہمی اور ناواقفیت ہے۔ اس کے پیچھے انسان کے بھیس میں وہ تمام شیطان موجود ہیں جو دنیا پر شیطانِ اکبر کی جھوٹی خدائی مسلط کرنے کے لیے سرگرم ہیں۔ اس کے پیچھے قومِ یہود کے وہ ماہر ڈاکٹر ہیں جنہوں نے میڈیکل میں نوبل انعام حاصل کیا۔ وہ سرمایہ دار ہیں جنہوں نے شیطان کو خوش کرنے کے لیے بے دریغ پیسہ

لٹایا۔ وہ سائنس دان ہیں جو دجال کو غیر معمولی تسخیری طاقتیں فراہم کرنے کے لیے دن رات تجربہ گاہوں میں سرگرم ہیں۔ برسر اقتدار رہنے والی حکومتیں بھی مجرم ہیں جنہوں نے یہ سب کچھ ہونے دیا۔ اور وہ سب لوگ اس کے ذمہ دار تھے اور آج تک ہیں جو برطانیہ جیسے ملک میں انسانی دماغوں کو تسخیر کرنے والے یہودی ڈاکٹروں اور فری میسن سائنس دانوں کے ان کرتوتوں کے سامنے آنے کے بعد بھی خاموش ہیں۔

4- شارٹ ویژن

آپ کے گھر میں ٹیلی ویژن موجود ہے؟ آپ نے اسے اپنے بچوں کو تفریح فراہم کرنے اور انہیں اپ ڈیٹ رکھنے کے لیے گھر میں لایا ہوگا...... شام کو بچوں کو ٹیلی ویژن کے سامنے دیکھ کر آپ کو خوشی محسوس ہوتی ہوگی کہ آپ کے بچے گھر میں آپ کی آنکھوں کے سامنے بخیریت موجود ہیں اور اپنی معلومات میں اضافہ اور ذہن کو وسیع کر رہے ہیں...... لیکن آپ کے وہم وگمان میں نہ ہوگا کہ یہ بے ضرر دکھائی دینے والا آلہ ذہنی تخریب کے لیے ایک خاص تکنیک کے تحت استعمال کیا جاتا ہے۔ ''شارٹ ویژن'' (Short Vision) ایک اور کامیاب پروجیکٹ ہے جو لوگوں کے ذہنوں تک پیغام پہنچانے کے لیے چلایا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے ٹیلی ویژن سیٹ کو مخصوص سگنل نشر کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ متحرک تصویر، جو ٹیلی ویژن اسکرین یا سینما اسکرین پر ناظرین دیکھتے ہیں، وہ ایک سیکنڈ میں 45 فریمز یا فوٹوز پر مشتمل ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں 45 ساکن تصویریں ایک سیکنڈ کا متحرک منظر بناتی ہیں۔ اگر اس ایک سیکنڈ کے درمیان ایک ساکن تصویر دکھائی جائے تو یہ سیکنڈ کا پینتالیسواں حصہ لیتی ہے۔ جو انسانی آنکھ سے قابلِ دید نہیں۔ اگرچہ یہ آنکھ سے قابلِ دید نہیں ہوتی لیکن ہمارا لاشعور اسے دیکھ لیتا ہے کیونکہ یہ ہمارے شعور سے زیادہ تیز ہوتا ہے اور پیغام وصول کر لیتا ہے۔ چنانچہ نہ جانتے ہوئے یا نہ سمجھتے ہوئے بھی ہم لاشعوری طور پر اس پیغام سے تحریک لے لیتے ہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں: اس پروجیکٹ کے تحت ایک تجربہ کیا گیا۔ جس میں کوکا کولا کی ایک بوتل شارٹ ویژن سینما کے تماشائیوں کو وقفہ سے کچھ دیر پہلے دکھائی گئی۔ یہ شارٹ ویژن پیغام مؤثر ثابت ہوا اور وقفہ کے دوران فلم بینوں کی اکثریت نے کوکا کولا خریدا۔ یہی تکنیک ترقی پذیر ممالک میں انتخابی مہم کے دوران استعمال کی جاتی

ہے۔ انتخابات کے دوران قومی ٹیلی ویژن اسٹیشن اپنے ''بہترین پروگرام'' نشر کرتے ہیں۔ لوگ ٹیلی ویژن سیٹوں کے سامنے جمے بیٹھے ہوتے ہیں۔ نشریات کے دوران انتخابات کو بھرپور اہمیت دی جاتی ہے۔ جمہوریت میں لوگوں کی دلچسپی بڑھائی جاتی ہے اور اس دوران ''شارٹ ویژن'' کسی مخصوص اُمیدوار کو منتخب کروانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ پہلے نیشنل ٹی وی چینلز پر یہ سب کچھ ہوتا تھا۔ اب یہ ایجنڈا اسیٹلائٹ چینلز نے سنبھال لیا ہے۔ آج کل کے والدین ٹی وی کی تباہ کاریوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اپنے بچوں کو گھریلو تفریح مہیا کرنے اور انہیں اَپ ڈیٹ رکھنے کے لیے ٹیلی ویژن اسکرین میں جھونکے رکھتے ہیں اور اس بات سے قطعاً بے خبر ہوتے ہیں کہ شارٹ سگنلز کے ذریعے ان کے بچوں کے دماغ میں جھماکے کیے جا رہے ہیں۔

5- بیک ٹریکنگ

ذہنوں کو گرفت میں لینے کی ایک اور تکنیک ''بیک ٹریکنگ'' ہے۔ علمائے کرام کہتے ہیں کہ حدیث شریف کے مطابق موسیقی ''شیطان کی آواز'' ہے۔ عوام نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں اس کے بغیر گاڑی نہیں چلتی۔ وقت نہیں گزرتا۔ آیئے دیکھتے ہیں موسیقی سے چلنے والی گاڑی اور اس کی دھنوں میں محو ہو کر گزارا ہوا وقت کیا بھیانک نتیجہ لاتا ہے؟ موسیقی کے شائقین جو کچھ سنتے ہیں وہ ٹریک کا ''فارورڈ پلے'' ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ریورس میں ''ٹریک میسج'' چھپا ہوتا ہے۔ اس کا معاملہ عجیب متضاد ہوتا ہے۔ یہ ہمارے شعور کی گرفت میں نہیں آتا لیکن لاشعور اسے قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ ہمارے شعور پر منکشف نہیں ہوتا لیکن ہمارا لاشعور اسے ڈی کوڈ کر کے قبول کر لیتا ہے۔ جب ٹریک کو بیک ورڈ چلایا جائے تو اس میسج یا پیغام کو سنا جا سکتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک ریکارڈ یا کیسٹ کو اُلٹا چلایا جاتا ہے۔ اصل پیغام اسی میں چھپا ہوتا ہے۔ اس ذہنی گرفت والے طریقۂ کار کا تجربہ خود کیجیے یا پھر وہ آڈیو کیسٹ سنیے جنہیں ''شیڈوز'' کہا جاتا ہے۔ عملی مثال بھی ملاحظہ فرمالیجیے: آسٹریا وسطی یورپ کا وہ ملک ہے جو یہود کا گڑھ رہا ہے۔ اس کا دارالحکومت ویانا موسیقی کے حوالے سے دنیا بھر میں شہرت رکھتا ہے۔ یہاں کے اوپیرا اور ان میں مصروف کار پیانو بجانے کے ماہر دنیا بھر میں اپنی علیحدہ شناخت رکھتے ہیں۔ آسٹریا کے باشندوں کو ان پر فخر ہے...... لیکن کیا ایسی چیز پر فخر کرنا معقول ہو سکتا ہے جس کے متعلق پوری قوم کو معلوم ہی نہیں کہ نادیدہ ہاتھ نادیدہ ذرائع کی مدد سے ان کے ساتھ بھیانک کھیل کھیل رہے ہیں۔ وولف گانگ ایمیڈس موزارٹ آسٹریا کا نامور ترین موسیقار ہے۔ اس نے ایک دھن بنائی جسے ریلیز ہوتے ہی افسانوی شہرت مل گئی۔ برادری اپنے منصوبوں کو یونہی آگے بڑھاتی ہے۔ اس دھن کا نام ''دی

میجک فلوٹ'' رکھا گیا۔ انوکھا اور پُرکشش نام۔ برادری کا اسٹائل کچھ ایسا ہی ہے۔ اس میں چرچ کا متبادل پیش کیا گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے ''ایکویم میس'' بھی لکھی تھی۔ یہ بھی ہٹ ہوئی۔ دنیا میں اس طرح کی بہت سی چیزیں ہٹ ہوتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر چھوٹے بڑے کے ذہن میں گونجتی اور دماغوں پر چھا جاتی ہیں۔ اس کے پیچھے کون ہوتا ہے؟ ان کے پس منظر میں کیا پیغام ہوتا ہے؟ حدیث شریف کے مطابق موسیقی دل میں نفاق کے جذبات اُگاتی ہے۔ اس طرح کی موسیقی سننے والے کے دل کی تاریں جب جھرجھری لیتی ہیں تو اسے کیا محسوس ہوتا ہے؟ اس کا دل کیا کچھ کرنے کو چاہتا ہے؟ یہ اس پیغام کا معکوس نقش ہے جو اس کے کانوں کے ذریعے اس کے دماغ کے نہاں خانوں تک پہنچا تھا، اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ ہر چند مہینوں کے بعد ہمیں ''تنہا پاگلوں'' (Lone Nutters) کی کہانیاں سننے کو ملتی ہیں۔ امریکا میں ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں کہ اچانک کوئی شخص اُٹھ کر لوگوں پر فائرنگ شروع کر دیتا ہے۔ اب یہ واقعات یورپ میں بھی رونما ہو رہے ہیں۔ یہ درحقیقت ذہنی طور پر گرفت میں لیے گئے لوگوں کی ایک شیطانی مثال ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ پاپ میوزک کے بیک ورڈ میں مختلف قسم کے شیطانی پیغامات مثلاً: ''Kill your Felose،mum Kill your'' فیڈ کر دیے جاتے ہیں۔ جب بچہ یا نوجوان یہ میوزک سنتا ہے تو ان کے پیچھے موجود اس طرح کے بے ہودہ پیغامات...... جن کی مزید مثال لکھنے سے قلم قاصر ہے...... آہستہ آہستہ اس کے لاشعور میں جاگزیں ہو جاتے ہیں۔ وہ کچھ عرصہ بعد اندرونی ذہنی تحریک کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ سب شیطانی کام کر گزرتا ہے جن کا خود اسے بھی پتا نہیں ہوتا کہ یہ سب کچھ اس نے کیوں کیا؟

انسانی ذہنوں سے یہ شیطانی کھیل کھیلنا قوم یہود کے ان کارناموں کی جھلک ہے جن کی بنا پر وہ بندر اور خنزیر بنائے گئے...... اس مردود قوم کے ہتھکنڈوں کو سمجھنے سے پہلے ان کا شکار ہونے پر ملامت نہیں، افسوس تو اس پر ہے جو ان شیطانی حربوں سے واقف ہو کر بھی ڈش اور موسیقی نہ چھوڑے۔ اپنی نگاہوں اور کانوں کی حفاظت نہ کرے۔

بہر حال! شیطان کے کارندوں کی یہ کارستانیاں اپنی جگہ...... لیکن رحمٰن کے رضا کاروں کی جدوجہد بھی رائیگاں نہیں جاتی۔ دنیا بھر میں مساجد، مدارس، خانقاہوں اور تبلیغی مراکز میں روحانیت کو پھیلانے اور رحمانیت کو غلبہ دلانے کی جو کوششیں ہو رہی ہیں، وہ ان دجالی کرتوتوں کا شافی علاج ہیں۔ ان حضرات کے مجاہدے اور شہدا کے خون کی برکت سے اللہ تعالیٰ حق کو غالب کر کے رہیں گے۔ ان کی معمولی محنت جب سنت کے مطابق ہوتی ہے تو چاہے وہ ایک عصا ہو، جادوگروں کی ساری رسیوں اور سانپوں کو نگل جاتا ہے۔ یہود کے تمام تر شیطانی منصوبوں اور حیوانی کوششوں کے باوجود آخر کار اسلام آباد کے نوجوانوں جیسی چنگاریاں ابھی ہمارے خاکستر میں باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور ہم سب کو سنت سے محبت اور مسنون اعمال کی پابندی نصیب فرمائے۔

شیطان کی سرگوشیاں

حضرت ابولبابہ شاہ منصور صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

آپ کا مضمون ''شارٹ ویژن اور بیک ٹریکنگ'' پڑھا۔ اللہ رب العزت آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ کی قلمی کاوشیں گرانقدر ہیں۔ اور اس پُرفتن دور میں عامۃ الناس کے لیے رہنمائی کا بیش بہا ذریعہ ہیں۔ بالخصوص آپ کے اس مضمون سے جس طرح آپ نے تصویری اور بصری سازشوں کو بے نقاب کیا ہے وہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ دل سے دُعا نکلتی ہے: ''اے اللہ! تو اس قلم کی حفاظت فرما۔'' آمین

موسیقی اور نشری تصاویر کے جو حقائق، تحقیق کے ساتھ آپ نے پیش فرمائے ہیں، وہ آج کے باخبر اور باشعور افراد کی سمجھ میں فوراً آتے ہیں۔ بین السطور حقائق سائنسی جدت اور دلیل کے ذریعے ہی سامنے لائے جاسکتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اس اہم اور نفیس تحقیق اور اٹل حقیقت کو وڈیو سی ڈی کے ذریعے (جس میں جاندار کی تصویر نہ ہو) عوام تک پہنچائیں۔ ان مثالوں کو عملی طور پر دکھایا جائے تاکہ حق کا پیغام زیادہ زور اور طاقت کے ساتھ پہنچے۔ ان شاء اللہ اس کے دوررس اثرات مرتب ہوں گے اور گناہوں سے بچنے کی بڑی خیر سامنے آئے گی۔ اس ضمن میں ہماری ٹیم جو وڈیو پروڈکشن کا تھوڑا بہت تجربہ رکھتی ہے، اس کی خواہش ہے کہ وہ اس مضمون پر کام کرے۔ اس خط کے ذریعے آپ کی اجازت بھی مطلوب ہے۔ مزید عملی مثالوں کا مواد بھی۔ ہم اس موضوع پر وڈیو سی ڈی بنانا چاہتے ہیں۔ ہمیں قوی اُمید ہے کہ ان شاء اللہ ہم آپ کا پیغام آپ کی تحقیق اور علمی کاوش کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے میں ضرور کامیاب ہوں گے۔

والسلام...... ٹیم، دی ٹرتھ انٹرنیشنل

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ آپ کے دینی جذبات میں ترقی دے اور اس نیک مقصد میں آپ کو کامیابی عطا فرمائے۔ بیک ٹریکنگ کی شیطانی تکنیک پر مواد اور مثالیں پیش کرنے سے پہلے ہم تین چیزوں پر غور کرلیں تو بات سمجھنی آسان ہو جائے گی:

(1) انسانی ذہن کیسے کام کرتا ہے؟

(2) بیک ٹریکنگ کیسے کی جاتی ہے؟

(3) کیا اس کا انسانی ذہن پر اثر ہوتا ہے؟

ان تین نکات کو مختصراً سمجھ کر ہم ان شاء اللہ اس کی چند مشہور مثالیں پیش کریں گے۔ ایک مسلمان کے لیے اصل خوش نصیبی کی بات تو یہ تھی کہ جب اس کے رب اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمادیا تھا کہ گانا اور موسیقی شیطان کی آواز ہے۔ یہ اس کا خطرناک جال ہے جس میں وہ آدم کے بیٹوں کو پھنساتا اور ان کے اماں ابا سے دشمنی کا انتقام لیتا ہے، تو ایک مسلمان کے لیے اتنا ہی کافی ہونا چاہیے تھا...... اسے یہ گندا شیطانی کام چھوڑ دینا چاہیے تھا...... لیکن ناس ہو ''شیطانی برادری'' کے ان حیلوں کا جنہوں نے اس ''حرام قطعی'' کو بھی ''مباح اصلی'' باور کرانے میں کسر نہیں چھوڑی حتیٰ کہ یہ گناہ کبیرہ اب سرے سے گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ بہرحال! اب ہم ان شاء اللہ تحقیقی شواہد کی روشنی میں ثابت کریں گے کہ شیطان کی آواز موسیقی کی دھنوں میں مدغم ہو کر کس طرح ہمارے بچوں کو خدا کی عبادت سے چھڑا کر اپنی غلامی میں جکڑ رہی ہے؟ اللہ کرے اس سے قارئین کو حقیقت حال سمجھنے اور سادہ لوح مسلمان بھائیوں کو سمجھانے میں مدد ملے۔

(1) انسانی ذہن کیسے کام کرتا ہے؟

ذہن پورے جسم میں ماسٹر کنٹرول کا کام کرتا ہے۔ یہ نہ صرف مختلف Senses (حسیات) کے ذریعے مسلسل اطلاعات وصول کرتا ہے، بلکہ ساتھ ساتھ پچھلی معلومات جو گزشتہ تجربات سے

حاصل کی گئی ہوں، ان کو بھی محفوظ کرلیتا ہے۔ یہ کام وہ مسلسل کرتا رہتا ہے اور ذہن کے ان دو مسلسل کاموں سے سیکھنے اور یادرکھنے کا عمل ممکن ہوتا ہے۔ ذہن دو حصوں میں منقسم ہے۔ دایاں حصہ اور بایاں حصہ۔ دایاں حصہ پیچیدہ بصری خاکے اور جذبات کے اظہار کے لیے مخصوص ہے جبکہ بایاں حصہ زبان کے استعمال، حساب کتاب اور دلائل کے سسٹم کو کنٹرول کرتا ہے۔ ان دونوں حصوں کے درمیان ایک اسکرین "Membrane" ہے۔ کوئی بھی اطلاع جو دماغ کو بھیجی جاتی ہے وہ بائیں حصے سے داخل ہوتی ہے۔ دماغ کا یہ حصہ اس کو جانچتا ہے۔ اب یہ جانچ پڑتال اس شخص کے اپنے عقائد، تعلیم، یقین اور پہلے سے محفوظ کردہ معلومات کی کسوٹی پر ہوتی ہے۔ اگر کوئی اطلاع اس کی اقدار، علم، تجربے، یقین یا مشاہدے کے خلاف نہ ہو تو پھر یہ اطلاع اسکرین سے پار ہو کر دماغ کے دائیں حصے میں داخل ہوتی ہے جہاں ذہن تمام اطلاعات کو جمع کر کے قبول کرلیتا ہے۔ ''بیک ٹریکنگ اور بیک ماسکنگ'' (Backmasking and Back Tracking) کے طریقہ کار کی ذہن کے عمل میں اثر انگیزی اور اس میں خلل اندازی دیکھیں کہ اس طریقہ کار میں چھپے ہوئے پیغامات کو کان ذہن تک پہنچا دیتا ہے۔ ذہن اس کو قبول اور وصول تو کرتا ہے لیکن سمجھ نہیں پاتا۔ کیونکہ یہ پیغامات تحریف شدہ اور سمجھ میں نہ آنے والی حالت میں ذہن کو ملتے ہیں۔ ذہن کا بایاں حصہ (جس نے پیغام وصول کیا) ایک کشمکش کی حالت میں ہوتا ہے کہ اس پیغام، جملے یا الفاظ کے ساتھ کیا کیا جائے؟ اسی کشمکش کے دوران بایاں حصہ پیغام کو اسکرین سے گزرنے دیتا ہے اور یہ پیغام دائیں حصے میں پہنچ جاتا ہے۔ وہاں یہ اطلاعات قبول کرلی جاتی ہیں اور دماغ اس کو ایک حقیقت کے طور پر مان لیتا ہے۔ یہ پیغام وہاں پر اپنی جگہ بنا لیتا ہے اور مستقبل میں کبھی کھل کر ظاہر ہو کر اپنا رنگ دکھاتا ہے۔ ذہن و عقل کو مسرائیز کر کے پیغامات کو وصول کرنے کا ثبوت بہت جگہوں سے مل رہا ہے۔ یہاں پر صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ پیرس میں تقریباً ہر ماہ نوجوانوں کی شب بیدار محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ جن میں جون ہولیڈے (Jahn Holiday) گاتا ہے۔ اس نوجوان کی عمر 18 سال سے زیادہ نہیں جسے پرائمری اسکول سے نکال دیا گیا تھا اور

جو آج لاکھوں ڈالر کا مالک ہے۔ ٹکٹوں کی قیمت انتہائی زیادہ ہونے کے باوجود تقریباً 10,000 لڑکے اور لڑکیاں اس گلوکار کو سننے آتے ہیں۔ یہ محفل رات کے نو بجے شروع ہوتی ہے اور اس وقت ختم ہوتی ہے جب لوگ بے خود ہو کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ سر پھٹول سے زخمی ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ پولیس، فائر بریگیڈ، امدادی پارٹیاں اور والدین پہنچ جاتے ہیں۔

(2) بیک ٹریکنگ کیسے کی جاتی ہے؟

الیکٹرونک انجینئرز کے مطابق میوزک آرکسٹرا پر 9 ٹریکس ہوتے ہیں۔ یہ ٹیکنالوجی کمپیوٹر میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ عموماً میوزک ریکارڈنگ کے لیے 8 ٹریکس استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک ٹریک پر موسیقار ''Backtracking'' کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے عموماً چوتھے یا پانچویں ٹریک کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ان کے پاس ضروری سامان اور مشینری سب کچھ ہوتا ہے۔ ایک الیکٹرونک انجینئر ریکارڈنگ Equipment کی مدد سے اس کو بآسانی Monitor کر سکتا ہے۔ ''Backmasking'' ایک اور ایسی تکنیک کا نام ہے۔ اس میں ایک لفظ کو اُلٹا بولتے ہیں جیسے لفظ SATAN (شیطان) کو اُلٹا کر کے NATAS بولیں گے۔ ایک لفظ Kill ہے، یہ اس کو Llik کر دیں گے۔ آج کل بہت سے گروپس یہ تکنیک ''بیک ورڈ ٹریکنگ'' کے بجائے فارورڈ ٹریکنگ ''Forword Tracking'' میں استعمال کر رہے ہیں۔ Forword Tracking دراصل ہپناٹزم یا برین واشنگ کی ایک قسم ہے جو بہت تباہ کن اثرات کی حامل ہے۔

ملائشیا کے ایک مشہور موسیقار کا حیرت انگیز قصہ ہے۔ وہ گٹار بجانے کا بے انتہا شوقین تھا۔ اس کے پاس 300 سی ڈیز کا ایک بڑا ذخیرہ بھی تھا۔ ایک روز جب یہ موسیقار گٹار بجا رہا تھا تو اس کو ایک بوڑھا شخص ملا۔ اس بوڑھے نے اس سے پوچھا: ''کیا وہ خوبصورت گٹار بجانا چاہتا ہے؟'' اس کے شوقیہ اثبات کے جواب میں اس نے اس جوان کو چوراہے پر گٹار بجانے کا مشورہ دیا اور بتایا کہ وہاں ایک شخص تمہیں آ کر ملے گا جو تمہیں دنیا کے خوبصورت ترین میوزک سے متعارف

کروائے گا، اس کو اپنا لینا۔ پوری دنیا میں تمہارے میوزک کی دھوم مچے گی۔ یہاں تک پہنچ کر ملائشین موسیقار خاموش ہو گیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ وہ خاموش کیوں ہوا؟ اس کو جو البم دیا گیا اس پر جڑواں لوگوں کے ایک گروپ کی تصویر ہے۔ جس کے درمیان میں ایک شخص کی تصویر ہے۔ اس شخص کی تصویر مائیکل جیکسن کے مشہور زمانہ البم "Dangerous" کے کور پر بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ ہم اوپر شیطان کے اس پجاری کے متعلق کچھ تفصیل دے چکے ہیں۔ اس شخص کی حقیقت کچھ یوں ہے کہ یہ فطرۃً ایسا شقی القلب اور خبیث النفس تھا کہ اس کے اپنے والدین نے اسے "خونخوار جنگلی" کا لقب دیا تھا۔ اس نے "Satanic Bible" کے نام سے کتاب مرتب کی اور اس کتاب کا استعمال "Satianic" نامی چرچ میں ہوا۔ "Alistair Crowley" جس نے اس چرچ کی بنیاد رکھی۔ اس نے اپنی کتاب "Magic" میں یہ شیطانی نصیحت کی ہے:
"Backward" لکھنا سیکھو۔ "Backward" ریکارڈ اور "Play" کرنا سیکھو۔" اس سے اندازہ لگائیں کہ شیطانی برادری (فری میسن) اس تکنیک پر کتنا زور دے رہی ہے؟ اور ایک ہم ہیں اور ہمارے روشن خیال حکمران اور نوجوان نسل ہے کہ ان شیطانی لہروں میں بہے چلے جا رہے ہیں۔

ایک اور پروفیشنل میوزیشن نے توبہ کے بعد اس شیطانی تکنیک سے آگاہ کیا۔ اس کا میوزک پورے ریڈیو Lotus اور دوسرے بہت سے اسٹیشن سے سنا جاتا تھا۔ یہ میوزیشن کبھی نماز پڑھنے مسجد نہ آیا تھا لیکن یکایک وہ نماز کے لیے جانے لگا۔ مزید اس نے یہ کیا کہ اپنے گھر سے ریڈیو، ٹی وی اُٹھا کر پھینک دیے۔ استفسار پر اس نے بتایا کہ اس نے خود ایک تیکنیک کے ذریعے معلوم کیا کہ یہ چوتھے یا پانچویں Note پر جس کو میوزیشن "Keynote" کہتے ہیں۔ فری میسن موسیقار اس Note پر خاص طریقے سے ایک لفظ "Add" کر دیتے ہیں جس کا ذکر "Backmasing" میں ہم نے کیا کہ لفظ کو اُلٹا بول دیتے ہیں۔

اس طرح انگریزی گانے ہوں یا اُردو...... ہالی ووڈ کے تیار کردہ ہوں یا بالی ووڈ کے...... ہر

چوتھے یا پانچویں Keynote پر یہی سلسلہ جاری ہے اور جو لفظ Add ہوتے ہیں، وہ اُلٹے بولے جاتے ہیں۔ اگر ان کو مرتب کر کے جوڑا جائے تو ایک مکمل جملہ بن جاتا ہے۔ جو دراصل ایک خفیہ پیغام "Hidden Message" ہوتا ہے۔ جب ان گانوں کے Keynotes کے الفاظ کو ترتیب دیا گیا تو کچھ اس طرح کے پیغامات ملے: "Kill your Sister! Kill your Mother" اور مزید ایسے جملے تھے جو انتہائی بے ہودہ اور فحش تھے۔ میوزیشن نے مزید بتایا کہ جب یہ الفاظ ان مخصوص "Keynotes" پر ظاہر ہوتے ہیں تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ اگر یہ کوئی جنسی پیغام "Sexual Message" ہے تو سننے والے جنسی عمل "Sexual Action" کریں گے۔ اگر کوئی تشدد بھرا پیغام "Voilent Message" ہے تو آپ گانا سننے والوں کو ویسے ہی ایکشن کرتا دیکھ سکیں گے۔ دنیا بھر کے مشہور ترین میوزیشن یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ عام لوگ اس حقیقت سے آشنا نہیں۔ البتہ ایک چیز ایسی ہے جس سے ہر شخص اس شیطانی طلسم کو پہچان سکتا ہے۔ ان گلوکاروں کے پروگراموں "کنسرٹس" میں حاضرین پر دیوانگی چھا جاتی ہے۔ پھر دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو کر کھلم کھلا ناشائستہ حرکات ہوتی ہیں۔ شیطان کے چیلے اس ناچنے اور نچوانے کو، اس بے خودی اور خود فراموشی کو، اس شہوانی مستی اور نفسانی موج میلے کو "وجد" کا نام دیتے ہیں۔ روح کی غذا بتاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ وجد ہے، اگر یہ روح کی غذا ہے تو پھر اس میں سارے کام شیطان کی پوجا والے کیوں ہوتے ہیں؟

وہ نوجوان جو مغربی موسیقی سن رہے ہیں یا انڈین یا پاکستانی گانے یا پھر کسی بھی ملک کی موسیقی سننے کے شوقین ہیں، ان سب کو میوزک ہپناٹائزڈ، مسمرائزڈ کر رہا ہے۔ عوام الناس پر یہ حقیقت اس وقت ظاہر ہوگی جب دجال اپنے فتنے کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ فتنہ دجال کی احادیث کے سلسلے میں یہ ذکر ملتا ہے کہ لوگ دجال کی آواز کے پیچھے چلیں گے وہ ایک نیم بے ہوشی (Hyponosiso) کے عالم میں ہوں گے اور دجال اس کیفیت کو متحرک (Activate) کرے گا۔

(3) کیا اس تکنیک کا انسانی ذہن پر اثر ہوتا ہے؟

کیا Back Tracking کا ذہن پر اثر ہوتا ہے؟ بہت سے لوگ اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ میں تو بچپن سے میوزک سن رہا ہوں۔ مجھ پر تو کچھ اثر نہیں ہوا۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ Back Tracking کا اثر لاشعوری طور پر ذہن سے ہوتا ہوا روح تک پہنچتا ہے۔ اب یہ اس شخص کی روحانی، ذہنی اور جسمانی کیفیت پر منحصر ہے کہ جو ذہن اس پوشیدہ پیغام کو ''Decode'' کر رہا ہے، اس کی کیا کیفیت ہے؟ جیسے دوا کی مثال ہے۔ ایک شخص کو پہلی خوراک سے فائدہ ہو جاتا ہے۔ دوسرے کے لیے یہی خوراک زیادہ دفعہ ہوگی تو اثر کرے گی۔ اسی طرح موسیقی ہے۔ کوئی شخص صرف ایک دفعہ سن کر متاثر ہو جاتا ہے۔ کسی دوسرے پر یہ اثر 10 دفعہ سننے کے بعد ہوگا۔ کسی پر 20 دفعہ سننے کے بعد۔ جو لوگ اعصاب کے مضبوط ہوتے ہیں، عبادات توجہ سے کرتے ہیں، کم جذباتی اور کم وہمی ہوتے ہیں، نشہ استعمال نہیں کرتے، ڈپریشن کا شکار نہیں ہوتے، ان پر یہ پوشیدہ شیطانی پیغامات دیر سے اثر انداز ہوں گے۔ اس کے برعکس نشے کے عادی، شہوات سے مغلوب اور گناہوں کی شامت سے آئی ہوئی بدحالی کا شکار لوگ جلد اس جال میں پھنس جاتے ہیں۔ فحاشی اور شراب نوشی سے ان کی قوت مدافعت اتنی کمزور ہو جاتی ہے کہ وہ زیادہ دیر تک اس شیطانی نفسیاتی یلغار کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے۔ اور وہ جلد ہی...... کچھ ہی کیسٹیں خریدنے کا شوق پورا کرنے کے بعد ہی...... اپنے اندر کی ایمانی طاقت کو شیطان کے چیلوں کے ہاں گروی رکھوا دیتے ہیں۔

ہمارے مشاہدے میں یہ بات آتی ہے کہ جو بچے (یا بڑے) موسیقی سے شغف رکھتے ہیں، ان کی اکثریت مسجدوں کا رُخ کرنے سے گھبراتی ہے۔ ان کا دل قرآن پڑھنے میں نہیں لگتا اور اگر ان کو اس شوق موسیقی سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے تو یا تو وہ ''Voilent'' ہو گئے یا پھر ''A Busive'' برا بھلا کہنے والے بن گئے۔ موسیقی سنتے وقت ایسا شخص اپنے آپ کو مست اور بے خود محسوس کرتا ہے۔ جسے آج کے دور میں Alter State of Conciousness (شعور کی بدلی ہوئی کیفیت) کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کیفیت میں اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا اور وہ اپنی انگلیوں سے

موسیقی کی تان کا ساتھ دیتے ہوئے اپنے آپ کو ایک دوسری ہی دنیا میں محسوس کرتا ہے۔ لیکن جب موسیقی بجنا بند ہو جاتی ہے تو ایسا شخص مکمل طور پر Demoralised (اخلاقی طور پر بد حال) ہو چکا ہوتا ہے۔ اگر اس موقع پر والدین اپنے بچوں کو کچھ بتانا چاہیں جس کو وہ پسند نہ کریں تو اُن بچوں کو مکمل طور پر بدتمیز اور بد اخلاق محسوس کیا جا سکتا ہے۔ آسٹریلین ایڈیلیڈ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے اپنی حکومت سے کچھ مخصوص میوزیکل گروپس کے متعلق درخواست کی کہ ان گروپس کو Ban کیا جائے کیونکہ جو عوام ان کا میوزک سن رہے ہیں اُن میں سے کچھ خودکشی کر لیتے ہیں۔ اس المیے کے حوالے سے دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

(1) روزنامہ ''جنگ'' لاہور میں مورخہ 12 ستمبر 1998ء کو ایک خبر چھپی جو بغیر کسی تبصرے کے حاضر ہے۔ بیٹی کے قاتل ماں باپ کا بھید کھل گیا۔ ٹیپ اُلٹی چلانے سے سچ سامنے آجائے گا۔ تفصیل ''لاہور جنگ فارن ڈیسک'' ٹیپ ریکارڈ کی آوازوں کی ٹیکنالوجی کے ماہر ڈیوڈ جون اوٹس نے ننھی جن ہینٹ کے ماں باپ کے بیانات پر مشتمل ٹیپ کو نارمل رفتار سے اُلٹا چلا دیا تو ان کے تمام الفاظ اُلٹے سنائی دیے۔ ان لفظوں میں Vovels کہلانے والی آوازوں کو اس نے جوڑ کر سنا تو ان کے معنی بھی اُلٹے ہو گئے۔ پتا چلا کہ اس بچی کو ماں باپ نے قتل کیا ہے۔ ہفت روزہ جریدے ''ورلڈ نیوز'' نے لکھا ہے کہ ڈیوڈ جون اوٹس نے اس کے بعد یہ اعلان کر دیا کہ ٹیپ پر ریکارڈ ہونے والے تمام بیانات کو اُلٹے چلا کر ہر جھوٹ کی اُلٹ کہانی سنی جا سکتی ہے اور جھوٹ پکڑا جا سکتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ شعوری طور پر جھوٹ بولنے والے کی آواز کو اُلٹا کر دیا جائے تو اس کے لاشعور کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ جو جھوٹ کے بجائے سچ کو سامنے لے آتی ہیں۔ امریکی ماہر نے اپنی اس ایجاد کو انٹرنیٹ پر دے دیا ہے اور اعلان کیا ہے کہ جس نے میری اس ایجاد کو سمجھنا ہے وہ انٹرنیٹ پر مندرجہ ذیل الفاظ سے وہ ویب سائٹ کا وزٹ کرے www.reversespeech.com۔

(2) انٹرنیٹ سے حاصل کی گئی ایک خبر کے مطابق ''نویڈا'' شہر میں رہنے والے دو بھائیوں جن کی عمر بالترتیب 18 اور 20 سال ہے۔ گانوں کا ایک مخصوص البم "Judas Priest" بہت شوق اور

باقاعدگی سے سنتے تھے۔ 23 دسمبر 1985ء میں ان دونوں بھائیوں نے اس وقت خودکشی کی کوشش کی جب وہ یہ البم سن رہے تھے۔ ایک بھائی ''رے'' تو اس کوشش میں کامیاب ہوگیا۔ جب کہ ''جیمز'' نے اپنے آپ کو زخمی کر لیا۔ پھر یہ بھی 3 سال کے بعد اسی زخم کے باعث مر گیا۔ ان کے والدین نے اس مخصوص میوزک گروپ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ ان کا پکا یقین تھا کہ ان کے بچوں کی خودکشی کا ذمہ دار اس میوزک گروپ کے گانے کے پیغامات تھے۔ بعد میں ماہرین نے بھی اس کی تصدیق کی کہ ان مخصوص گانوں کے بولوں میں یہ پیغامات تھے۔ ''Do it، Let's be dead'' (آؤ! چل کر مر جائیں۔ چلو ایسا کرتے ہیں)

شیطان کے پھندے

موسیقی۔ گانے۔ فلم۔ کارٹون۔ فرضی کہانیاں۔ ناول۔

بیک ٹریکنگ کی چند مثالیں:

(1) مائیکل جیکسن پاپ میوزک کی دنیا کا بے تاج بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے البمز نے دنیا میں ریکارڈ بزنس کیا۔ یہ فری میسنز سے منسلک تھا۔ اس کے کئی شواہد ہیں۔ بعد میں ایسی اطلاعات بھی آتی رہیں کہ وہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اسلام کی برکت سے ان کی پچھلی ساری لغزشیں معارف فرمادے۔ فی الحال ہم ایک ایسی چیز کا ذکر کررہے ہیں جو ان کے ''زمانۂ جاہلیت'' سے منسوب ہوکر سامنے آئی تھی۔ ہماری غرض اس سے قطعاً یہ نہیں کہ ان کی پچھلی غلطیاں دنیا کو یاد دلاتے پھریں۔ اگر وہ سچے دل سے اسلام لے آیا تھا تو اسلام پچھلے گناہ ختم کردیتا ہے۔ ہم کون ہوتے ہیں کہ ان کا تذکرہ کرتے پھریں۔ ہماری غرض فقط یہ ہے کہ ''برادری'' دنیا کی مقبول ترین شخصیات کو بھی ان کی بے خبری میں اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتی ہے۔ مائیکل جیکسن کے ایک البم "Dangerous" یعنی ''خطرناک'' کے کور پر بدنام زمانہ فری میسونک علامت ایک آنکھ بنی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ایک جھیل کی تصویر ہے جس میں جلتے ہوئے شعلے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے جو بھی اس پانی میں داخل ہوگا دراصل آگ میں کودے گا۔ شیطان آگ سے بنا ہے اور یہ جھیل خطرناک شیطانی مرکز ''برمودا'' کی طرف اشارہ ہے۔ کور پر ایک آدمی ''ایرسٹل کروے'' کی تصویر ہے جو ایک بدنام زمانہ فری میسن تھا۔ یہ وہ بدبخت شخص ہے جس نے شیطان کا پجاری بن کر ایک کتاب لکھی: "The New Law of Man" یعنی ''انسان کا نیا قانون''۔ اس کے مطابق نعوذ باللہ قرآن کو ایک دن انسان کے قانون سے بدل دیا

جائے گا۔شیطان اوراس کے چیلوں کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ قرآنی آوازیں اورقرآن کا دستور ہے۔اس کے مقابلے میں وہ ہر قیمت پرشیطانی آوازوں اورشیطانی نظام کو غالب کرنا چاہتے ہیں۔انہیں مدارس اورمکاتب میں چٹائی پر بیٹھے معصوم بچوں کی روح پرورآوازیں تو بری لگتی ہیں لیکن جہنم کی وادیوں کی طرف ہنکانے والی شیطانی صداؤں کو وہ روح کی غذا ٹھہراتے ہیں۔

(2) بیک ٹریکنگ کے ذریعے شیطان کی عبادت دنیا میں پھیلانے کی ایک اورمثال گلوکارہ میڈونا کی ہے۔اس کے ایک البم کامشہور گانا ''Like a prayer'' سنا جائے تواس کے بول ہیں:

When you call my name ,

It's like a little prayer ,

I'm down on my knees,

I wanna take you there in the midnight hour !!

''جب تم میرا نام پکارتے ہوتو یہ مجھے ایک دُعا کی طرح لگتا ہے۔میں اپنے گھٹنوں کے بل جھک جاتی ہوں اورتمہیں آدھی رات میں اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔''

یہ الفاظ دراصل خدا سے مخاطب ہوکرنہیں،شیطان سے مخاطب کر کے کہے جارہے ہیں۔

جب ان الفاظ کو Backward چلایا جائے تو بآسانی یہ الفاظ سنے جاسکتے ہیں: "O, hear us satan"۔(اے شیطان!ہمیں سنو!)

(3) بیک ٹریکنگ کی ایک اورمثال ایگل گروپ ''The Eagles'' سے سامنے آتی ہے۔ ان کے ایک گانے کا نام ہے ہوٹل کیلی فورنیا The meal is on the ceiling۔اس گانے میں Yeah satan بآسانی Backward کرکے سنا جاسکتا ہے۔اس گانے کے پیچھے بھی ایک انتہائی پراسرار شیطانی کہانی چھپی ہوئی ہے۔گانا آگے کی طرف چلایا جائے تو یہ مصرعے یوں ہیں:

I fell on the Felling she put Shamane on ice she said we

are all just prisoners here of our owndevice in the masters champer gathered for bigfeast gathered with the feeling but they just can't feel.

گانے کو اُلٹا چلایا جائے تو یہ الفاظ واضح سنائی دیتے ہیں:YEH SATAN: جے شیطان۔

اس پیغام کے ساتھ گانا بذاتِ خود ایک داستان ہے۔ گانے کا نام کیلی فورنیا کوئی ہوٹل نہیں، دراصل امریکا میں موجود ایک سڑک ہے۔ اس سڑک پر ایک چرچ کا ہیڈکوارٹر ہے لیکن یہ وہ چرچ نہیں جس میں عیسائی حضرات جمع ہو کر خدا کی عبادت کرتے ہیں، بلکہ یہ تو شیطان کا چرچ ہے جس میں شیطان کی پوجا ہوتی ہے۔ اس کے بانی کا نام انٹینیٹی سینز ڈیلینی ہے جو ''شیطانی بائبل'' کا لکھنے والا ہے۔ امریکا کے چوٹی کے مشہور اداکار ٹی وی اور فلم کے ذریعے اسی چرچ کی تعلیمات کو فروغ دے رہے ہیں۔ یہ لوگ فلم اور موسیقی کے ذریعے شیطان کے مبلغ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ جیسا کہ ''رولنگ اسٹون'' نامی گروپ کے لیڈ سنگر ''میکجا'' نے ایک گانا لکھا: ''Sympathy for the devil'' (شیطان سے ہمدردی) جب ''برادری'' کے زیر انتظام یہ چرچ شروع ہوا تو دکھاوے کے لیے عیسائیت کی تعلیمات کو فروغ دے رہا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ اس نے اصل روپ دکھایا اور مذہب سے مکمل بغاوت کی جانب رواں دواں ہو گیا۔ آج اس میں شیطانی عناصر جمع ہیں۔ یہ امریکا میں شیطان کی پوجا کا مرکز اور اس کا سب سے بڑا داعی ہے۔ جو والدین اپنے بچوں کو مغربی موسیقی سننے کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں، وہ سوچ لیں کہ اپنے معصوم جگر گوشوں کو کن لوگوں کا معمول بنا رہے ہیں۔

(4) اس حوالے سے ایک میوزک گروپ "Cheap Trick" کی مثال بھی پیش کی جا سکتی ہے۔ اس میوزک گروپ کے ایک البم کے تعارف میں اسکا "Lead Singer" اناؤنسمنٹ کرتا ہے: This song is the first from our album ''یہ گانا ہمارے البم کا پہلا گانا ہے۔

اس اناؤنسمنٹ کو Anti Clockwise چلایا جائے اور مختلف تکنیک سے Backtrack کیا جائے تو یہ الفاظ سنے جاسکتے ہیں: "My servant is a Musician" (میوزیشن میرا غلام ہے)۔ سچ ہے موسیقی کا کام کرنے والے شیطان کے غلام ہیں۔

(5) ایک اور مثال ایک دوسرے گروپ "Styx" کی ہے۔ گریک میتھ (Greek Myth) کے مطابق یہ نام ''جہنم کے ایک دریا'' کا ہے۔ ان کے ایک البم کا نام "Paradise Threatre" ہے۔ اس البم کا ایک گانا ہے جس کے بول Snowblind ہیں۔ اس گانے کو سنیں۔ اس کے بول کچھ یوں ہیں: I try so hard to make it so (یعنی میں اس کام کے لیے کس قدر محنت کرتا ہوں؟) انہی بولوں کو اسی ترتیب اور اسی پوزیشن میں Backword چلایا گیا تو یہ بول کچھ یوں تھے: O Satan move in our Voices (او شیطان! ہماری آوازوں میں گردش کرو)

اسی گروپ "Styx" کے ایک دوسرے البم کے ایک گانے کے بول ہیں: "I am Ok" (میں ٹھیک ہوں) جب گانا آگے سنیں تو اگلے بول ہیں: I had finally found person, i have been searching for...... ''میں نے بالآخر اس شخص کو پالیا جس کی مجھے تلاش تھی......'' آپ ان معنی خیز بولوں کو ملاحظہ کیجیے۔ گلوکار کس کی تلاش میں ہے کہ جس کو اس نے پالیا اور اب وہ اس کی خوشی منانا چاہتا ہے؟ جب ان الفاظ کی Back Tracking کی گئی تو اس سوال کا جواب بھی مل گیا: I am your servent we shall stick by the, serpent of Alpha۔ ''میں تمہارا غلام ہوں۔ ہم شیطان کی غلامی پر جمے رہیں گے۔'' لفظ "Serpent" (سانپ) دراصل عیسائیت کے اس تصور کی نشاندہی کرتا ہے کہ جب شیطان نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا تو اس موقع پر وہ سانپ کے بہروپ میں تھا۔ اس نے سانپ کا بھیس بدلا ہوا تھا۔ آج وہ آدم کی اولاد کو ورغلانے کے لیے پھر سانپ کی شکل میں آرہا ہے۔ آپ اپنے اردگرد غور کریں۔ بہت سی چیزوں پر بلاوجہ سانپ کی شبیہ، رسیاں یا لہریں بنی ہوئی دکھائی دیں

گی۔ یہ شعوری یا لاشعوری طور پر شیطان کی موجودگی، اس سے مدد مانگنے اور اس کی توجہ کھینچنے کے لیے بنائی گئی ہوتی ہیں۔

(6) اوپر گانوں میں جن "Hidden Messages" (پوشیدہ پیغامات) کا ذکر کیا گیا ہے، ان شیطانی پیغامات کی ترسیل کا یہ کام دنیا کی ہر زبان کی موسیقی میں ہو رہا ہے۔ کیا پاکستان میں بھی کسی نے دیسی اسٹائل میں ایسا کچھ کرنے کی کوشش کی؟ تحقیق کی جائے تو جواب اثبات میں ملتا ہے اور کیوں نہ ملے کہ پاکستان تو ''برادری'' کا خصوصی ہدف ہے۔ 21 مارچ 99ء کو ایک انگریزی اخبار کے آرٹیکل سے معلوم ہوتا ہے کہ 1995ء کے آغاز میں لاہور کے ایک صحافی نے گانوں کی کچھ کیسٹوں کی 500 کاپیاں خود تیار کروا کے لوگوں میں مفت تقسیم کیں۔ لوگوں نے ان کیسٹوں کی آوازیں سن کر محسوس کیا کہ ان Tapes میں کچھ پراسرار آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں۔ ان لوگوں کی تصدیق کچھ تو بعض کے آرٹیکلز سے ہوئی۔ ان گانوں کو غور سے سننے پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی پکار رہا ہو: ''ابلیس ابلیس!'' کسی کیسٹ میں ''Jewcola'' کے الفاظ سنائی دیتے۔ ان گانوں کے کیسٹ ''آتشی راج'' کے فرضی نام سے تیار کیے گئے اور بینڈ کا نام ''عذاب'' تھا۔ (ابلیس کا مادہ آگ سے بنا ہے اور آگ جہنم کا اصل عذاب ہے) جب کیسٹ تیار کرنے والے کی ملاقات ایک صحافی سے ہوئی اور اس نے ان کیسٹوں کی پراسرار آوازوں کی حقیقت پوچھی تو اس نے یہ کہہ کر مذاق میں ٹال دیا کہ دراصل اس نے یہ پیغامات معاشرے کے اوپر ایک طنز اور ایک انتقامی ردعمل کے طور پر ریکارڈ کروائے۔ یہ شخص جلد مزید Tapes مارکیٹ میں لانے کا ارادہ رکھتا ہے۔''

خبر کے آخری جملے کا مطلب ہے ایسی اور بھی کیسٹیں مارکیٹ میں آئیں اور انہوں نے ''ابلیس ابلیس'' پکار کر جہنم کی آگ اور عذاب کو دنیا میں ہی ہمارے اردگرد بڑھکا دیا۔ حال ہی میں ہمارے ہاں کے مشہور ترین ٹی وی چینل نے اپنا میوزک چینل ''آگ'' کے نام سے شروع کیا ہے۔ اس کی بھڑکائی ہوئی آگ کی لپٹیں نئی نسل کے ایمان، حب الوطنی اور مثبت صلاحیتوں کو چاٹ

رہی ہیں۔ ان میں مٹکنے اور ٹھمکنے کے منفی جذبات پیدا کر رہی ہیں۔ سوچا جانا چاہیے کہ موسیقی جیسی ''لطیف'' چیز کا آگ جیسی بھڑکتی بھڑکاتی چیز سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ یقینی بات ہے کچھ لوگ ہم سے کھیل رہے ہیں اور اس وقت تک کھیلتے رہیں گے جب تک ہم دین کی طرف لوٹ کر اللہ کی پناہ میں نہیں آجاتے۔ اور ایسا اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک ہم شیطان کے چنگل سے نکلنے کا عزم کر کے شیطانی کام چھوڑنے کا تہیہ نہیں کر لیتے۔

موسیقی پر کیا موقوف ہے؟ ساری انٹرٹینمنٹ کی دنیا فری میسن کی نشانیوں اور کارستانیوں سے بھری پڑی ہے۔ امریکی فلم انڈسٹری میں یہ بات مکمل طور پر نمایاں ہے مگر ٹی وی بھی اس سے پیچھے نہیں۔ عام پروگراموں کو تو رہنے دیجیے۔ فری میسنز نے بچوں کے کارٹونوں تک کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ بچوں کی کہانیاں اور ناول تک اس سے محفوظ نہیں۔ بطور نمونہ سب کی ایک ایک مثال دی جا رہی ہے۔

ٹی وی اور فلمز:

ٹی وی کے ذریعے ایک بہت بڑی تعداد میں ناظرین کو ایک نئے خیال سے متعارف کرایا جا رہا ہے اور وہ وقت شاید بہت زیادہ دور نہیں جب وہ خیال حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آجائے گا۔ بس دنیا کے ذہنوں میں اس خیال کے جاگزیں ہونے کا انتظار ہے۔ وہ خیال ہے: ''ایک گلوبل لیڈر جو دنیا کو مسائل سے نجات دلا سکے۔ آپ آج کل گلوبل کا لفظ بہت سنتے ہوں گے۔ گلوبل ویلیج، گلوبل یونین، گلوبل...... یہ سب کیا ہے؟ عالمی دجالی ریاست کے عالمی لیڈر ''دجال'' کے لیے ذہن سازی ہے۔ ''ریڈیارڈ کپلنگ'' ایک فری میسن مصنف ہے۔ اس کی کتاب "The Jungle Book" پر ہالی ووڈ کی فلم بنائی گئی جس میں شان کونرے، مادیکل کین اور سعید جعفری جیسے میسونک اداکاروں نے نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ کتاب دو سپاہیوں کی کہانی ہے جو انڈیا کے ''قریب'' ایک ملک میں جاتے ہیں۔ ملک کا نام ''کافرستان'' ہے۔ پہنچتے ہی وہاں کے لوگ جنہیں ''کافر'' کہا جاتا ہے انہیں گرفتار کر لیتے ہیں۔ جب انہیں قتل کیا جانے لگتا ہے تو ان میں

سے ایک سپاہی کی گردن کے گرد ہار ڈالتا ہے جس پر میسونک آنکھ کا سمبل کھدا ہوتا ہے۔ کافر اس کو خدا سمجھنے لگتے ہیں اور بعد میں سپاہی بھی اپنے آپ کو خدا سمجھنے لگتا ہے۔ قیدی سپاہی کو خدا کے درجے تک پہنچانے کا کیا مطلب ہے؟ یہ دجال کے خروج کی ریہرسل ہے۔ گلوبل لیڈر کون ہے؟ مسلمانوں کے نظریے کے مطابق دجال ہے۔ حدیث میں آتا ہے: ''کافروں میں سے ایک شخص اُٹھے گا جو اپنی ایک آنکھ سے پہچانا جائے گا۔ وہ دنیا کا لیڈر ہونے کا اعلان کرے گا اور بعد میں خدائی کا دعویٰ۔''

کارٹون:

میٹ گراؤننگ ایک مصدقہ فری میسن ہے۔ یہ ''مسٹر سمپسن Mr. Simpsons'' نامی کارٹون سیریز کا خالق ہے۔ وہ کھلے عام اقرار کرتا ہے کہ: ''وہ ایسے طریقے سے اپنے خیالات کو لوگوں تک پہنچا رہے ہیں کہ وہ بآسانی انہیں ہضم کرسکیں۔'' یہ کارٹون ہمارے بچوں کو دراصل کیا سکھا رہے ہیں؟ ان تک بآسانی ہضم ہونے والے کون سے پیغامات پہنچا رہے ہیں؟ کارٹونوں کے ذریعے بہت سے شیطانی سبق ہمارے بچوں کے معصوم ذہنوں میں انڈیلے جا رہے ہیں۔ جیسا کہ ماں باپ سے بغاوت، حکومت کی جانب سے لگائی گئی جائز پابندیوں کو توڑنا، برے اخلاق اور نافرمانی وغیرہ۔ اخلاقیات کی یہ پامالی معمولی چیز ہے۔ ''برادری'' تو انسانیت کو اس سے کہیں آگے اس مقام پر لے جانا چاہتی ہے۔ جہاں شیطان حکم الٰہی کا انکار کر کے پہنچ گیا تھا۔ فرعون اور شداد نے تو بادشاہی کے بعد خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ فری میسنری بیماری سے شفایاب ہونے والے مریض کو خدائی کا دعوے دار بنا رہی ہے۔ آیئے! دیکھتے ہیں کیسے؟ امریکا جیسے ملک میں کھلے عام یہ سب کچھ کیسے ہو رہا ہے؟

اس کارٹون سیریز کی ایک قسط میں انتہائی پریشان کن صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے۔ اس قسط میں سمپسن فیملی کا سربراہ ''ہومر سمپسن'' ایک گروہ کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ یہ گروہ درحقیقت دجال کی راہ ہموار کرنے والی عالمی یہودی تنظیم ''فری میسنری'' کا ہے۔ گروہ کے ممبران ہومر

سمپسن کے جسم پر پیدائشی نشان دیکھتے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں کہ تم اللہ کے جنے ہوئے ہو جس پر نبوت اترتی ہے۔ یہ نیا رتبہ ہومر سمپسن کو اپنے آپ کو خدا سمجھنے پر مجبور کر دیتا ہے جس کا اقرار وہ ان الفاظ میں کرتا ہے: ''میں ہمیشہ سوچتا تھا کہ کیا کوئی خدا ہے؟ اب مجھے پتا چلا کہ وہ کون ہے؟ وہ تو میں خود ہوں۔'' کچھ لوگ کہیں گے کہ یہ صرف ایک مذاق ہے مگر اللہ کی قسم! یہ مذاق نہیں۔ یہ بے ہودہ مہم ہے۔ یہ ایک بہت بڑا پروپیگنڈا ہے جس کے ذریعے غیر محسوس طریقوں سے لوگوں کی سوچ بدلی جا رہی ہے۔

کہانیاں:

ہیمملین کی "Pipe Piper" انگریزی ادب کی مشہور زمانہ لوک کہانی ہے۔ ریڈرز ڈائجسٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق یہ لوک کہانی فرضی نہیں بلکہ حقیقی کہانی تھی جو کالے جادو اور شیطانیت کے پوشیدہ اسرار پر مبنی تھی۔ شیطان کی پجاری ''برادری'' نے جادو کی تاثیر اور شیطان کی طاقت لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کے لیے یہ کہانی تحریر کروائی اور اسے انگریزی خواں طبقے کے گھر گھر تک، بچے بچے تک پہنچا دیا۔ یہ کہانی کچھ یوں ہے کہ ایک بستی میں چوہوں نے فصلیں تباہ کر دیں۔ لوگوں کے گھروں میں چوہوں نے چیزیں کتر ڈالیں۔ بستی کے لوگ اس آفت سے بہت تنگ آ گئے اور ان کی کوئی تدبیر چوہوں کو مارنے کی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ ایسے وقت میں ایک اجنبی اس بستی میں داخل ہوا۔ اس کو اس مسئلے کا علم ہوا تو اس نے بستی والوں کو اپنی خدمات پیش کیں کہ وہ اس فتنے سے ان کو نجات دلا سکتا ہے۔ اگر بستی والے اس کو مقررہ مقدار میں سونا (سکے) پیش کریں۔ بستی والے اس کی اس شرط پر راضی ہو گئے۔ اس شخص نے شرط طے کرنے کے بعد ایک پائپ (بانسری) منہ کو لگایا اور ایک دھن نکالی۔ اس دھن کا سننا تھا کہ بستی کے ہر کونے سے چوہوں نے نکلنا شروع کر دیا۔ وہ شخص وہ دھن بجاتا ہوا بستی سے باہر نکلا اور تمام چوہے بھی اس دھن کے پیچھے چلتے گئے۔ حتیٰ کہ وہ اجنبی تمام چوہوں کو دریا کے کنارے لے گیا اور تمام چوہے دریا میں گر کر ہلاک ہو گئے۔ یوں بستی والوں کو چوہوں سے نجات ملی، لیکن اس شخص کو وعدے کے

مطابق سونا (رقم) کی ادائی نہیں کی۔ بستی والوں کی اس وعدہ خلافی کا اس شخص نے اس طرح بدلہ لیا کہ اس نے پھر اپنا پائپ منہ کو لگایا اور ایک دوسری دھن نکالی۔ اس کا سننا تھا کہ تمام بستی کے بچے اس دھن کے پیچھے چل پڑے اور وہ شخص دھن بجاتا ہوا بچوں کو اپنے ساتھ لے کر ایسا غائب ہوا کہ پھر وہ شخص ملا نہ بچے۔ موسیقی، کالا جادو اور شیطانی کرتوت تینوں چیزوں کو اس کہانی میں ایسی چابک دستی سے سمو کر پیش کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا غیر شعوری طور پر ان کالی شیطانی چیزوں کے رعب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ یوں انگریزی ادب کے مطالعے کا فیشن اسے جو روگ لگاتا ہے، مرتے دم تک اس کی تلافی نہیں ہو پاتی۔

ناول:

ہیری پوٹر کے ناولوں نے مثالی شہرت حاصل کی اور ریکارڈ بزنس کیا۔ ہمارے ہاں کچھ والدین ایسے تھے جو یورپ کے والدین کی تقلید کرتے ہوئے اپنے بچوں کو یہ ناول پڑھتے دیکھ کر خوش ہوتے تھے کہ ان کے بچے دنیا کے ساتھ چلنا سیکھ رہے ہیں۔ ایسے حضرات مدرسے کے بچوں پر ترس کھاتے تھے...... جن کا ذہن ان شیطانی اثرات سے آلودہ نہ ہوا تھا...... کہ وہ کیا جانیں دنیا کا اسٹائل، آرٹ اور انہیں کیا معلوم ادب لطیف کیا ہوتا ہے؟ ان ناولوں میں کیا تھا؟ جادو، شیطانی طاقتوں، بدروحوں اور ماورائی جادوئی طاقتوں کی محیر العقول کارستانیاں...... ان ناولوں کو پڑھ کر ہمارے بچوں نے کیا حاصل کیا؟ جادو کی ہیبت، اس کے کمالات، اس کے ذریعے مشکل کشائی...... یہ سب کچھ غیر محسوس طریقے سے ان کے معصوم ذہنوں میں فیڈ کر کے انہیں ان ناپاک چیزوں سے مانوس کر دیا گیا تا کہ کل وہ آسانی سے ''عالمی دجالی ریاست'' کے وفادار شہری بن سکیں۔ گویا ہم نے اپنے ہاتھوں اپنے بچوں کو شیطان کے پجاریوں کا وہ فرسودہ مواد خرید کر دیا جو انہیں رحمان سے بغاوت سکھا سکے۔ جو انہیں شیطان کی عبادت کے قریب لے جائے۔

الغرض شیطان کی محنت جاری ہے۔ وہ اور اس کے چیلے ہر رخ سے حملہ آور ہو رہے ہیں۔ وہ انسانیت کو گناہ میں مبتلا کر کے جہنم کا ایندھن بنانا چاہتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں وہ خوش نصیب

لوگ ہیں جو بے سروسامان ہیں۔ بے وسائل اور بے آسرا ہیں لیکن خدا کی محبت کی آس میں، اس کی نصرت کے آسرے پر انسانیت کو جہنم سے بچانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ وہ دین کی طرف رجوع کی دعوت ہر حالت میں دے رہے ہیں۔ وہ شریعت کے نفاذ کی جدوجہد میں ہر لمحے لگے ہوئے ہیں۔ سعادت مند ہے وہ شخص جوان مبارک کوششوں میں اپنا حصہ ڈالے اور خود کو، اپنے بچوں کو اور تمام مسلمانوں کو شیطان کے چنگل سے چھڑا کر رحمٰن کی آغوش میں لانے کی جدوجہد میں شامل ہو، ان تمام گناہوں کو چھوڑنے اور چھڑانے کی جدوجہد کرے جو مغربی تہذیب کے جلو میں ہمارے معاشرے میں پھیلتے چلے جا رہے ہیں۔ موسیقی، فلم، ناول، کارٹون جیسے شیطانی پھندوں سے انسانیت کو چھڑا کر دینِ خالص کی ابدی نعمتوں کا شوق دلانے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اُمتی اور اس فتنہ زدہ دور کا نجات یافتہ خوش قسمت ہے۔

[قارئین کرام کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ان مضامین کی اشاعت کے کچھ عرصے بعد ایسی ڈاکومنٹریز تیار ہو کر آنا شروع ہو گئیں جن سے ان مضامین میں بیان شدہ ایک ایک امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس موقع پر اکثر احباب رابطہ کر کے پوچھتے ہیں کہ آپ کی معلومات کا ''ذریعہ'' کیا ہے۔ یہ عاجز ان سے عرض کرتا ہے کہ ان معلومات کو آپ تک پہنچانے کا مقصد کیا ہے؟ اس کو آپ سمجھ لیں اور آگے سمجھانا شروع کر دیں تو ایک ''دیسی مولوی'' کی محنت ٹھکانے لگ جائے گی جو آپ کے لیے مغرب کے واقف کاروں سے پہلے شیطانی ہتھکنڈوں کی حقیقت بمع شرعی لائحہ عمل کے پہنچانے کے لیے کوشاں ہے۔ انسان کو ''مقصدیت پسند'' ہونا چاہیے نہ کہ شخصیت پرست۔]

دجالی ریاست کے قیام کے لیے جسمانی تسخیر کی کوششیں

(پہلی قسط)

''چونکہ ایک طاقت کی حتمی سلامتی کا مطلب باقی ساری طاقتوں کی حتمی غیر سلامتی ہے اس لیے اس کا حصول صرف فتح سے ممکن ہے۔ جائز فیصلے سے ایسا کبھی نہیں ہوتا۔'' (ہنری کسنجر: دی مائٹ آف نیشن، ورلڈ پولیٹکس ان اوور ٹائم: نیویارک، 1965ء)

☆☆☆

عنوان پڑھ کر پہلے آپ کو کچھ سنسنی محسوس ہوئی ہوگی پھر آپ نے اسے معمول کی چیز یا سنسنی پھیلا کر توجہ حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہوگا۔ ہم آپ کے کسی ردِ عمل کی نفی نہیں کرتے نہ اسے یکسر ناواقفیت قرار دے کر رد کرتے ہیں۔ ہماری آپ سے درخواست ہے کہ پہلے ذیل کا ایک اقتباس پڑھ لیجیے، پھر کچھ ایسے حقائق جو مغرب کے منصف مزاج اور انسانیت پسند محققین نے نادیدہ آنکھوں کی نگرانی اور خفیہ ہاتھوں کی کارستانیوں کی پروا نہ کرتے ہوئے دنیا کے سامنے پیش کیے اور آخر میں ایک نوجوان کا وہ خط جو اس نے جان کی پروا نہ کرتے ہوئے تحریر کیا۔ اس خط سے جہاں دنیا بھر میں سرگرم انسانیت دشمن دجالی قوتیں بے نقاب ہوتی ہیں، وہیں یہ بات بھی سامنے آجاتی ہے کہ پاکستان پر دجال کے کارندوں کی خصوصی نظر ہے اور تاریکی کے فتنے ''دجالِ اعظم'' کے خلاف جو ہدایت یافتہ لشکر اُٹھے گا، اس میں اہلِ پاکستان کا بھی بہت بڑا کردار ہوگا۔ تو آئیے! پہلے مستقبل کی دنیا کا ایک خاکہ جو دجالی قوتوں نے ترتیب دیا، دیکھ لیتے ہیں تاکہ یہ سمجھنے میں

آسانی ہو کہ رحمان کے بندے اس شیطانی مہم سے آگاہی کے بعد کیا کچھ کر سکتے ہیں؟

بارہ سرداروں کے ایک ارب غلام:

ایک عالمی حکومت اور ون یونٹ مانیٹری سسٹم، مستقل غیر منتخب موروثی چند افراد کی حکومت کے تحت ہوگا۔ جس کے ارکان قرونِ وسطیٰ کے سرداری نظام کی شکل میں [یعنی بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے بارہ سرداروں والے نظام کی شکل میں] اپنی محدود تعداد میں سے خود کو منتخب کریں گے۔ اس ایک عالمی وجود میں آبادی محدود ہوگی اور فی خاندان بچوں کی تعداد پر پابندی ہوگی۔ وباؤں، جنگوں اور قحط کے ذریعے آبادی پر کنٹرول کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ صرف ایک ارب نفوس رہ جائیں جو حکمران طبقے کے لیے کارآمد ہوں اور ان علاقوں میں ہوں گے جن کا سختی اور وضاحت سے تعین کیا جائے گا اور یہاں وہ دنیا کی مجموعی آبادی کی حیثیت سے رہیں گے۔''

اس اقتباس میں مستقبل کی ان منصوبوں کی نقشہ کشی کی گئی ہے جو دنیا کی ایک مخصوص قوم کے فتور زدہ دماغ میں پلتے ہیں۔ دنیا میں در پردہ مصروف کار ایک مخصوص گروہ دراصل کرۂ ارض پر بلاشرکت غیرے حکمرانی چاہتا ہے۔ اس کی اپنی تعداد چونکہ بہت کم، محدود اور قلیل ہے اس لیے وہ ہر صورت میں رنگ دار نسلوں اور صاحبِ ایمان افراد کو ختم یا کم کرنا چاہتا ہے۔ یہ تعصب مذہبی بھی ہے اور نسلی بھی۔ اس کی زد میں رنگ دار پسماندہ اقوام بھی آتی ہیں اور جھوٹی خدائی اور جھوٹی نبوت کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو جانے والے صاحبِ عزیمت اہل ایمان بھی۔ اس گروہ کو اپنی نسلی برتری کا جھوٹا زعم ہے۔ اس کے خیال میں وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور چہیتے ہیں۔ ان کے منصوبے کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام رنگ دار اقوام کم تر اہلیت اور اہمیت کی حامل ہیں۔ اس کے باوجود خدشہ یہ ہے کہ وہ محض اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کے زور پر دنیا میں تسلط اور غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔ رنگ دار اقوام کی اس بڑھتی ہوئی آبادی کا مقابلہ کرنے کے لیے امریکا اور یورپ کا اپنی آبادی کو بڑھانا مشکل بلکہ ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔ کیونکہ امریکا اور یورپی اقوام خود اپنے ہی دام میں پھنس کر اپنی آبادی کی شرح خطرناک حد تک کم کر چکی ہیں اور نوبت اب یہاں تک پہنچ چکی ہے

کہ عام یورپی اور امریکی فرد خاندان اور بچوں کے کسی جھنجھٹ میں پڑنا ہی نہیں چاہتا اور "Enjoy thyself" کے معروف مغربی اصول کے تحت اپنی زندگی ذمہ داری سے پاک اور عیش وعشرت سے بھرپور گزارنا چاہتا ہے۔ چنانچہ مغربی پالیسی سازوں کو اب یہی حل نظر آتا ہے کہ دوسرے خطے کے لوگوں کی آبادیاں بھی اس حد تک کم کردی جائیں کہ کبھی ان کے مقابل آنے کا خطرہ پیدا نہ ہوسکے۔ اس کے لیے گزشتہ کئی دہائیوں سے ایک ہمہ جہت مہم چلائی جارہی ہے۔ علمی ونظریاتی سطح پر لٹریچر کی تیاری اور اشاعت، ابلاغی محاذ پر سرگرمی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی میدانوں میں آبادی کے حوالے سے مطلوب پالیسی اقدامات اور ان اقدامات کے لیے بااثر حلقوں کی حمایت کا حصول اس ہمہ گیر مہم کے اہم عنوانات ہیں۔ حکمت عملی یہ ہے کہ براہِ راست بھی اور بالواسطہ طور پر عالمی اداروں کے ذریعے بھی غربت کے خاتمے، اقتصادی ترقی اور ماں بچے کی صحت جیسے پروگرامات کے پردے میں تحدید آبادی کی مہم کو کامیاب بنایا جائے۔ اس ضمن میں اگر ترغیب وتحریص سے کام نہ نکل سکے تو جنگ، جبر، زور زبردستی حتیٰ کہ ایٹمی اور کیمیائی جنگ کے بارے میں بھی سوچنے اور عمل کرنے کے لیے تیار رہا جائے۔ انسانی آبادی کم کرنے کی مہم کو ''فلاح وبہبود'' کا نام دیا جاتا ہے۔ مختلف بیماریوں کے علاج کے لیے مفت گولیوں، ٹیکوں اور قطروں کی فراہمی کو انسان دوستی کہا جاتا ہے۔ یہ نہ فلاح وبہبود ہے اور نہ انسان دوستی۔ یہ انسان کشی کی وہ سنگدلانہ مہم ہے جو انسانیت کو اپنی مرضی کے تحت محکوم ومحدود بنانے کے خبط میں مبتلا ایک گروہ نے برپا کی ہے۔ آپ شاید اس کو مبالغہ یا حساسیت قرار دیں گے لیکن اس مضمون کے اختتام تک ہمارے ساتھ چلتے رہیے تو آپ یقیناً اس نتیجے تک پہنچ جائیں گے جو تحقیق اور حقائق کی تہہ سے برآمد ہوا ہے۔

انسانیت کے خلاف جراثیمی جنگ:

اس وقت ہم دنیا میں خاندانی منصوبہ بندی، تولیدی صلاحیت کم کرنے والی ویکسین وغیرہ کی شکل میں جو عالمگیر مہم چلتی دیکھ رہے ہیں، یہ درحقیقت ایک مخصوص انسانی گروہ (جو خوفناک حد تک

سنگدل اور خود غرض ہے) کے مفاد کے لیے کھیلا جانے والا طاقت، سیاست اور مفادات کا عالمی کھیل ہے جو کہیں ترغیب وتحریص اور کہیں جبرودباؤ کے ذریعے کھیلا جارہا ہے۔ کبھی اس کے لیے انسانیت کا لبادہ اوڑھ لیا جاتا ہے اور کہیں بوقت ضرورت ریاستی طاقت اور ریاستی ادارے جبروتشدد کا ہتھکنڈا استعمال کرتے ہیں۔ مانع حمل گولیوں سے لے کر متعدی جراثیمی بیماریاں پھیلانے تک ایک لرزہ خیز شیطانی سلسلہ ہے جو ابلیس کے نمائندۂ اعظم ''الدجال الاکبر'' کی عالمی حکومت کا خواب پورا کرنے کے لیے چلایا جارہا ہے۔ آیئے! ایک نظر اس شیطانی مہم پر اور پھر یہ دلیرانہ عزم کہ ہم ان شاء اللہ شریعت سے چمٹے رہ کر ساری عمر گزار دیں گے کہ اسی میں ہمارا بچاؤ ہے، اس عالمگیر تباہی سے جس سے ابلیس کے کارندے انسانیت کو دوچار کرنا چاہتے ہیں۔

1970ء کی دہائی تک یہ بات زیادہ سے زیادہ واضح ہوتی جارہی تھی کہ یورپ اور سفید فام امریکا کی آبادی تیزی سے کم ہورہی ہے۔ اگر کچھ نہ کیا گیا تو تیسری دنیا کی اقوام کی آبادی کا بڑھتا ہوا حجم ''فری میسنز'' کے زیر کنٹرول ممالک کی قومی سلامتی کو شدید خطرے سے دوچار کردے گا۔ مغرب جس جنسی آزادی اور بے راہ روی کا شکار ہوگیا ہے، اس کے بعد اب وہ بچوں کی ذمہ داری سنبھالنے پر کسی صورت تیار نہیں۔ مختلف قسم کی ترغیبات اور مراعات کے باوجود مغرب کی مادر پدر آزاد نئی نسل خاندان کی کفالت کرنے یا بچوں کی تربیت کا بوجھ اُٹھانے کے لیے آمادہ نہیں۔ خاندانی نظام کی اس تباہی کا نتیجہ یہ ہے کہ بچوں کی تعداد خوفناک حد تک کم ہوتی جارہی ہے اور صورتِ حال یہی رہی تو مغرب کی قوتِ صارفین (Consumer Power) اور پیداواری صلاحیت کم ہوجائے گی اور نتیجے کے طور پر وہ مکمل طور پر تیسری دنیا کی آبادی پر انحصار کرنے والے بن جائیں گے۔ اس تناظر میں کسی نہ کسی طرح مغربی آبادی اور تیسری دنیا کی آبادی کے درمیان حائل اس خلیج کو پاٹنے کی ضرورت تھی تاکہ عالمی سطح پر مغربی برتری یا زیادہ واضح انداز میں ''میسن برادری'' کے تسلط کو بحال کیا جاسکے۔ 1970ء کی دہائی میں صدر جمی کارٹر نے ''عالمی رپورٹ برائے 2000ء'' تیار کرانے کو کہا۔ رپورٹ کے نتائج میں دنیا بھر کے تقریباً تمام مسائل کا ذمہ دار

''غیر سفید فام'' لوگوں کی آبادی میں اضافے کو ٹھہرایا گیا۔ رپورٹ میں یہاں تک سفارش کی گئی کہ مغرب کی برتری کو بحال کرنے کے لیے 2000ء تک تیسری دنیا کے ممالک کی کم از کم 2 بلین آبادی کو سطح زمین سے مٹا دیا جائے۔ اس کی صورت کیا ہو؟ انسانی آبادی کے خاتمے کا ایک طریقہ تو جنگ ہے، لیکن اس کو شروع کرنا تو انسان کے بس میں ہوتا ہے، ختم کرنا انسان کے بس میں نہیں ہوتا، اس لیے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا جو اس منصوبے کو چلانے والی قوتوں کی انتہائی سنگدلی اور انسانیت دُشمنی پر دلالت کرتا ہے۔ وہ طریقہ اب تک سامنے آنے والی بیماریوں میں سے سب سے زیادہ خطرناک بیماری پھیلانے کی شکل میں تھا۔ مجھے یقین ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں ''ایڈز'' کا ذکر کر رہا ہوں۔ جی ہاں! ایڈز قدرتی بیماری نہیں، مصنوعی جرثوموں کے ذریعے پھیلایا گیا موت کا جال تھا۔

رحم دل عیسائی محققین:

یہ بات انتہائی قابل غور ہے کہ 70ء ہی کی دہائی میں...... یعنی جب یہ مندرجہ بالا رپورٹ پیش کی گئی...... ایڈز کی وبا پھوٹ پڑی جس نے تیسری دنیا کی اقوام کی بہت بڑی آبادی کے ساتھ ساتھ امریکا میں ہسپانوی نژاد، لاطینی امریکا میں آبادی کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ کہا یہ گیا کہ اس بیماری کے وائرس کی ابتدا افریقہ کے سبز بندروں سے ہوئی۔ 2 جون 1988ء کو لاس اینجلس ٹائمز نے ایک آرٹیکل چھاپا جس میں اس آئیڈیا کی تردید کی ہے کہ انسانی وائرس سبز بندروں سے پھیلے ہیں۔ اس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ DNA...... اپنی مثل پیدا کرنے والا مادہ جو جینی یا خلقی خصوصیات کے خاکے کا حامل ہوتا ہے...... ایڈز کے مادہ کی ساخت سبز بندروں کے مادے کی ساخت سے قطعاً جداگانہ تھی۔ بلکہ حقیقت میں یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ایڈز وائرس قدرتی لحاظ سے کہیں بھی نہیں پائے جا سکتے ہیں اور نہ ہی یہ انسانی زندگی کے سسٹم کے اندر زندہ رہ سکتے ہیں۔ اگر وائرس قدرتی لحاظ سے نہیں پایا جاتا تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ وائرس اچانک کہاں سے آ گیا ہے؟ اس سوال کے جواب کے لیے دنیا کو ایک غیر صہیونی امریکی ماہر ڈاکٹر رابرٹ اسٹریکر کا

شکر گزار ہونا چاہیے کہ سب سے پہلے انہوں نے اس راز سے پردہ اُٹھایا۔ راقم دجال (1) میں عرض کر چکا ہے کہ وہ عیسائی حضرات جو صہیونیت کا شکار ہو کر شدت پسند یہودیوں کے ہم نوا نہیں ہوئے اور ان کے دل میں انسانیت کے لیے رحم اور ترس ہے۔ یہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کے بعد ان شاء اللہ مسلمان ہو کر مجاہدینِ اسلام کے ساتھ قافلۂ حق میں شریک ہو جائیں گے۔ ہم سب کو ان کی ہدایت اور خاتمہ بالخیر کے لیے دعا کرنی چاہیے۔

ڈاکٹر رابرٹ بی اسٹریکر ایم ڈی، پی ایچ ڈی 1983ء میں لاس اینجلز میں میڈیسن میں پریکٹس کرتے تھے۔ وہ مشہور پیتھالوجسٹ اور وہ فارماکولوجی میں پی ایچ ڈی بھی رکھتے تھے۔ ان کے بھائی ''ٹیڈ اسٹریکر'' اٹارنی تھے۔ وہ 1983ء میں کیلیفورنیا میں سیکورٹی پیسیفک بینک کے لیے صحت عامہ سے متعلق تجاویز مرتب کر رہے تھے۔ اس وقت دونوں بھائیوں نے نئے مرض ''ایڈز'' سے متعلق تفصیلات معلوم کرنے کے لیے تحقیق کا آغاز کیا اور انہیں ایسے نتائج حاصل ہوئے جو نہ صرف حیرت انگیز بلکہ ناقابلِ یقین تھے۔ انہوں نے اپنی تحقیقات پر مشتمل مقالہ کو ''اسٹریکر میمورنڈم'' کا نام دیا۔

انہوں نے اپنے میمورنڈم میں ثابت کیا ہے کہ ایڈز کے وائرس انسان کے تخلیق کردہ ہیں۔ اس حوالے سے انہوں نے متعدد دستاویزی ثبوت پیش کیے ہیں۔ دوسری طرف امریکی حکومت نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ ایک افریقی باشندے کو ایک سبز بندر نے کاٹ لیا جس کے سبب ایڈز کا مرض پیدا ہوا، لیکن جیسے جیسے ڈاکٹر اسٹریکر کی تحقیقات میں پیش رفت ہوتی گئی، یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ ایک مخصوص مذہبی طبقے سے تعلق رکھنے والے سائنسدانوں نے نہ صرف ایڈز کے وائرس تخلیق کیے بلکہ انہیں پھیلایا بھی گیا۔ اس طرح اب انسانوں کے وجود کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے کیونکہ ایڈز کے وائرس وہی کام کر رہے ہیں جن کے لیے انہیں تخلیق کیا گیا تھا۔ ایڈز کے وائرس متعدی امراض کے وائرس کے سہارے انسانوں میں کینسر کا مرض بھی پیدا کرتے ہیں۔ تحقیق کے اس مرحلہ پر ڈاکٹر اسٹریکر کو یہ بات کھٹکنے لگی کہ امریکی حکومت، ایڈز کے نام نہاد ماہرین اور ذرائع

ابلاغ عوام کو غلط معلومات فراہم کر کے گمراہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر اسٹریکر نے اپنے میمورنڈم میں حقائق کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

''1- ایڈز کا مرض انسان کا تخلیق کردہ ہے۔

2- ایڈز ہم جنسیت کے سبب لاحق نہیں ہوتا۔

3- ایڈز کا مرض مچھروں کے ذریعے بھی پھیلتا ہے۔

4- کنڈوم استعمال کر کے ایڈز سے محفوظ نہیں رہا جا سکتا۔

5- کسی بھی ویکسین سے ایڈز کا علاج ممکن نہیں۔

ڈاکٹر اسٹریکر نے خطرناک دستاویزات پر مشتمل اپنی ایک رپورٹ ''بائیو الرٹ اٹیک'' (Bio Alert Attack) کے نام سے مرتب کی اور امریکا کی ہر ریاست کے گورنر، صدر، نائب صدر، ایف آئی، سی آئی اے، ناسا اور کانگریس کے منتخب ارکان کو بھیجی، لیکن ڈاکٹر اسٹریکر کو اس وقت حیرت ہوئی جب حقائق پر مبنی رپورٹ موصول ہونے پر صرف تین گورنروں نے جواب دیے، اور حکومت کی طرف سے تو کوئی جواب ہی نہیں ملا۔ چنانچہ 1985ء میں ڈاکٹر اسٹریکر نے حکومت سے کہا کہ ہر وہ شخص جس میں ایڈز کے وائرس موجود ہوں، قبل از وقت انتہائی اذیت کے ساتھ مر جائے گا، لیکن حکومت نے اس کے جواب میں کہا: ''یہ بیہودگی ہے۔''

ڈاکٹر اسٹریکر نے ایک اچھے سائنسدان کی طرح متعدد مقالے لکھ کر امریکا میں تمام ممتاز میڈیکل جرنل کو بھیجے، لیکن انہوں نے اسے شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر اسٹریکر نے اپنی تحقیقاتی رپورٹ یورپ میں شائع کرانے کی کوشش کی، لیکن یہاں بھی انہیں یہ دروازہ بند ملا۔ پھر انہوں نے امریکی ٹی وی پر اپنی رپورٹ پیش کرنے کی کوشش کی، لیکن یہاں بھی انہیں ناکامی ہوئی، تاہم ایک نیشنل ریڈیو نٹ ورک نے ایک ممتاز کمپیئر کی موجودگی میں ڈاکٹر اسٹریکر کا انٹرویو کیا، لیکن بعد ازاں اس نے بھی اسے نشر کرنے سے انکار کر دیا اور وجوہات بھی ظاہر نہیں کیں۔

چنانچہ اس صورتحال میں یہ امر قابلِ غور ہے کہ ڈاکٹر ہے کہ ڈاکٹر اسٹریکر کی تحقیقاتی رپورٹ میں

ایسی کون سی دھماکہ خیز بات ہے جسے امریکی ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات نے شائع کرنے سے انکار کر دیا۔

حکومت یا ذرائع ابلاغ عوام کو حقائق سے آگاہ کرنے میں کیوں پس وپیش کر رہے ہیں؟ ہم سب یہ جانتے ہیں کہ ایک بادشاہ کے لیے جھوٹ کو سچ کر دکھانا آسان ہوتا ہے، لیکن ایک گداگر کے لیے حق بات کو عام کرنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ بہر حال ڈاکٹر اسٹریکر نے کہا کہ بہر صورت ہم ایڈز کے متعلق حقائق بیان کر رہے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہزاروں مریضوں کے متعلق حقائق سے آپ کو آگاہ نہیں کیا جا رہا۔

ڈاکٹر اسٹریکر نے یہ سوال اُٹھایا ہے کہ ماہرین سبز بندروں اور ہم جنسی کو اس موذی امراض ایڈز کی بنیاد کیوں بتاتے ہیں؟ جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انسان نے ایڈز کے وائرس تخلیق کیے تو وہ کیوں ہم جنسی اور منشیات کو اس کی بنیاد قرار دیتے اور اس کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں؟ اگر افریقا میں یہ مرض مختلف جنسی امراض کے ذریعے پھیلا اور اگر حقیقت میں سبز بندر ہی اس موذی مرض کا منبع ہے تو پھر افریقا، ہیٹی، برازیل، امریکا اور جنوبی جاپان میں یہ مرض ایک ہی وقت میں کیوں پھیلا؟ اس لیے کہ ایڈز کے وائرس یہودی سائنس دانوں نے تجربہ گاہوں میں تیار کیے اور یہ خود بخود وجود میں نہیں آئے۔ چنانچہ ڈاکٹر اسٹریکر نے اس موقف کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''اگر ایسا آدمی جس کے نہ ہاتھ ہوں اور نہ پیر، اور وہ ایک تقریب میں اچھا لباس پہن کر آئے تو اس کا یہ مطلب ہو گا اس کو کسی نے کپڑے پہنائے ہیں۔''

ڈاکٹر تھیوڈور اسٹریکر کی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''نیشنل کینسر انسٹیٹیوٹ'' اور ''عالمی ادارۂ صحت'' نے مشترکہ طور پر فورٹ ڈیٹرک (اب NCI) کی تجربہ گاہوں میں ایڈز کے وائرس تخلیق کیے، انہوں نے دو مہلک وائرسز ''بوئین لیکومیا وائرس'' (Bovine Leukemia Virus) اور ''شیپ وسنا وائرس'' (Sheep Visna Virus) کو ملایا اور انہیں انسانوں کی بافتوں میں انجکشن کے ذریعہ داخل کیا، جس کے نتیجہ میں ایڈز کے وائرس پیدا ہوئے اور جن انسانوں میں یہ

وائرس تخلیق کیے گئے وہ صد فیصد مہلک ثابت ہوئے۔ رفتہ رفتہ دوسروں کو تباہ کرنے کی کوشش خود امریکیوں کے گلے کا پھندا بن گئی اور لاکھوں امریکی اس کی ہلاکت کا باعث ثابت ہوئی۔

ڈاکٹر اسٹریکر کی یہ تحقیق سامنے آنے کے بعد 4 جولائی 1984ء کو انڈیا میں دہلی کے نیوز پیپر The Patriot میں ایک آرٹیکل چھپا جس میں ایڈز کے متعلق پہلی بار یہ تفصیل بیان کی گئی کہ ایڈز حیاتیاتی جنگ کا ایک متوازی ذریعہ بنتا جا رہا ہے۔ اخبار نے ڈاکٹر اسٹریکر کو ایک گمنام امریکن ماہر ظاہر کر کے نقل کیا کہ ایڈز کا وائرس امریکی آرمی کے ماتحت چلنے والی ایک حیاتیاتی لیبارٹری میں جو فریڈرک کے قریب فورٹ ڈٹرک میں ہے، میں تیار کیا گیا۔ پھر 30 اکتوبر 1985ء کو سوویت یونین کے روزنامہ "Glitterg" میں ایک کالم نگار "Liternia Gazetta" نے وہی الزام دہرایا جو انڈین نیوز پیپر کی جانب سے لگایا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ ایک بین الاقوامی بحث کی شکل اختیار کر گیا۔ تاہم ''برادری'' کے تحت چلنے والے میڈیا نے یہ سب کچھ کمیونسٹوں کی بلیغانہ بھڑک قرار دے کر رد کر دیا۔

26 اکتوبر 1986ء کو سنڈے ایکسپریس وہ پہلا مغربی اخبار تھا جس نے اس موضوع پر ''فرنٹ پیج اسٹوری'' کا آغاز کیا جس کا عنوان ''AIDS made in lab shocks'' تھا جس نے انڈیا اور سوویت یونین کے انکشافات کی تصدیق کی۔ اس آرٹیکل میں دو نامور ماہرین ڈاکٹر جان سیل اور پروفیسر جیکب سیگال جو برلن یونیورسٹی کے شعبہ حیاتیات کے ریٹائرڈ ڈائریکٹر ہیں، ان دونوں کے حوالے سے یہ حتمی رائے نقل کی گئی کہ ایڈز وائرس انسانی بنائے ہوئے ہیں۔ ان دونوں کے اس بیان نے گویا اس موضوع پر بحث کو ختم کر دیا اور یہ بات حتمی طور پر سامنے آ گئی کہ ایڈز کی شکل میں پسماندہ انسانیت کو موت کا تحفہ دینے والے سنگ دل یہودی سائنس دان عام انسانوں کے لیے رتی بھر ترس کے جذبات دل میں نہیں رکھتے۔

یہاں تک اتنی بات تو طے ہو گئی کہ طبی تاریخ میں خطرناک ترین سمجھا جانے والا ''ایڈز وائرس'' انسانوں نے خود بنایا ہے۔ یہ خطرناک چیز کیوں بنائی گئی ہے اور پھیلائی کیسے جاتی ہے؟ اس کی

طرف آتے ہیں۔ ایڈز کا ہنگامہ ویکسین پروگرام کے ساتھ دنیا بھر میں جوڑا جاتا رہا ہے۔ معروف انٹرنیشنل نیوز پیپر "London Times" نے ایک فرنٹ اسٹوری آرٹیکل شائع کیا جس کا عنوان تھا: 'Small packs vaccine Triggered AIDS'' یہ آرٹیکل چیچک ویکسین پروگرام اور ایڈز کے ہنگامے اور پھوٹ پڑنے والی وباؤں کے درمیان تعلق ثابت کرتا ہے۔ ان علاقوں میں جن میں ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن اس ویکسین پروگرام کو منظم انداز میں چلا رہی تھی ایڈز کا پھیلاؤ واضح طور پر سامنے آ رہا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق ''عالمی تنظیم صحت'' یہ پروگرام 50 سے 70 ملین لوگوں کے درمیان وسطی افریقہ کے مختلف ممالک میں چلا رہی تھی۔ یاد رہے کہ ''ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن'' اقوامِ متحدہ کا ذیلی ادارہ ہے جو کرۂ ارض کے باشندوں کی صحت کے ''تحفظ'' اور ''بہتری'' کے لیے بنایا گیا ہے۔ یعنی وہی دجل وفریب جو دجالی قوتوں کا خاصہ ہے یہاں بھی اپنا آپ دکھاتا اور منواتا نظر آ رہا ہے۔

ویکسین پروگرام کی آڑ میں:

ماہرین کے مطابق متعدد شہادتیں ثابت کرتی ہیں کہ ایڈز ایک جینیاتی وائرس ہے جو ویکسین پروگرام کے ذریعے تیسری دنیا کے ممالک میں پھیلایا جا رہا ہے۔ یہ جراثیمی جنگ کمزور اور معصوم لوگوں کے خلاف ہے جس کا مقصد زمینی وسطی خلقت کو مکمل طور پر تباہ کرنا ہے۔ ایڈز اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ یہ دجالی ''برادری'' کے گرینڈ ماسٹرز کا اپنی آبادی کی کمی اور ''غیر برادری'' کی کثرت کے باوجود دنیا پر تسلط حاصل کرنے کا آخری حل ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ''جیوش اکانومک پالیسی'' کو دنیا پر مسلط کیا جائے جس کی وجہ سے کرۂ ارض کی مکمل سلطنت فری میسن کے ہاتھ میں ہوگی۔

دجالیات کے نامور ماہر اسرار عالم کی شہادت ملاحظہ فرمائیے۔ وہ اس راز سے پردہ اُٹھاتے ہوئے کہتے ہیں:

''اسی ذیل میں ابلیس اور یہودیت کا ایک اور ذہن کارفرما ہے اور وہ ہے اہلِ ایمان کے تعلق

سے۔ چنانچہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں اگر انہیں بھی ملائکہ کی طرح Genome اور جینیٹک کوڈ معلوم ہو جائے تو وہ بھی اپنے دشمنوں اور بالخصوص اہلِ ایمان اور اہل اللہ کو اسی طرح ''بندر''، ''کتا'' اور ''خنزیر'' میں بدل ڈالیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو بدل ڈالا ہے۔ ''جین تھیراپی'' (Gene Theraphy) کے تحت بنیادی طور پر اسی مشن کو پورا کیا جارہا ہے۔ بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہے کہ ہیپاٹائٹس بی (Hepatitis B) نامی خودساختہ اقدامی بیماری کے علاج کے لیے جو ٹیکہ دیا جاتا ہے اسے کیرون کاری کمبی ویکس ایچ بی (Chiron's Recombivax HB) کہا جاتا ہے جو دراصل ایک جینیٹک انجینئرڈ ویکسین ہے۔ ہیپاٹائٹس بی کی حقیقت صرف اس بات سے معلوم ہو جائے گی کہ WHO کے مطابق یہ بیماری اسرائیل کو چھوڑ کر ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ دنیا میں اب تک 50 کروڑ لوگوں کو اس کا ٹیکہ دیا گیا۔ اسرائیل میں نہ یہ بیماری پائی جاتی ہے اور نہ ٹیکہ دیا گیا۔ اس کی مہمیں ساری دنیا میں چلائی جارہی ہیں۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ یہ علاج ہے نہ علاج کا تجربہ۔ یہ تو اس مشن کے ہزاروں تجربوں میں سے ایک تجربہ ہے جس کے تحت اپنے دشمنوں کی نسل کو نسلاً بعد نسل بندر، کتا اور خنزیر بنانے کی بات سوچی جارہی ہے۔'' (معرکۂ دجالِ اکبر، ص:81)

کہانی آگے بڑھتی ہے:

ایڈز کے علاوہ بھی کچھ وائرس بنائے جا چکے ہیں، لیب میں محفوظ ہیں اور بوقت ضرورت بے دھڑک استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ سن کر آپ کو انتہائی صدمہ ہوگا کہ ہمارا ملک پاکستان ان جراثیمی بیماریوں کے پھیلاؤ کا مرکزی ہدف ہے۔ مجھے بھی شدید صدمہ ہوا تھا اور یہ صدمہ اس وقت شدید ترین ہو گیا جب مجھے ان افواہوں کی تصدیق ایک مضمون کی شکل میں موصول ہوئی۔ اس مضمون میں ایک صاحب قلم نے جو اپنا نام پردۂ اخفا میں رکھنا چاہتے تھے، میں شہزاد نامی نوجوان کی سچی کہانی کے ذریعے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ ہمارے ملک میں ایک ظالمانہ شیطانی مہم منظم طریقے سے چل رہی ہے۔ میں آپ کو اس صدمے میں اپنے ساتھ شریک کرتا ہوں جو مجھے یہ کہانی

سن کر ہوا، تاکہ ہم سب مل کر اس شیطانی مہم کا کوئی توڑ سوچ سکیں۔ ملاحظہ فرمائیں پہلے ایک کالم پھر اس کالم سے پھوٹ پڑنے والے تجسس اور سراغ رسانی کی رُوداد جو دھیرے دھیرے آگے بڑھتی ہے۔ (جاری ہے)

دجال کے سائے

ایک بگڑے نوجوان کی آپ بیتی

دجال کے ہرکاروں اور دشمنانِ انسانیت کے کالے کرتوت،
اسرائیل سے قادیان تک پھیلی ہوئی ابلیسی تحریک

(دوسری قسط)

پاکستان کے خلاف حیا تیاتی جنگ:

''یہ جولائی 2007ء کی بات ہے۔ لاہور کا ایک خوبرو نوجوان شہزاد ملک کے ایک مشہور ومعروف قومی اخبار کا مطالعہ کرر ہا تھا۔ اخبار کے ورق الٹتے ہوئے اچانک اس کی نظر کلاسیفائیڈ اشتہارات پر پڑی۔ پھر ان میں سے ایک اشتہار پر اس کی نگاہیں گڑ کر رہ گئیں: ''دوستیاں کیجیے...... کامیاب بنیے'' اشتہار میں بتایا گیا تھا کہ ہر نوجوان دیے گئے رابطہ نمبروں پر کال کر کے نئے دوست تلاش کرسکتا ہے۔ جو لڑکے بھی ہو سکتے ہیں اور لڑکیاں بھی...... یہ نئے تعلقات اس کی زندگی میں نئی جان ڈال دیں گے۔

شہزاد ان دنوں ویسے بھی فارغ تھا۔ اس کی زندگی بے مزہ گزر رہی تھی۔ ایسے اشتہارات اس نے پہلے بھی دیکھے تھے مگر اب اس نے پہلی بار انہیں آزمانے کا ارادہ کیا۔ اس نے اشتہار میں دیے گئے نمبروں پر رابطہ کیا۔ اس رابطے کے نتیجے میں اسے کئی لڑکوں اور لڑکیوں کا تعارف کرایا گیا۔ ان کے فون نمبر زدیے گئے۔ شہزاد نے ان میں سے ایک لڑکی ''روحی'' کو دوستی کے لیے منتخب کیا اور اس کے نمبر پر کال کی۔ دونوں میں ہیلو ہائے ہوئی۔ پھر باقاعدہ ملاقات کے لیے جگہ کا تعین ہوا۔ لڑکی نے خود بتایا کہ وہ لاہور کے فلاں جوس سینٹر میں مل سکتی ہے۔

شہزاد وہاں پہنچ گیا۔اس طرح روحی سے اس کی پہلی ملاقات ہوئی۔اس ملاقات نے اسے ایک نئی دنیا کی سیر کرائی۔عیش وعیاشی کی دنیا، رنگ رلیوں کی دنیا، جہاں شرم وحیانامی کوئی شے نہیں ہوتی۔روحی اس دنیا میں داخلے کا دروازہ تھی۔آگے لڑکیوں کی ایک لمبی قطار تھی۔شہزاد کی دوستیاں بڑھتی چلی گئیں۔اسے ہوش تب آیا جب اسے جسم میں شدید توڑ پھوڑ کا احساس ہوا۔اس نے ڈاکٹروں سے معاینہ کروایا تو پتا چلا کہ وہ ایڈز کا مریض بن چکا ہے۔شہزاد کے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ وہ اپنا علاج کراتا۔تب انہیں گروہ کے سرکردہ افراد نے علاج کی پیش کش کی مگر شرط یہ تھی کہ وہ ان کے گروہ کے لیے کام کرے۔شہزاد کو موت سامنے نظر آرہی تھی۔وہ ہر خطرناک سے خطرناک اور ناجائز سے ناجائز کام کے لیے تیار ہوگیا۔ویسے بھی حلال وحرام کا فرق تو وہ کب کا بھول چکا تھا۔

گروہ کے منتظمین خود سات پردوں میں تھے۔وہ شہزاد کو اپنی لڑکیوں کے ذریعے مختلف کام بتاتے تھے۔یہ کام عجیب وغریب تھے۔شہزاد ایک پڑھا لکھا اور ذہین نوجوان تھا۔جلد ہی وہ گروہ کے کاموں کو خاصی حد تک سمجھ گیا۔گروہ کے منصوبے آہستہ آہستہ اس پر عیاں ہونے لگے۔یہ منصوبے بے حد خوفناک تھے۔یہ گروہ ملک میں ایڈز کا وائرس پھیلا رہا تھا۔ہیپاٹائٹس سی کی بیماری کو فروغ دے رہا تھا۔ہزاروں افراد اس کا نشانہ بن چکے تھے۔آزاد خیال نوجوان، ہسپتالوں کے مریض اور جیلوں کے قیدی اس کا خاص ہدف تھے۔آزاد خیال نوجوانوں کو دوستی کے اشتہارات کے ذریعے پھنسایا جاتا تھا۔یہ اشتہارات میڈیا میں مختلف عنوانات سے آرہے تھے۔ان کے ذریعے نوجوانوں کا تعلق جن لڑکیوں سے ہوتا تھا وہ ایڈز اور دوسری مہلک بیماریوں میں مبتلا تھیں۔ان سراپا بیمار عورتوں کو مختلف این جی اوز سے اکٹھا کیا گیا تھا۔ان عورتوں کی بیماری اس درجے کی تھی کہ ان کے ساتھ اختلاط سے بھی انسان ایڈز میں مبتلا ہو سکتا تھا، مگر گروہ کے لوگ اس پر اکتفا نہیں کرتے تھے۔ان کا انتظام اتنا پختہ تھا کہ لڑکی سے پہلی ملاقات کے وقت نوجوان جو مشروب (جوس، کولڈ ڈرنک یا شراب) پیتا تھا، اس میں پہلے سے خطرناک جراثیم ملا دیے جاتے تھے۔ایڈز

کی کئی مریضائیں معقول علاج، بہتر معاوضے اور عیش وعشرت کی چند گھڑیوں کے عوض اس گروہ کے لیے یہ کام کرتی تھیں، جبکہ بہت سی عورتیں جو زمانے سے انتقام لینا چاہتی تھیں، رضا کارانہ طور پر سرگرم تھیں۔ ان میں سے کئی ایک کا تعلق بھارت سے تھا۔ بہت سی عورتیں مجبور ہو کر یہ کام کر رہی تھیں کیونکہ ان کے بچے اس گروہ کے قبضے میں تھے۔ ان سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر وہ احکام کی تعمیل کرتی رہیں۔ ایڈز پھیلاتی رہیں تو ان کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوا کر ان کا مستقبل شاندار بنا دیا جائے گا۔

ان بے فکرے نوجوانوں کے علاوہ ہسپتالوں، پاگل خانوں اور جیل خانوں کے مریض ان کا دوسرا ہدف تھے۔ یہ گروہ پاکستان کے طول وعرض میں ایسی لاکھوں سرنجیں پھیلا رہا تھا جو ایڈز یا ہیپاٹائٹس سی کے مریضوں کے خون سے آلودہ ہوتی تھیں۔ کئی بڑے ہسپتالوں میں اس گروہ کے ایجنٹ موجود تھے۔ وہاں آنے والی سرنجوں میں یہ ایڈز اور ہیپاٹائٹس زدہ سرنجیں ایک مخصوص تناسب سے ملی ہوتی تھیں۔ اتنی سرنجوں کو آلودہ کرنے کے لیے گروہ نے پاگل خانوں میں سرگرم اپنے ایجنٹوں کے ذریعے پاگل افراد کو اپنا نشانہ بنایا ہوا تھا۔ ان کو ایڈز یا ہیپاٹائٹس سی میں مبتلا کرنے کے بعد ان کا خون بڑی مقدار میں نکالتے رہنے کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

گروہ کا تیسرا ہدف جیل کے قیدی تھے۔ ان میں سے کم مدت کی سزا پانے والے حد درجہ منفی اور لادینی ذہنیت رکھنے والے قیدیوں کو خاص تجزیے کے بعد منتخب کر کے علاج کے بہانے ایڈز زدہ کر دیا جاتا تھا۔ جب یہ قیدی رہا ہوئے تو بیماری کے باعث ان کا کوئی مستقبل نہ ہوتا تھا۔ یہ گروہ ان سے رابطہ کر کے انہیں اپنا رضا کار بنا لیتا تھا۔ یہ قیدی ویسے ہی تخریبی ذہن کے ہوتے تھے۔ اپنی محرومیوں کا دنیا سے بدلہ لینے کے لیے وہ ایڈز پھیلانے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ انہیں کانوں کان یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ انہیں ایڈز میں مبتلا کرنے والے ''مہربان'' یہی ہیں۔

گروہ کا ایک خاص کام دوسرے لوگوں کی اسناد کو اپنے کارکنوں کے لیے استعمال کرنا تھا۔ اس مقصد کے لیے اخبارات میں تبدیلی نام اور ولدیت کے اشتہارات شائع کر دیے جاتے۔ گروہ

کے کسی کارکن کو کسی ملازمت کے لیے جو مطلوبہ سند درکار ہوتی، اس کا انتظام اس طرح ہوتا تھا کہ پہلے کمپیوٹر پر اپنے کارکن کی ولدیت سے ملتے جلتے نام والی ولدیت سرچ کی جاتی۔ مثلاً: ظفر ولد جمیل کو کہیں بھرتی کرانا ہوتا تو نیٹ سے جمیل نام کی ولدیت رکھنے والے افراد کی فہرست حاصل کرلی جاتی۔ پھر ظفر کا تبدیلیِ نام کا اشتہار شائع کرا کے تبدیل کر دیا جاتا۔ اس طریقے سے گروہ کے ان گنت افراد کو ڈپلی کیٹ اسناد دلوا کر پولیس، خفیہ ایجنسیوں اور فوج میں بھرتی کیا جارہا تھا۔ جیل خانوں، ہسپتالوں اور پاگل خانوں میں بھی ان کی خاصی تعداد پہنچادی گئی تھی۔

گروہ کی آمدن کے کئی ذرائع تھے۔ شہزاد کو اتنا معلوم ہوسکا کہ بڑی گرانٹ اسے باہر سے ملتی ہے۔ دیگر ذرائع خفیہ تھے۔ البتہ ایک ذریعہ آمدن بہت واضح تھا۔ وہ ایڈز اور دوسرے مہلک امراض کی ادویہ کی تجارت کا۔ ایک طرف تو خود یہ گروہ ان امراض کو پھیلارہا تھا اور دوسری طرف ان کی ادویات منہ مانگے داموں فروخت کرکے بے تحاشا دولت کمارہا تھا۔

ایک مدت تک شہزاد بھی اپنا دین وایمان بھول کر اس گروہ کے لیے کام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ان کے قابل اعتماد کارکنوں میں شامل ہوگیا۔ تب ایک دن گروہ کے سرکردہ افراد نے اسے طلب کیا اور حیرت انگیز حد تک پرکشش مراعات کی پیش کش کی مگر ساتھ ہی ایک غیر متوقع مطالبہ بھی کیا۔

"تم قادیانی بن جاؤ۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو آخری نبی مان لو۔" شہزاد ہکا بکا رہ گیا۔ آج اسے معلوم ہوا کہ یہ گروہ قادیانی ہے۔ اُس نے سوچنے کی مہلت طلب کی اور اس کے بعد مزید کھوج میں لگ گیا۔ اس جستجو میں گروہ کی ایک پرانی کارکن "روبینہ" نے اس کی مدد کی۔ روبینہ نے جو انکشافات کیے وہ شہزاد کے لیے کسی ایٹمی دھماکے سے کم نہیں تھے۔ اس نے بتایا: "بلاشبہ یہ قادیانی گروہ ہے مگر اکیلا نہیں۔ یہ ایک بیرونی خفیہ ایجنسی کی سرپرستی میں کام کررہا ہے۔ یہ کام ایک وسیع جنگ کے تناظر میں ہورہا ہے۔ اسے ہم حیاتیاتی جنگ (Biological war) کہہ سکتے ہیں۔"

قارئین! شہزاد کی یہ سچی کہانی چندروز قبل ہی سامنے آئی ہے۔ اسے پڑھ کر میں لرز گیا ہوں۔ میں اس پر یقین نہ کرتا شاید آپ بھی اسے سچ ماننے میں متذبذب ہوں۔ کیونکہ یہ بات حلق سے اُترنا واقعی مشکل ہے کہ آیا کوئی گروہ بلاتفریق لاکھوں کروڑوں پاکستانیوں کو اس طرح خفیہ انداز میں قتل کرنا کیوں چاہے گا؟ امریکا کی جنگ تو مجاہدین سے ہے۔ قادیانیوں کی لڑائی تو علماء اور ختمِ نبوت والوں سے ہے۔ انہیں عوام کے اس قتلِ عام سے کیا حاصل ہوگا؟ شہزاد کی کہانی میں اس کا جواب نہیں ملتا، مگر اس کا جواب خود یورپی میڈیا پر آنے والی رپورٹوں سے مل سکتا ہے۔ ان رپورٹوں کے مطابق اس وقت یورپ اور امریکا میں انسانی آبادی تیزی سے نمٹنے کا خطرہ واضح طور پر محسوس ہو رہا ہے۔ وہاں کے ''فری سیکس'' معاشرے میں اب کوئی عورت ماں بننا چاہتی ہے نہ کوئی مرد باپ۔ تقریباً ہر فرد کا یہ ذہن بن چکا ہے جب جنسی تسکین کے لیے آزاد راستے موجود ہیں تو شادی کا بندھن اور بچوں کا جھنجھٹ سر کیوں لیا جائے؟ اس بظاہر پُر فریب خیال کے پیچھے اجتماعی خودکشی کا طوفان چلا آرہا ہے۔ جس قوم کے اکثر لوگ بچے پیدا نہ کرنا چاہتے ہوں وہاں شرح پیدائش کیوں کم نہ ہوگی؟ چنانچہ وہاں اب آبادی تیزی سے سمٹنے لگی ہے۔ سابق امریکی صدارتی اُمیدوار پیٹرک جے بکاچن نے واضح طور پر لکھا ہے: ''2050ء تک یورپ سے دس کروڑ افراد صرف اس لیے کم ہو جائیں گے کہ متبادل نئی نسل پیدا نہیں ہوگی۔'' اس نے لکھا ہے: ''2050ء تک جرمنی کی آبادی 8 کروڑ سے گھٹ کر 5 کروڑ 90 لاکھ رہ جائے گی۔ اٹلی کی آبادی 5 کروڑ سے کم ہو کر صرف 4 کروڑ رہ جائے گی۔ اسپین کی آبادی میں 25 فیصد کمی ہو جائے گی۔''

یہ وہ صورتِ حال ہے جس سے گھبرا کر مغربی دنیا کی حکومتیں عوام کو افزائش نسل کی ترغیبات دینے پر مجبور ہو گئی ہیں مگر کتے بلیوں کی طرح آزادانہ جنسی ملاپ کے عادی گورے اب کسی بھی قیمت پر یہ آزادی کھونا نہیں چاہتے۔ کوئی بڑے سے بڑا انعام انہیں بچے پالنے کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے سنجیدہ نہیں بنا سکتا۔ یہ بات درجہ یقین کو پہنچ گئی ہے کہ اس صورتِ حال کا تدارک نہ ہونے کے باعث 50، 60 سال بعد دنیا میں عیسائی اقلیت میں رہ جائیں گے اور کرۂ ارض پر 60

سے 65 فیصد آبادی مسلمانوں کی ہوگی جو اپنی نسل مسلسل بڑھا رہے ہیں۔ خود یورپی ممالک میں کئی بڑے بڑے شہروں میں مسلم آبادی 50 فیصد کے لگ بھگ آجائے گی۔ اس صورتِ حال میں مغربی طاقتوں نے اپنے ہاں افزائش نسل سے زیادہ توجہ مسلم دنیا کی نسل کشی پر دینا شروع کر دی ہے۔ پاکستان کو اس مقصد کے لیے پہلا ہدف اس لیے بنایا گیا ہے کہ یہ مسلم دنیا میں آبادی کے لحاظ سے تین بڑے ملکوں میں سے ایک ہے۔ پھر یہاں کی آبادی اپنی اسلام پسندی، علماء و مدارس کی کثرت اور جہادی پس منظر کی وجہ سے پہلے ہی مغرب کا خاص ہدف ہے۔ اس کے علاوہ یہاں مغرب کے مددگار قادیانیوں کا مضبوط نیٹ ورک ہے۔ چنانچہ یہودی لابی اس مقصد کے لیے متحرک ہوگئی ہے۔ اس کے لیے پاکستان کے قادیانی اس کے شریک کار بن گئے ہیں۔ شہزاد جیسے ہزاروں لڑکے اور روحی جیسی ہزاروں لڑکیاں ان کے چنگل میں ہیں۔ اپنے ایڈز زدہ جسموں کے ساتھ وہ طوعاً و کرہاً ان کے لیے کام کر رہے ہیں۔

شہزاد کے بیان کے مطابق قادیانی گروہ ایک بیرونی خفیہ ایجنسی کے اس تعاون کو پاکستان کے سیکیورٹی اہداف کے خلاف بھی استعمال کر رہا ہے۔ جراثیم زدہ لڑکیوں کا نیٹ ورک ملٹری فورسز اور دوسرے خفیہ اداروں کے محبّ وطن افراد تک پھیلانے کی کوششیں پوری سرگرمی سے جاری ہیں جن کا نوٹس لینا ضروری ہے۔

مجھے یہ حساس ترین معلومات دیتے ہوئے شہزاد نے واضح طور پر آگاہ کیا کہ اسے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔ قادیانیوں نے اسے مرزا پر ایمان لانے کی پیشکش کر کے اس کی سوئی ہوئی ایمانی غیرت کو جھنجھوڑ دیا تھا۔ شہزاد نے ان کی پیش کش ان کے منہ پر دے ماری اور اس گروہ کی جڑوں کو کھود کر ان کا کچا چٹھا صحافی برادری تک پہنچا دیا۔ شہزاد اپنا کام کر چکا، اب اس کا جو بھی انجام ہو وہ بھگتنے کے لیے تیار ہے۔ میں اپنا فرض سمجھتے ہوئے یہ حقائق آپ تک پہنچا رہا ہوں۔

ہم چیف جسٹس، چیف آف آرمی اسٹاف اور آئی ایس آئی کے سربراہ سے بطور خاص گزارش کرتے ہیں کہ اس بارے میں تحقیقات کر کے پاکستانیوں کی نسل کشی کے اس خوفناک منصوبے کو

ناکام بنائیں۔ ورنہ مستقبل میں جہاں آبادی سے محروم یورپ وامریکا خودکشی کریں گے وہاں پاکستان بھی لق ودق صحرا بن کر اپنی پہچان سے محروم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس برے وقت سے پہلے ہمیں سنبھلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اخبارات اور چینلوں پر آنے والے دوستی کے اشتہارات پر نظر رکھیں اور ان کے خطرات سے اپنے متعلقہ احباب کو خبردار کریں۔"

☆......☆......☆

شہزاد کی یہ کہانی مجھے ملک کے ایک معروف لکھاری اور مصنف نے لکھ کر بھیجی کہ آپ کے موضوع سے تعلق رکھتی ہے، اسے شائع کر دیجیے۔ میں نے ان سے اصرار کیا کہ میں کہانی کے اصل کردار اور راوی سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے تلاش کے بعد بتایا کہ وہ رابطے میں نہیں ہے۔ بھیس بدل کر مفروروں جیسی زندگی گزار رہا ہے۔ اس پر میں نے مطالبہ کیا کہ اس کا اصل خط بھیجا جائے۔ انہوں نے اصل خط روانہ کر دیا۔ میں نے بنظر غائر کئی مرتبہ اس کا مطالعہ کیا اور قیافہ شناسی کے جو گُر آتے تھے انہیں بروئے کار لاتے ہوئے نقل واصل میں فرق اور داستان وزیب داستان میں امتیاز کی بھرپور کوشش کی۔ سچ کا پلڑا بھاری محسوس ہوتا تھا...... لیکن مبینہ حقائق وواقعات اتنے تہلکہ خیز تھے اور بہت سے ایسے چہروں سے پردہ اُٹھتا کہ زلزلہ آ جاتا۔ زلزلے کے یہ جھٹکے اتنے لطف آور اور حوصلہ آزما ہوتے کہ ان کا دیا ہوا جھولا جھولنے کی پہلے سے تیاری ضروری قرار پاتی تھی۔ لہٰذا بندہ نے یہ خط لاہور بھیج دیا۔ وہاں کے کچھ اللہ والوں نے جب خط میں نشان زدہ جگہوں کا گشت کیا تو انہیں بھی حقیقت کا شبہ، گمان کے اندیشے پر غالب محسوس ہوا۔ اس پر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ خود موقع واردات پر جانا چاہیے اور جائے وقوعہ پر پہنچ کر شواہد وقرائن اکٹھے کرنے چاہییں تا کہ سند رہیں اور بوقت ضرورت کام آئیں۔ کہانی کی سچائی کو زمینی حقائق کی کسوٹی پر پرکھنے کا عمل بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف تھا...... لیکن اسلام اور پاکستان کے خلاف مصروف کار ان بھڑوں کا ڈنک اس کے بغیر نکالنا بھی ممکن نہ تھا لہٰذا بندہ نے اللہ کا نام لیا، رخت سفر باندھا اور

لاہور جا پہنچا۔ شہر زندہ دلانِ لاہور میں کیا کچھ بدتمیزیاں ہو رہی تھیں اور کیسی کچھ بدتہذیبی کا طوفان برپا کیا گیا تھا، یہ داستان المناک بھی ہے اور توجہ طلب بھی۔ اگر ایمان کی رمق انسان میں باقی ہو اور غیرت کی چنگاری بالکل بجھ نہ گئی ہو تو یہ پڑھنے سننے والے کو اس داستان کے مکروہ کرداروں کے خلاف اپنے حصے کا کام کرنا چاہیے۔ یہ ہمارے ایمان و غیرت کا تقاضا بھی ہے اور ہمارے تحفظ و بقا کا مسئلہ بھی۔ موقع واردات پر کیا کچھ دیکھا؟ یہ آپ کو پوری طرح سمجھ نہ آئے گا جب تک آپ اس گمنام نوجوان کا خط نہ پڑھ لیں۔ لہٰذا پہلے یہ خط ملاحظہ فرمائیے پھر چند مصدقہ مشاہداتی اطلاعات، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وطن عزیز پر ''دجال کے سائے'' پھیلتے چلے جا رہے ہیں۔ تاریکی کے یہ سائے اہلِ وطن کا امتحان ہیں اور ان کے خاتمے کے لیے خیر کی دعوت و اشاعت کے ذریعے نورِ حق کی کرنیں پھیلانا ہمارے لیے ایک زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔

(جاری ہے)

دجال کے بے دام غلام

فری میسنری اور قادیانیوں کی ملی بھگت کی روداد
ایک بھٹکے ہوئے نوجوان کی عبرت آموز آپ بیتی

(تیسری قسط)

''میری دوستی ایک قادیانی سے رہی ہے۔ یہ بغیر علم کے دوستی تھی یعنی اس سے قبل مجھے علم نہیں تھا کہ وہ قادیانی ہے۔ یہ دوستی ایک روزنامہ میں شائع ہونے والے دوستی کے ایک اشتہار کے ذریعے شروع ہوئی۔ گزشتہ دو سال کی دوستی میں اس کی جماعت اور خود اُس کے ذریعے سے جو حقائق میرے سامنے آئے ہیں وہ ہوش گم کر دینے والے ہیں۔ اس روزنامے کا پورا کلاسیفائیڈ سیکشن قادیانی جماعت استعمال کر رہی ہے۔ اس سیکشن میں لڑکیوں سے دوستی کے اشتہارات مختلف عنوانات کے تحت شائع ہوتے ہیں۔ (روزنامہ ''خبریں'' میں 2005ء سے لے کر اب تک کے شمارے دیکھیں)

لڑکیوں سے دوستی کے یہ تمام اشتہارات قادیانی جماعت اور ''عالمی فری میسنری'' کے مقاصد کی تکمیل کے لیے کام کرنے والی مشترکہ لابی کی جانب سے ہوتے ہیں جو اپنی طاقت بڑھانے کے لیے شب و روز کوشاں ہے۔ ان اشتہارات کے جواب میں جو خواتین ملتی ہیں وہ مختلف بیماریوں کا شکار ہوتی ہیں۔ یہ بہت ہی آزاد خیال خواتین بڑی آسانی سے آپ کی خواہشات پوری کرنے پر تیار ہو جاتی ہیں، کیونکہ ان کی بہت بڑی اکثریت ایڈز کے عارضے میں مبتلا ہوتی ہے۔ کچھ ٹی بی کے عارضے میں مبتلا ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ بوس و کنار کرنے والا بھی بہت سے عوارض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ قادیانیوں کی یہ دانستہ کوشش ہے کہ لاہور اور اس کے

گردونواح میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد کو مختلف بیماریوں میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ ارتدادی مہم کے ذریعے اپنے لوگوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ میں ایسی چند خواتین سے ٹکرا چکا ہوں۔ میں جو انکشافات کرنے جا رہا ہوں ان میں سے بہت سی معلومات کا ذریعہ یہ خواتین بھی ہیں۔ دوستی اشتہار کے ذریعے ملنے والی ایک خاتون سے مجھے کافی معلومات ملی ہیں۔ جو سب سے اہم انکشاف ہوا وہ یہ تھا کہ قادیانیوں کا گروہ ایڈز کی مریضاؤں کے ذریعے پاکستان خصوصاً لاہور کے شہریوں میں ایڈز کا وائرس پھیلا رہا ہے۔ ایڈز کی ان مریضاؤں کو مختلف این جی اوز اور خصوصی ذرائع سے اکٹھا کیا گیا ہے۔ اس کارروائی کا مقصد انتہا پسندوں کی آنے والی نسلوں تک کو برباد کر دینا ہے۔ ان لوگوں کے پاس ایڈز اور دیگر امراض میں مبتلا مرد اور خواتین رضا کاروں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ ممکنہ طور پر ان خواتین میں سے کچھ بھارت سے بھی تعلق رکھتی ہیں۔ ان خواتین کو مال و دولت کے لالچ اور ان کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے بہانے قبضے میں لے کر بلیک میل کیا جاتا ہے۔ اس منصوبے میں کچھ بیرونی قوتیں بھی اس گروپ کی بھرپور معاون ہیں یعنی اس منصوبے میں ''را''، ''سی آئی اے''، ''موساد'' اور یہودی و قادیانی لابی پارٹنر ہیں اور یہ لوگ لاہور میں ''گراس روٹ لیول'' پر کام کر رہے ہیں۔ ان کی بھرپور کوشش ہے کہ ہمارے ملک خصوصاً پنجاب کے قحبہ خانوں میں موجود خواتین کو ایڈز کے عارضے میں مبتلا رضا کاروں کے ذریعے اسی عارضے میں مبتلا کر دیا جائے، تاکہ یہ خواتین ایک کیریئر بن کر آگے یہ عارضہ پھیلائیں۔ ان خواتین کے پاس جانے والے لوگ بھی اس مرض میں مبتلا ہو جائیں اور اپنی جائز و حلال بیویوں اور آنے والی معصوم نسلوں کو بھی زہر آلود کریں۔ اس طرح آنے والے برسوں میں بے شمار لوگ متاثر ہوں گے اور ان بیماریوں کی دستیاب ادویہ کو بیچ کر قادیانی جماعت بے حساب منافع کمائے گی۔ اس کا مقصد آنے والے برسوں میں سرمائے اور بائیولوجیکل لڑائی کے ذریعے لاہور اور اس کے گردونواح میں اسرائیل کی طرز پر ایک قادیانی ریاست کی داغ بیل ڈالنا ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ آنے والے وقت میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد میں بہت تیزی سے

اضافہ ہوگا۔ اوّل تو ایڈز کے تشخیصی مراکز کی تعداد خاصی کم ہے اور جو ہیں ان پر اس لابی کا کنٹرول ہے۔ یہ لوگ لیبارٹری الائزا ٹیسٹ کروانے والے لوگوں کو نیگیٹو رپورٹ دیتے ہیں، تاکہ طویل عرصے تک لاہور میں کسی کو بھی ایڈز کی تباہ کاریوں کا اندازہ نہ ہوسکے۔

ایڈز کے علاوہ ہیپاٹائٹس کو بھی پوری طاقت سے پھیلا جارہا ہے۔ صرف مشرف دور میں جبکہ ان وطن دشمنوں کو پھلنے پھولنے کے خوب ذرائع میسر تھے، لاکھوں لوگ ہیپاٹائٹس سی میں مبتلا ہوئے جبکہ اس سے قبل یہ عارضہ بہت ہی کم پایا جاتا تھا۔ یاد رہے کہ ''ہیپاٹائٹس سی'' صرف خون کے انتقال سے پھیلتا ہے اور اس کے بارے میں یہ تاثر کہ گندے پانی سے پھیلتا ہے، درست نہیں۔ جگر کے کسی بھی ماہر ڈاکٹر سے ملیں یا انٹرنیٹ پر ہیپاٹائٹس سی کی وجوہات کو جانا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ہیپاٹائٹس سی لاحق ہونے کا گندے پانی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ گندے پانی کا تعلق صرف ہیپاٹائٹس اے یعنی پیلیے یرقان سے ہے۔ آج پاکستان میں کروڑوں لوگ (کم وبیش ایک تہائی آبادی) ہیپاٹائٹس میں مبتلا ہے اور ان میں سے 99.99 فیصد لوگ انتقالِ خون کے مرحلے سے کبھی نہیں گذرے۔ ان میں سے بے شمار لوگ ایسے ہیں جنہوں نے کبھی ناک، کان نہیں چھدوائے اور نہ ہی کبھی دانتوں کا علاج کروایا ہے، لیکن اس کے باوجود یہ ہیپاٹائٹس سی میں مبتلا ہوچکے ہیں۔ امراضِ جگر کے ہر ماہر کے لیے یہ امر باعثِ حیرت ہوگا کہ لوگوں کی اتنی بڑی تعداد مسلسل ہیپاٹائٹس سی میں کس طرح مبتلا ہورہی ہے؟ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ مشرف دور میں قادیانیوں کے تعاون سے پاکستان کے طول وعرض میں ہیپاٹائٹس کے خون سے آلودہ کروڑوں سرنجیں پھیلائی گئیں۔ خصوصاً سرکاری ہسپتالوں میں دی جانے والی سرنجوں میں سے مخصوص تناسب کی سرنجیں جراثیم آلود ہوتی تھیں اور یہ سلسلہ شاید اب تک جاری ہو۔ ساتھ ہی ساتھ منظم طریقے سے پروپیگنڈا بھی کیا گیا کہ ہیپاٹائٹس سی گندے پانی کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے۔ ان کا ٹارگٹ یہ ہے کہ آئندہ دس پندرہ برس کے دوران پاکستان کے کم وبیش تمام شہریوں کو ہیپاٹائٹس کی کسی نہ کسی قسم یا ایڈز میں ضرور مبتلا کردیا جائے اور ساتھ ہی دوائیں اور منرل واٹر بیچ کر

بے حساب منافع کمایا جائے۔

ایک سوال یہ ہے کہ اتنی سرنجوں کو آلودہ بنانے کے لیے خون کہاں سے آتا ہے؟ قادیانی جماعت اس کے لیے دو طریقے استعمال کر رہی ہے۔ پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ لاہور کے پاگل خانے میں موجود زیادہ پاگلوں کو مختلف بیماریوں میں مبتلا کرنے کے بعد ان کے جسم سے خون حاصل کیا جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جیل میں موجود منتخب قیدیوں کو ایڈز میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ ایسا کرنے سے قبل ان قیدیوں کا بیک گراؤنڈ اور نفسیاتی کیفیت اچھی طرح جانچ لی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے بہت ہی منفی اور لادین ذہنیت رکھنے والے افراد کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ کوشش کی جاتی ہے کہ ان کی بے راہ روی کا ثبوت بھی حاصل کرلیا جائے۔ حال ہی میں لاہور کے قیدیوں کا چیف جسٹس کے حکم پر طبی معاینہ کیا گیا تو ان میں سے 46 ایڈز کے مریض نکلے ہیں لیکن یہ کہانی کا صرف ایک حصہ ہے۔ ہوا یہ کہ چیف جسٹس ایک منصوبے کے تحت یہ اطلاع دی گئی کہ لاہور میں قیدیوں پر ظلم ہو رہا ہے اور ان کا طبی معاینہ نہیں کیا جا رہا ہے۔ جب چیف جسٹس کے حکم پر یہ طبی معاینہ کیا گیا تو مریضوں کا انکشاف ہوا۔ اب ایڈز کے یہ مریض آہستہ آہستہ رہا ہوں گے اور سال چھ مہینے کے بعد ان کو ہر کوئی بھول جائے گا۔ اس کے بعد ان سے رابطہ کرنے کے بعد قادیانیوں اور اسرائیلیوں کے لیے کام کرنے کی آفر کی جائے گی۔ ان لوگوں کی منفی ذہنیت کی پہلے ہی تصدیق کرلی گئی ہے۔ لہٰذا ان ایڈز کے مریضوں کے راضی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ایسے رضا کاروں سے پنجاب کے مختلف قحبہ خانوں میں موجود خواتین کو ایڈز زدہ کرنے کا کام لیے جانے کا منصوبہ ہے، تاکہ یہ خواتین ایک chain کی صورت اختیار کر کے اپنے گاہکوں اور اُن کے گاہک آگے اپنے بیوی بچوں کو ایڈز زدہ کردیں۔ اس طریقے سے لاکھوں لوگوں کو بیماریوں میں مبتلا کرنے کی سازش کی جارہی ہے اور یہ سلسلہ کئی برسوں سے جاری ہے۔ ایسے قسم کے ایڈز زدہ رضا کاروں کو ایڈز پھیلانے کے لیے باقاعدہ ٹارگٹ دیے جاتے ہیں جن کی تکمیل پر بہت خطیر انعامات دیے جاتے ہیں۔ اس صورتِ حال میں چیف جسٹس کو ایک منصوبے کے تحت استعمال کیا گیا ہے تاکہ

ایڈز کے مریضوں کو ان کے مرض سے آگاہ کرنے کا جواز پیدا ہو سکے اور مریضوں کو شبہ بھی نہ ہو۔

یہ وہ Biological War ہے جو یہودیت کے لیے کام کرنے والے قادیانیوں نے پاکستان پر مسلط کی ہے۔ اس طریقے سے کروڑوں لوگوں کو ہیپاٹائٹس اور ایڈز میں مبتلا کر کے موت کی جانب گامزن کر دیا گیا ہے۔ انسانی تاریخ کا یہ سب سے بڑا المیہ ہے، شاید کشمیر اور فلسطین سے بھی بڑا، لیکن اس کا کسی کو احساس تک نہیں ہے۔ الٹا اس کے باوجود مسلمانوں کو دہشت گرد سمجھا جاتا ہے۔

بائیولوجیکل لڑائی کا یہ سلسلہ صرف پاکستان تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہودیوں اور قادیانیوں کی باہمی ملی بھگت سے چین اور انڈونیشیا تک پھیلا ہوا ہے۔ بدنام زمانہ یہودی تنظیمیں پاکستان پر پاؤں پھیلانے کے لیے قادیانیوں کی مدد کر رہی ہیں تو قادیانی چین میں بیماریاں پھیلانے کے لیے افرادی قوت مہیا کر رہے ہیں۔ اس کا بڑا مقصد مستقبل میں چین کی اقتصادی ترقی کو متاثر کرنا ہے۔ انڈونیشیا میں بھی اس قسم کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے انڈونیشیا کی قادیانی کمیونٹی کو استعمال کیا جا رہا ہے۔

اس بائیولوجیکل جنگ لڑائی کے دوسرے طریقے میں اپنے ٹارگٹ کو جوس میں ملا کر ہلکا زہر نما محلول دیا جاتا ہے۔ جوس میں ملائے جانے والے اس بائیولوجیکل میٹریل کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ جگر کو شدید طور پر متاثر کرتا ہے، لیکن فوری طور پر انسان کا خودکار دفاعی نظام حرکت میں آتا ہے اور متاثرہ جگر کے گرد چربی کی تہہ جم جاتی ہے جو جگر کو بکھرنے نہیں دیتی یعنی جگر چربی زدہ ہو جاتا ہے۔
اگرچہ اس طریقے سے انسان فوری طور پر نہیں مرتا لیکن اس کی زندگی کا دورانیہ کم ہو جاتا ہے۔
ہمارے ملک کے ایک معروف قانون دان اس کی واضح مثال ہیں۔ جنہیں دوران قید اس کا نشانہ بنا کر معذور بنا دیا گیا ہے۔ یہ لوگ نہ صرف یہ عوارض پھیلاتے ہیں بلکہ ان کی ادویہ بیچ کر بے حساب منافع کما چکے ہیں۔ اس لابی کے ایجنٹوں میں اس وقت برین ہیمبرج کا سبب بننے والی ادویہ بہت مقبول ہیں۔ انہیں عموماً ہائی پروفائل ٹارگٹس کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ دوا

انسان کی شریانوں کو بلاک کر دیتی ہے جس سے برین ہیمبرج یا ہارٹ اٹیک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

معاشرے سے آزاد خیال لوگوں کو چھانٹنے کے لیے پورے شہر میں جگہ جگہ ایسے جوس کارنر قائم کیے جا رہے ہیں جہاں جوڑوں کو مل بیٹھنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ یہاں پر ایسے لوگوں پر خاص طور پر نظر رکھی جاتی ہے اور نسبتاً زیادہ آزاد خیال لوگوں کو ٹریپ کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو جوس میں مختلف مضر صحت اشیاء ڈال کر ذہنی معذور اور بیمار بنایا جاتا ہے۔ اس کا محرک یہ ہے کہ متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والا آزاد خیال شخص جب شدید بیمار ہو جاتا ہے تو پھر اُس کی زندگی کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ مرنے سے قبل زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کر کے اپنے پیاروں کی زندگی کو تحفظ دے جائے۔ ایسا شخص درست یا غلط کی پہچان کو بھلا کر دولت کی خاطر بڑے سے بڑا رسک لینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور جب کوئی شخص اس اسٹیج پر پہنچ جاتا ہے تو پھر وہ فری میسنری اور ان کے بے دام غلام قادیانیوں کے لیے کام کا آدمی قرار پاتا ہے۔ ایسے تیار لوگوں سے ہیروئن اسمگلنگ، قبائلی علاقوں میں جاسوسی اور بیماریاں پھیلانے کے پُرخطر کام لیے جاتے ہیں۔ حیلے بہانوں سے ایسے لوگوں کے بچے بھی قبضے میں لے لیے جاتے ہیں جس کے بعد ایسا شخص مزاحمت کے بالکل بھی قابل نہیں رہتا اور ساتھ ہی ساتھ قادیانیوں کی وفادار اور بظاہر مسلمان ایک نئی نسل تیار کی جا رہی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ لابی اپنے زیادہ تر ایجنٹوں کو بیمار کرنے کے بعد استعمال کرتی ہے اور یہ معاہدہ تمام زندگی پر محیط ہوتا ہے۔ اپنے ایجنٹوں کو بیمار کرنے کے پس منظر میں یہ سوچ کارفرما ہے کہ بہت زیادہ بوڑھا آدمی مذہب کی جانب راغب ہو کر سدھر سکتا ہے، ویسے بھی بوڑھا آدمی زیادہ کام کا نہیں رہتا۔ اس لیے یہ سنگ دل لوگ اپنے لوگوں کا لائف پریڈ کم کر دیتے ہیں۔

ان لوگوں کو دنیا کا جدید ترین ٹیلی کمیونیکیشن نظام مہیا کیا گیا ہے۔ آپ کو یہ جان کر بالکل حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ پاکستان میں کسی بھی شخص کا فون ان لوگوں کی پہنچ سے باہر نہیں ہے اور روشن خیالوں اور انتہا پسندوں کو چھانٹنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔ GPS کے ذریعے مذکورہ فرد کی

لوکیشن بھی معلوم کی جاسکتی ہے۔ ان آلات کا غلط استعمال بھی زوروں پر ہے۔ یہ لوگ انسداد منشیات کے اعلیٰ اہلکاروں کے فون ٹیپ کرتے ہیں۔ جس سے انہیں منشیات کی اسمگلنگ میں آسانی رہتی ہے۔

اب آتے ہیں لڑکیوں سے دوستی کے اشتہارات کی جانب۔ ہوتا یہ ہے کہ لڑکیوں سے دوستی کے اشتہارات سے رابطہ کرنے کے بعد ملنے والی لڑکی اپنی مرضی کے جوس کارنر یا ریسٹورنٹ لے کر جاتی ہے۔ کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا کہ یہ جوس کارنر یا ریسٹورنٹ خود ان لوگوں کی ہی ملکیت ہوتا ہے۔ مجھے ملنے والی خواتین مجھے نہر کے کنارے ''حسن جوس کارنر'' نزد لال پل لاہور لے کر گئیں۔ ہوتا یہ ہے کہ جو جوس لڑکی کے سامنے رکھا جاتا ہے وہ بالکل ٹھیک ہوتا ہے لیکن جو جوس آپ کے سامنے رکھا جاتا ہے اُس میں ہلکا زہر ملا ہوتا ہے۔ یہ آہستہ آہستہ انسانی ذہن کو معذور اور انسانی جسم کو مفلوج کرتا ہے۔ ان کا خاص اڈہ ہے۔ ''حسن جوس کارنر'' کے علاوہ مجھے جی ٹی روڈ نزد شالامار پر واقع صدیقی کلینک پر بھی متعدد مرتبہ لے جایا گیا۔ قادیانیوں کی ایک این جی او کا دفتر 40 ڈی ماڈل ٹاؤن میں بھی قائم ہے۔ اگر قانون نافذ کرنے والے ادارے صرف صدیقی کلینک، حسن جوس کارنر اور D-40 پر اپنی توجہ مبذول کرلیں تو انہیں ثبوت مل جائیں گے۔ جن قحبہ خانوں کا میں نے ذکر کیا، ان میں سے ایک کے بارے میں جانتا ہوں۔ یہ لاہور کے لیاقت آباد کے علاقے میں گندے نالے کے قریب واقع ہے۔ یہاں گھروں کے نمبر واضح نہیں ہیں۔ یہ سالار اسٹریٹ کے درمیان ایک گلی نمبر 21 ہے۔ اسے قائداعظم اسٹریٹ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ پہلے آنے والا گھر نکڑ کا ہے۔ اس کا گیٹ چھوٹا سا سبز رنگ کا ہے۔ یہاں رہنے والے کرائے یا گروی پر آباد ہیں۔ انہیں اس علاقے میں کوئی نہیں جانتا اور یہ قادیانیوں کے ایڈز مشن پر ہیں۔

کبھی روزنامہ ''خبریں'' کا کلاسیفائیڈ دیکھیں۔ اس میں تبدیلی نام اور ولدیت کے بہت سے اشتہارات موجود ہوتے ہیں۔ یہ دراصل دوسرے لوگوں کی اسناد کو استعمال کرنے کا منصوبہ ہے۔ (2005ء سے اب تک کے اخبارات ضرور دیکھیں)۔ کیا کسی اور اخبار میں تبدیلی نام اور

ولدیت کے اس قدر اشتہارات دیکھے گئے ہیں؟ مشرف دور میں بورڈ کے سیکریٹری ان کے غلام تھے۔ جس شخص کو سند دلوانا ہوتی ہے، کمپیوٹر پر اُس کی ولدیت سے ملتی جلتی ولدیت کو سرچ کیا جاتا ہے۔ بعدازاں نام کو اشتہار شائع کر کے تبدیل کروالیا جاتا ہے۔ اس طریقے سے لوگوں کے نامعلوم گروہ (ممکنہ طور پر قادیانی) کو ڈپلیکیٹ اسناد کی بہت بڑی تعداد جاری کی اور ملازمتیں دلوائی جاتی رہی ہیں۔ ایسے لوگوں کی بہت بڑی تعداد کو پولیس میں کانسٹیبل بھرتی کروایا گیا ہے، تاکہ ہر علاقے میں موجود اپنے قحبہ خانوں، جوس کارنرز کی مدد اور انتہا پسندوں کی نشاندہی کی جا سکے۔ ایسے لوگ اپنے نام اور ولدیت سے بظاہر مسلمان ہی لگتے ہیں، کوئی ان پر شک کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اسی کلاسیفائیڈ سیکشن میں آپ کو قرضہ مہیا کرنے والے بہت سے اداروں کے اشتہارات ملیں گے۔ یہ بھی معاشی طور پر مجبور لوگوں کو استعمال کرنے کی کوشش ہے، حالانکہ قانوناً اس قسم کے اشتہارات ممنوع ہیں۔ ان لوگوں کے پاس بے شمار شناختی دستاویزات موجود ہوتی ہیں جنہیں بوقت ضرورت استعمال کیا جاتا ہے۔

اسی روزنامہ میں ضرورت رشتہ کے مخصوص اشتہارات بھی ذرا غور سے دیکھیں۔ خاص طور پر ''فارن نیشنلٹی'' کے حامل اشتہارات۔ 2005ء سے 2008ء تک ضرورتِ رشتہ کا ایک ہی اشتہار شائع ہوتا رہا۔ اس اشتہار کی آڑ میں بہت سی مذموم سرگرمیاں جاری ہیں۔ اب بھی کبھی کبھار یہ اشتہار شائع ہوتا رہتا ہے۔ مجھے بھی متعدد مرتبہ یورپین ممالک کی سیر اور عمرے پر لے جانے کی پیشکش کی گئی تھی جسے میں نے مسترد کر دیا تھا۔

مسلمانوں کو تباہ کرنے کی لڑائی کے تیسرے مرحلے میں یہ لوگ سرکاری ہسپتالوں پر مکمل کنٹرول حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بہت سے سرکاری ہسپتال کافی حد تک ان کے کنٹرول میں ہیں بھی۔ خاص طور پر شالامار ہسپتال، جنرل ہسپتال، شیخ زائد ہسپتال وغیرہ۔ المیہ یہ ہے کہ یہ کنٹرول نچلے لیول پر ہے۔ حکومت زیادہ سے زیادہ ایم ایس یا پرنسپل کو تبدیل کرتی ہے جس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ بعض ہسپتالوں میں علاج کے نام پر بھی لوگوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ٹارگٹ کو پہلے

بیمار یا زخمی کیا جاتا ہے اور بعد میں علاج کے نام پر پار کر دیا جاتا ہے۔ میں اس قسم کے ایک واقعے سے آگاہ ہوں جو شالامار ہسپتال میں ہوا۔ مختلف جراثیم کو حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ شالامار ہسپتال ہے۔ جہاں لاہور کے تمام ہسپتالوں سے ویسٹ (Waste) کو انسینی ریٹر میں جلانے کے لیے لایا جاتا ہے۔ جلانے سے قبل اس ویسٹ میں سے مختلف بیماریوں کے جراثیم جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے حاصل کر لیے جاتے ہیں۔ اس وقت شالامار ہسپتال کا چیف ایگزیکٹو بھی قادیانی ہے۔ یہ بات بھی مدنظر رکھیں کہ مختلف حیلے بہانوں سے امریکی ڈاکٹروں کی سب سے زیادہ آمد شالامار ہسپتال میں ہی ہے۔ کسی بھی دوسرے سرکاری یا غیر سرکاری ہسپتال میں امریکیوں یا غیر ملکیوں کی اس قدر زیادہ آمد کا کوئی سراغ دور دور تک نہیں ملتا۔ یہ ڈاکٹرز پاکستانیوں کے خلاف بائیولوجیکل لڑائی میں مدد دینے کے لیے آتے ہیں۔ پنجاب میڈیکل کالج سے قادیانی ڈاکٹروں کے اخراج کے بعد شالامار ہسپتال میں میڈیکل کالج قائم کیا جا رہا ہے، تاکہ قصاب نما قادیانی یا بظاہر مسلمان نما قادیانی ڈاکٹر وافر مقدار میں تیار کیے جا سکیں۔ اس میڈیکل کالج کا پروجیکٹ ڈائریکٹر بھی قادیانی ہے۔

یہ لوگ پاکستان کے مختلف تعلیمی اداروں پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کوشش ایک طلبہ تنظیم کے ذریعے پنجاب یونیورسٹی پر قبضہ کرنے کی تھی جسے جمعیت نے ناکام بنا دیا تھا۔ اسی طرح سی آئی اے اور قادیانیوں کی کوشش ہے کہ پولیس ٹریننگ اسکولوں میں بھی اپنے افراد داخل کیے جائیں۔ ان کا خیال ہے کہ ملک پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے بڑے تعلیمی اور تربیتی مراکز پر کنٹرول ہونا ضروری ہے۔ اس حکمت عملی کے ذریعے بھارت نے مشرقی پاکستان کو جدا کیا تھا۔ بقیہ پاکستان پر کنٹرول کے لیے بھی یہی حکمتِ عملی استعمال کی جا رہی ہے۔

چونکہ میں اپنی ہی قوم اور وطن کے خلاف اس خوفناک لڑائی کا حصہ نہیں بننا چاہتا، اس لیے ان لوگوں کے خیال میں، میں انتہا پسند ہوں۔ میں نے متعدد نقصانات برداشت کیے ہیں لیکن متعدد مرتبہ آفر کے باوجود قادیانیت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ اس کی پاداش

میں مجھے متعدد مرتبہ ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس مقصد کے لیے بہت بے ضرر طریقے اختیار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کبھی سابقہ دُشمنی کی آڑ میں کسی شخص کو ختم کر دیا جاتا ہے اور کبھی کسی کو حادثے میں پار کر دیا جاتا ہے۔ میں خود ان حربوں کا سامنا کر چکا ہوں اور میرا زندہ رہنا اس بات کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ ابھی آسمان پر موجود ہے۔ یہ لوگ میٹھے زہر کی طرح پاکستان کے رگ و پے میں اُتر رہے ہیں۔ یہ پاکستان کو اپنے قبضہ میں لینا چاہتے ہیں اور یہ سوچنے کا تکلف ہرگز مت کیجیے گا کہ یہ سب کچھ نہیں ہو رہا۔ جو قوم جنگ جیتنے کے لیے ہنستے بستے شہروں پر ایٹم بم گرا سکتی ہے، وہ پاکستان میں جنگ جیتنے کے لیے کسی حد تک بھی جا سکتی ہے۔ بارک اوباما کو تبدیلی کی علامت کہا جاتا ہے۔ میں نے ایک پاکستانی نہیں، بلکہ بین الاقوامی معاشرے کے دردمند فرد کی حیثیت انہیں خط لکھا ہے جس میں ان سے اپیل کی گئی ہے کہ بے گناہ پاکستانیوں کی بدترین نسل کشی کو روکیں۔

سردست منظر پر آنا مقصود نہیں اس لیے نام کا دوسرا حرف مکمل نہیں لکھ رہا ہوں، لیکن اگر مجھے مارا گیا تو اس کے ذمہ دار پاکستان کے قادیانی ہوں گے، اور میری شناخت اور مزید اہم تفصیلات منظر عام پر ضرور آئیں گی۔"

یاسر ع، لاہور

☆......☆......☆

دُعا اور دوا:

تو یہ ہے جناب! ایک بے راہ اور نوجوان کی آپ بیتی۔ وہ جب نفس پرستی کی بے آب و گیاہ وادیوں میں بھٹکتے بھٹکتے تنگ آ گیا تو اس کے اندر موجود نیک فطرت نے اسے مجبور کیا کہ وہ ان لوگوں کو بے نقاب کر کے اپنی لغزشوں کا کسی حد تک کفارہ دے جو وطن عزیز کو مہلک بیماریوں اور موذی جراثیم کا تحفہ دے کر اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔

راقم الحروف نے جب یہ خط لاہور کے بعض احباب کو بھیجا تو انہوں نے تصدیق کی کہ متذکرہ جگہیں واقعی مشکوک اور تہمت زدہ معلوم ہوتی ہیں۔ اتنا قرینہ ملنے کے بعد موقع واردات کا مشاہدہ

ضروری ٹھہرا۔ خط میں جو انکشافات کیے گئے تھے، ان میں سے اکثر تحقیق کے بعد درست نکلے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بقیہ باتیں بھی جن تک ہماری رسائی نہ ہوسکی، کسی خبطی دیوانے کی بڑیا شہرت کے خواہش مند توجہ سے محروم بے روزگار نوجوان کے من گھڑت خیالات نہیں، یہ بھی درست ہی ہوں گی۔ تحقیق کی ابتدا جب ہوئی تو رمضان کا مہینہ تھا۔ متذکرہ کلینک میں عین رمضان کے دن ایک جاہل قصاب نما ڈاکٹر صاحب نشے کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ جگہ دکھی انسانوں کی علاج گاہ نہ تھی، معصوم بچوں کی قتل گاہ تھی۔ جب کسی نوجوان لڑکے یا لڑکی سے غلطی سرزد ہوجاتی تھی تو وہ اس کا نشان مٹانے اور معصوم جان کو از قبل پیدائش زندہ درگور کرنے کے لیے یہاں موجود جاہل قصابوں کی خدمات حاصل کرتا تھا۔ یہ کلینک میٹرنٹی ہوم کے نام سے قائم کیا گیا تھا۔ کلینک کیا تھا، بس ایک دکان تھی جسے اس شیطانی کام کے لیے درکار مخصوص سہولتوں سے آراستہ کردیا گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ لاہور کے ٹمپل روڈ پر ''صفیہ کلینک'' میں شادی سے قبل صاحبِ اولاد ہوجانے والے جوڑوں کے لیے پیش کیے جانے والی مخصوص خدمات یہ کلینک بھی پیش کرتا ہے۔ وہ بے راہ رو جو گناہ سے توبہ کے بجائے ایک نیا گناہ کرنے کے لیے پُرعزم ہوں ان کے لیے یہاں ہر طرح کی سہولتیں سستے داموں دستیاب ہیں۔ ہمارے احباب کلینک کے سامنے گاڑی میں یوں بیٹھے رہے کہ کلینک کے اندر کا ماحول نظر آتا رہے اور ایک ساتھی فرضی گنہگار بن کر مسکین صورت اور عاجزانہ گفتگو کے ساتھ اپنی غربت کا رونا روتے ہوئے اندر بیٹھے جاہل قصائی کے ساتھ پیسے کم کروانے کے لیے حجت کرتا رہا۔ آخری اطلاع کے مطابق اس قصاب خانے کا شٹر اکثر آدھا گرا ہوا رہتا ہے۔ مصروف کار افراد یا گروہ محتاط ہوگیا ہے اور آنے والے کو پہلوان پورہ میں رزاق اسٹور کے ساتھ واقع لیڈیز کلینک جانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اب نہیں معلوم کہ متذکرہ دو کلینک بھی اس خفیہ مشن سے وابستہ ہیں یا اپنے طور سے بداعمالیوں کے اس گورکھ دھندے میں ملوث ہوگئے ہیں؟

صدیقی کلینک کے بعد گشت کی اگلی منزل ''حسن جوس کارنر'' تھا۔ اس کا نام پہلے ''رحمٰن جوس

کارنر" تھا۔ پھر بدل کر "حسن جوس کارنر" رکھ دیا گیا۔ نام جتنے خوبصورت ہیں، پھندا اتنا ہی خطرناک ہے۔ اس میں آپ داخل ہوں تو بظاہر جوس اور اس کے لوازمات چاٹ، برگر وغیرہ دکھائی دیں گے...... لیکن درحقیقت یہ نوجوان نسل کو ناجائز تنہائیاں مہیا کرنے کا اڈہ رہا ہے۔ اس کی دوسری منزل پر تقریباً دس کیبن بنے ہوئے ہیں۔ ان کیبنوں کے نیم تاریک ماحول میں شیطانی اٹھکھیلیاں عفت وحیا کے دامن کو تار تار کرتی ہیں۔ یہاں کے بیرے مخصوص انداز سے تربیت یافتہ ہوتے ہیں اور کسی کی تنہائی میں مخل نہیں ہوتے۔ یہاں پیش کیا جانے والا جوس اور دیگر لوازمات گھٹیا ہونے کے باوجود مہنگے ہوتے ہیں کیونکہ اصل قیمت تو حرام خلوتوں کا عوض ہوتی ہے۔ آخری اطلاع کے مطابق "حسن جوس کارنر" والے ابھی محتاط ہوگئے ہیں اور اب یہ دھندا "شالامار ہسپتال" کے سامنے چاہت جوس کارنر، گڑھی شاہو میں "کوئن میری کالج" سے پہلے شوروم کے ساتھ واقع جوس کارنر اور دھرم پورہ کے ایک بیسمنٹ میں چل رہا ہے جہاں ہماری قوم کے نونہال گھروں سے تعلیم کے لیے نکلتے ہیں لیکن فلموں اور موبائلوں کی فتنہ پرور شیطانی ترغیبات سے متاثر ہوکر ان شیطانی گھروں میں تاریخیں لگوانے پہنچ جاتے ہیں۔ اس میدان میں نیرنگ کیفے، گلوریہ جین اور ایسپریسو جیسے مغربی انداز کے جدید مراکز بھی کود پڑے ہیں اور حکمرانوں کے ناک تلے شہوت گردی کے یہ اڈے دجالی مشن کے فروغ میں مصروف ہیں۔ اب یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اس طرح کے سب جوس کارنر اور ریسٹورنٹ کسی خفیہ ہاتھ کے اشارے پر چل رہے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ بعض نادان زیادہ آمدنی کے لالچ میں مشروبات کے حلال کاروبار میں حرام تنہائیوں کی آمیزش کرتے ہوں، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ نوجوان نسل کی عفت وعصمت کا گلا یہیں گھٹتا ہے اور ان کا روشن مستقبل یہاں کی نیم تاریک فضا میں مکمل تاریک اندھیریوں میں دفن ہوتا ہے۔ انٹرنیٹ کیفے سے شروع ہونے والی ناجائز دوستیاں یہاں پروان چڑھتی ہیں اور حیا و پاکدامنی کو لیرالیرا کر کے اپنے پیچھے ایمانی جذبات سے محروم کھوکھلے جسم، حوصلہ سے عاری مفلوج دماغ اور عقابوں کے نشیمن میں اجڑی ویران زندگیاں چھوڑ جاتی ہیں۔ دہائی ہے کہ میری قوم کے محافظ

سو رہے ہیں اور ڈاکو کھلے پھر رہے ہیں۔

گمنام نوجوان کے اس خط میں ایک معاصر اخبار کے حوالے سے جن اشتہاری قلمی دوستیوں کا ذکر کیا گیا تھا ان کی تو تحقیق کی بھی ضرورت نہیں۔ آپ آج ہی کا خبریں اُٹھائیں۔ اس میں کھلم کھلا بے حیائی کا فروغ اس ڈھٹائی کے ساتھ ہے کہ اشتہارات کے الفاظ میں بھی کسی شرم مروت، کسی طرح کی ڈھکائی چھپائی کا لحاظ نہیں۔ کھوج پر مامور احباب نے بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے دیے گئے فون کے دوسری طرف مادر پدر آزاد لوگوں کا پورا گروپ بیٹھا ہے جو انسانی نفس کی غلیظ چاہتوں کو حسب منشا پوری کرنے کے لیے ہر طرح کی حرام زدگیوں کو فروغ دے رہا ہے اور اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فون پر دوستی، پھر جوس کارنروں میں ملاقاتوں سے جو شیطانی سلسلہ شروع ہوتا ہے، پوش علاقوں میں واقع خفیہ قحبہ خانوں سے ہوتا ہوا اس کا اختتام قصاب نما ڈاکٹروں کے ہاتھوں میں کھیلنے تک آ پہنچتا ہے۔ اس سارے ابلیسی نظام کی کڑیاں ایک دوسرے سے ملتی ہیں جسے دشمنانِ انسانیت اپنے مقامی ہرکاروں کی مدد سے مربوط انداز میں چلا رہے ہیں اور دن دیہاڑے ہمارے معصوم بچوں کو تباہی و بربادی کے اس جہنم میں جھونک رہے ہیں۔

میں حیران ہوں میری قوم کے رکھوالے کہاں ہیں؟ دشمن کے چھوڑے ہوئے ضمیر فروش ایجنٹ نئی نسل کو گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں اور پاکستان کی سلامتی کے ذمہ دار لمبی تان کر سو رہے ہیں۔ اوپر جو اشارے اور سراغ دیے گئے ہیں ان پر کام کر کے کوئی بھی محبّ وطن آفیسر اس سازش کے ذمہ داروں تک پہنچ سکتا ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ غیرت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ ہم آخر یہ کیوں برداشت کر رہے ہیں کہ ہمارے معصوم بچوں کو شیطانی حرکتوں کے ذریعے اپاہج اور ناکارہ بنایا جائے اور ہم آنکھیں بند کر کے لاتعلق رہیں۔ اس طرح تو دجالی قوتیں ایک دن ہماری دہلیز پر آ پہنچیں گی۔ ہماری نظروں کے سامنے ہمارے گلشن کے پھول اور چمن کی کلیوں کو شیطان کے نمایندے غیر انسانی کی حرکتوں میں مبتلا کریں گے اور ہم اس فتنے میں بہتے جانے کے علاوہ کچھ نہ کر سکیں گے۔

دجال کا شیطنت اور دجل کو غالب دیکھنے والوں کا برپا کردہ فتنہ جتنا بھی شر انگیز ہو، اس کے مقابلے میں کوشش کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد اور انعام کے وعدے بھی اتنے ہی عظیم ہیں۔ ہمیں شر پسند اور فتنہ پرور دجالی قوتوں کے سامنے ہرگز ہتھیار نہیں ڈالنے چاہییں۔ آخری دم تک معرکۂ خیر و شر میں اپنا حصہ ڈالتے رہنا چاہیے۔ دُعا بھی کرنی چاہیے اور دوا بھی۔ نجانے کس کی قربانی رب العزت کو پسند آجائے اور وہ اسے بھی دنیا اور آخرت میں سرخ روئی اور سرفرازی سے نواز دے اور اس کی وجہ سے دوسروں کا بھی بھلا ہو جائے۔

دجالی ریاست کے قیام کے لیے فضائی تسخیر کی کوششیں

(پہلی قسط)

ایریا نمبر 51

نواڈا پچاس امریکی ریاستوں میں سے نسبتاً غیر معروف ریاست ہے۔ اس کے مغرب میں کیلی فورنیا، شمال میں اوریگان اور ایڈاہو، مشرق میں اوٹاوہ اور جنوب مشرق میں ایریزونا ہے۔ اس کا رقبہ 1,10,567 مربع میل ہے۔ رقبے کے اعتبار سے یہ امریکا کی ساتویں بڑی ریاست ہے۔ یہی وہ خصوصیت ہے جس نے اسے مستقبل...... شاید مستقبل قریب...... کے ایک بہت بڑے دجالی منصوبے کی تجربہ گاہ بنادیا ہے۔ ریاست نواڈا کو انتظامی طور پر 51 مربع قطعات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان قطعات کو 1 سے لے کر 51 تک نمبر دیے گئے ہیں۔ قطعہ نمبر 51 خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں دجال کا اہم ترین منصوبہ پروان چڑھایا جاتا رہا ہے۔ ابتدا میں امریکی حکومت اس طرح کے کسی منصوبے یا غیر معمولی سرگرمی سے قطعی انکار کرتی تھی اور اس حوالے سے پیش کیے گئے شواہد کو سختی سے مسترد کردیتی تھی...... لیکن اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا کہ اس نے ایریا 51 کو جانے والی شاہراہ کا نام ''غیرارضی شاہراہ'' (Extraterestrial Highway) کیوں رکھا ہے؟ اس شاہراہ کا سرکاری طور پر روٹ نمبر 375 تھا۔ اس کا یہ

غیر معمولی نام رکھا جانا اپنے اندر چونکا دینے والی حیرانی لیے ہوئے تھا۔ یہاں اڑن طشتریاں اور خلائی مخلوق جیسی ''غیر ارضی اشیا'' مسلسل دیکھنے میں آتی رہتی تھیں۔ مقامی باشندوں اور ان کے غیر مقامی مہمانوں کی زبانوں پر ان کا تذکرہ عام تھا۔ امریکی حکومت ان تجسس آمیز اطلاعات کو دبائے رکھتی تھی۔ جب بات بہت آگے بڑھ گئی تو ریاست نواڈا کے بارے میں یہ مشہور کر دیا گیا کہ یہاں ایسی بڑی سائنسی سرگرمیاں زیر عمل لائی جاتی ہیں جن کا تعلق فیڈرل گورنمنٹ کی ایٹمی ریسرچ سے ہے۔ امریکی عوام اس سے مطمئن ہو جاتے...... بہت جلد مطمئن ہو جاتے...... اس لیے کہ انہیں فری میسن برادری نے ایسی بہت سی ''ٹائم پاس'' اور ''مفید'' سرگرمیوں میں مبتلا کر رکھا ہے جن سے ان کے پاس وقت نہیں بچتا۔ رہی سہی کسر یہودی بینکوں کی طرف سے امریکی عوام کو دیے گئے قرضوں اور یہ قرضے اُتارنے کے لیے کی جانے والی دگنی تگنی نوکریوں نے پوری کر دی ہے۔ لہٰذا دنیا کی سب سے زیادہ تعلیم یافتہ سمجھی جانے والی امریکی قوم جلد ہی ان طفل تسلیوں سے مطمئن ہو جاتی اور ایریا 51 کو کہیں اور منتقل نہ کرنا پڑتا اگر کیلی جانسن جیسے مایہ ناز ہوا باز کا واقعہ پیش نہ آتا۔

کیلی جانسن غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا ایک ایئر کرافٹ ڈیزائنر تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے پہلا سپر سانک طیارہ ''یوٹو'' (U-2) ڈیزائن کیا تھا۔ اسے کسی ایسے وسیع علاقے کی ضرورت تھی جہاں اس طیارے کی آزمائشی پرواز عمل میں لائی جائے۔ قدرتی طور پر اس کی نظر قطعہ نمبر 51 پر پڑی۔ اس نے ''ٹونی لی وائز'' سے رجوع کیا۔ وہ شہری ہوا بازی میں اس کا دوست تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا تھا وہ خطہ نمبر 51 کا بانی تھا۔ وہاں کے منصوبے اس کے علم میں تھے۔ ٹونی نے پرانی دوستی کی لاج رکھتے ہوئے امریکی حکومت سے اس آزمائشی پرواز کی اجازت طلب کی۔ اس نے اپنے دوست کو بتایا کہ اس ریاست میں 30، 40 میل تک پرواز کی سہولتیں موجود ہیں۔ میں اس کا انتظام کروں گا اگر مرکز سے اس کی اجازت مل جائے۔ کیلی کو معلوم نہ تھا کہ اس جگہ ''مرکز'' اس کے بنائے گئے جدید ترین طیارے سے بھی زیادہ تیز رفتار سواری کا تجربہ کرتا رہا ہے۔ بہر حال

انہیں مرکز سے اجازت مل گئی۔ یوٹو کی آزمائشی پرواز کامیاب رہی۔ بعدازاں اس طیارے نے سوویت یونین کے علاقے میں 26 ہزار فٹ کی بلندی پر رہتے ہوئے اور سوویت راڈاروں سے بچتے ہوئے کامیاب جاسوسی پروازیں کیں۔ ایٹمی تنصیبات کی تصاویر حاصل کیں اور امریکی حکام کے لیے یہ اجازت کافی سودمند ثابت ہوئی۔

U-2 کے بعد ایریا 51 میں دوسرا پروجیکٹ B-2 بمبار اسٹیلتھ طیارے کا تھا۔ اس کا منفرد ڈھانچہ اور رفتار موجودہ زمانے سے کئی عشرے آگے تھا۔ لوگوں کو ایسی ایڈوانس ٹیکنالوجی کی ابھی توقع اور کوئی اندازہ نہیں تھا۔ انہوں نے بی-2 اور اس طرح کے دوسرے ترقی یافتہ طیارے دیکھے تو انہیں UFO (Unidentified Flying Objects) یعنی اُڑن طشتریاں سمجھ لیا۔ 1988ء میں امریکی حکام نے سرکاری طور پر بی 2 اسٹیلتھ بمبار اور ایف 117 اسٹیلتھ فائٹر کے بارے میں عوام کو مطلع کیا۔ لوگوں نے ان کی بے پناہ تباہ کاری کا مشاہدہ فروری 1988ء میں کیا جبکہ خلیج کی جنگ نے ان کی موجودگی اور حقیقت ثابت کردی۔ B-2 کے بعد ایریا 51 میں جاری موجودہ پروجیکٹ کا نام AURORA ہے۔ یہ ایک ایسا طیارہ ہوگا جو آواز کی رفتار سے چھ گنا تیز پرواز کرتے ہوئے انتہائی ٹھیک نشانے پر حملہ آور ہوسکتا ہے۔ امریکی حکومت فی الوقت اس کی موجودگی سے انکار کررہی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی زمانے میں B-2 اور F-117 کے لیے کیا گیا تھا...... لیکن کیا اس خفیہ علاقے میں صرف یہی تیز رفتار سواریاں تیار ہورہی ہیں؟ کیا U-2 اور B-2 کی آزمائشی پروازوں کے تذکرے سے وہ بات سمجھ میں آسکتی ہے جس کا تعلق دنیا کے سب سے وہمی اور بزدل شخص ”دجال اعظم“ کے ظہور اور استقبال کے لیے کی جانے والی خفیہ ترین اور...... بظاہر...... عظیم ترین تیاری سے ہے؟ اگر آپ کے ذہن میں اس کا جواب نفی میں ہے تو آپ بندہ کو اپنا ہم خیال پائیں گے؟ اصل کہانی اس سے آگے کی ہے اور یہ کہانی ہمیں مشہور غیر صہیونی امریکی سائنس دان ”ڈاکٹر موریس جیسوب“ کے افسوس ناک قتل سے آگے بڑھتی ہوئی ملتی ہے۔ اس کو جس بہیمانہ انداز میں ایک علمی تحقیق پر تبادلہ خیال سے روکنے کے لیے قتل کیا گیا وہ ہمیں

امریکا پر مسلط نادیدہ ہاتھوں کے جبری تسلط کی کہانی سناتا ہے۔ امریکی قوم نے جو مجسمہ آزادی نصب کر رکھا ہے اس میں جلنے والی شمع جس طرح ٹھنڈی ہے، اسی طرح امریکی قوم کی آزادی بھی ادھوری ہے۔ اس باخبر اور دنیا کی مہذب اور تعلیم یافتہ ترین سمجھی جانے والی قوم کو جس کا ہر بچہ اَپ ڈیٹ رہنے کا دعویٰ کرتا ہے، کون بتائے کہ دجال کے نمائندوں کے نادیدہ دماغ ان کو اپنی مرضی سے مخصوص سمت چلا رہے ہیں؟ ڈاکٹر موریس جیسوب کا اندوہناک قتل جس کہانی سے پردہ اُٹھاتا ہے اس کا پس منظر سمجھنے کے لیے ''پروجیکٹ پیپر کلب'' کے منصوبے کو سمجھنا ضروری ہے۔

دوسری جنگِ عظیم کے بعد امریکی اور برطانوی انٹیلی جنس ایجنسیاں ایک خاص مشن پر کام کر رہی تھیں۔ ان کو یہ ٹاسک دیا گیا تھا کہ وہ اعلیٰ پائے کے نازی سائنس دانوں، انجینئروں، جینیاتی انجینئروں اور ''ذہنوں پر قابو پانے والے ماہرین'' (ہپناٹزم، مسمریزم، ٹیلی پیتھی وغیرہ سے شغف رکھنے والے) کو جرمنی سے بحفاظت وصول کر کے امریکا کھینچ لے جائیں۔ اس منصوبے کے لیے 2,000,000,000 امریکی ڈالرز کی لاگت سے امریکی حکومت (یا اس کے پیچھے کارفرما خفیہ صہیونی دماغ) نے ایک پروجیکٹ شروع کیا جس کا کوڈ نام ''پروجیکٹ پیپر کلب'' تھا۔ اس پروجیکٹ کی مدت چار سال رکھی گئی تھی۔ اس کے ذریعے قلیل مدت میں وہ ذہین اور تجربہ کار ترین افرادی قوت حاصل کر لی گئی جس کے لیے عام حالات میں نصف صدی کا عرصہ درکار ہوتا۔ اس مہم جوئی کے لیے امریکا نے اپنی خفیہ ایجنسیاں اور وسائل بے دریغ جھونک مارے۔ اس کے نتیجے میں جو سائنس دان امریکا پہنچے ان کو امریکی اور برطانوی سائنس دانوں نے اپنی ''مہمان نگرانی'' میں لے لیا۔ ان نقل مکانی کرنے والے سائنس دانوں نے امریکا کو پوری دنیا میں قائدانہ کردار مہیا کیا، لیکن افسوس کہ یہ علم و تحقیق اور ایجاد و اکتشاف نہ ان سائنس دانوں کے کام آئی اور نہ انسانیت کے۔ ان سائنس دانوں میں سے منتخب اور غیر معمولی ذہن رکھنے والے عبقری الصفت (جینئس) افراد امریکا سے اغوا ہو کر کسی اور ''مقام'' میں پہنچا دیے گئے اور ان کی ایجادات نے انسانیت کے سب سے بڑے دشمن ''دجال اعظم'' کے لیے میدان ہموار کیا۔ دجال توہم پرستی

کی آخری حد تک محتاط، بزدل اور وسواسی قسم کی مخلوق ہے۔ وہ اپنے ظہور سے پہلے دو چیزوں کی یقین دہانی حاصل کرنا چاہتا ہے:

(1) صفائی: یعنی مخالفین اور رکاوٹوں کا خاتمہ، مخالفین میں سرفہرست علماء اور مجاہدین ہیں اور رکاوٹوں میں اصل رکاوٹ نیکی اور تقویٰ ہے۔ دجال کو سازگار ماحول کے لیے بدی اور فحاشی درکار ہے اور دجالی قوتوں کو وہ لوگ ایک آنکھ نہیں بھاتے جو کسی بھی شکل میں خیر (یعنی اتباع سنت) کی دعوت اور شر کے خلاف مزاحمت یعنی قتال فی سبیل اللہ کی بات کریں۔

(2) برتری: یعنی ان تمام وسائل کا حصول جو اسے "مخالف دجال" قوتوں پر مکمل برتری دلاسکیں۔ ان وسائل میں سے ایک اہم چیز "اُڑن طشتری" ہے۔ جی ہاں! وہی اڑن طشتری جو امریکا کے اردگرد اکثر و بیشتر نظر آتی رہتی ہے اور اس کی حقیقت چھپانے کے لیے امریکا میں موجود خفیہ قوتوں کی جانب سے یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ ان طشتریوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی گواہی دینے والے وہمی (Fantasy Prone) ہیں۔ اگر یہ سب وہمی ہوتے اور ان کھٹولوں میں سوار مخصوص حلیے والے لوگ کسی اور سیارے کی مخلوق ہوتے تو ڈاکٹر مائیکل جیسوب کو موت کی نیند نہ سلایا جاتا جو ان اڑان بھرتی سواریوں کی حقیقت جاننے کے لیے تحقیق کر رہے تھے اور سراغ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ (جاری ہے)

گلوبل ویلج کا پریذیڈنٹ

(ایریا 51 کی دوسری قسط)

''20th سینچری فاکس'' ایک امریکی فلم ساز ادارہ ہے۔ فاکس ٹیلی ویژن بھی اس ادارے کی ملکیت ہے۔ فاکس ٹیلی ویژن، ایکس فائلز کا پروڈیوسر بھی ہے۔ اس ادارے نے 1996ء میں ''انڈیپینڈنس ڈے'' (Independence Day) نامی فلم بنائی۔ اس فلم نے باکس آفس پر کامیابی کے بڑے بڑے ریکارڈ توڑ ڈالے۔ اسے دنیا کی ساتویں کامیاب ترین فلم قرار دیا گیا۔ کیوں؟ فاکس کا مالک رابرٹ مردوگ ایک فری میسن ہے۔ اس فلم میں اس نے خلائی مخلوق کی زمین پر حملہ آوری کی فکشن (داستان) کو فلمایا ہے۔ فلم میں ایک فوجی اڈا ''ایریا 51'' کے نام سے دکھایا گیا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو انسان کے مستقبل کے تحفظ میں مرکزی کردار ادا کرے گا۔ اس طرح کی فرضی داستان امریکا جیسی حقیقت پسند قوم کو اتنی پسند کیوں آگئی؟ اس فلم کے ذریعے درحقیقت ہماری دنیا کے باسیوں کے ذہن ہموار کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس فلم میں کچھ تحت الشعوری پیغامات دیے گئے تھے۔ ان پیغامات نے ناظرین کو لاشعوری طور پر اتنا متاثر کیا کہ وہ بار بار اس فلم کو دیکھنے پر مجبور ہوگئے۔ وہ پیغام کیا تھا؟ ہماری دنیا کا مستقبل صرف اس صورت میں محفوظ ہے جب اس کا ایک ایسا لیڈر ہو جو پوری دنیا کا متفقہ لیڈر ہو۔ یہ وہ قائد ہوگا جو دنیا کو درپیش خطرات سے تحفظ دے سکے گا۔ یہ ہماری دنیا کا نگہبان اور نجات دہندہ ہوگا۔ اس کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے ضروری ہے کہ دنیا میں ایک ہی کرنسی اور ایک ہی فوج ہو۔ اور یہ (مالی وعسکری) طاقت ایک گلوبل لیڈر کے ہاتھ میں ہو۔ یہ گلوبل لیڈر وہی ہے جس کے انتظار میں ایک امریکی ریاست کا اصل نام ''اس

خدا کا شہر جس کا انتظار کیا جا رہا ہے'' رکھا گیا ہے۔ اس ریاست کا نام ہم آگے چل کر بتائیں گے۔ ''برادری'' کو دراصل گلوبل یونین، گلوبل عدلیہ، گلوبل کرنسی اور گلوبل فوج کی ضرورت ہے۔ اقوام متحدہ، عالمی عدالت انصاف، کریڈٹ کارڈز (اور تھوڑا آگے چل کر کارڈ کرنسی یا الیکٹرونک منی) اور امن فوج ''برادری'' کی اس ضرورت کی تکمیل کی ابتدائی شکلیں ہیں۔ 25 مارچ 1957ء کو اس خاکے میں ذرا وضاحت سے رنگ بھرا گیا جب ''یوروپین اکنامک کمیونٹی'' وجود میں آئی اور ''نیو ورلڈ آرڈر کے لیے ایک تجربہ گاہ'' قرار پائی۔ ''یورو کرنسی''، ''یورو کپ'' اور اسی طرح کے دوسرے تجربے فری میسنری کو ''گلوبل کنٹرول'' حاصل کرنے میں مدد دے رہے ہیں۔ دنیا پر تسلط کی بے تاب خواہش نے انہیں شیطانی سمندر کی شیطانی تکون میں مقید یک چشم لیڈر کے لیے سراپا انتظار بنایا ہوا ہے۔ وہ اس کا انتظار بھی کر رہے ہیں اور گلوبل حکومت کے اس گلوبل پریذیڈنٹ کے لیے راستہ بھی ہموار کر رہے ہیں اور اس کا ایک بڑا ذریعہ ہالی ووڈ کی فلمیں ہیں۔ مذکورہ بالا فلم میں خلائی مخلوق اور اس کی مخصوص سواری دکھائی گئی ہے۔ یہ سواری اور اس کے سوار آج کے کالم کا موضوع بھی ہیں اور پچھلے کالم میں کہی گئی بات آگے بڑھانے کا رابطہ اور ذریعہ بھی۔ آگے بڑھنے سے پہلے ہم فرضی خلائی مخلوق کی اس حقیقی سواری کا تعارف لیتے چلتے ہیں:

اُڑن طشتریاں کیا ہیں؟

اُڑن طشتریوں کو یوایف او (U.F.O) یا Unidentified Flying Objects یعنی ''ناقابلِ شناخت اڑنے والی چیزیں'' کہا جاتا ہے۔ یہ گول شکل کی کسی طشتری کی مانند ہوتی ہے۔ اس کی رفتار انتہائی تیز ہوتی ہے۔ اتنی تیز کہ یہ دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں۔ اُڑن طشتری المونیم اور پلاسٹک یا اس جیسی کسی جدید قسم کی دھات سے بنی ہوئی ہوتی ہے۔ اغوا کیے گئے لوگوں کے مطابق اس کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ اس میں بیٹھنے کے بعد یوں لگتا ہے جیسے زمین لپٹتی جا رہی ہو۔ یہ حجم میں چھوٹی اور بڑی ہونے کی عجیب وغریب اور

سمجھ میں نہ آنے والی صلاحیت رکھتی ہے۔یعنی ایک ہی اُڑن طشتری بیک وقت اپنا جسم بالکل چھوٹا اور اتنا بڑا کرسکتی ہے کہ اپنی آنکھوں پر شک ہونے لگے اور دیکھنے والے بے ہوش ہوجائیں۔ یہ خود بھی جب چاہے انسانی نظروں سے غائب ہوجاتی ہے نیز دوسری کسی بھی چیز کو لوگوں کی نظروں سے غائب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔فضا میں ایک ہی جگہ دیر تک کھڑی رہ سکتی ہے۔

اُڑن طشتریوں میں کون سی ٹیکنالوجی استعمال ہوتی ہے؟

اڑن طشتری میں بنیادی طور پر دو قسم کی ٹیکنالوجی استعمال ہوتی ہے: ایک قوتِ کشش، دوسری لیزر شعاعیں۔قوتِ کشش کی بنا پر یہ چیزوں اور افراد کو اپنی طرف دور سے ہی کھینچ سکتی ہے۔لیزر شعاعوں کے ذریعے دنیا کے جدید ترین طیاروں کو بآسانی تباہ کرسکتی ہے۔سمندر میں اُتر کر کسی آبدوز سے بھی زیادہ رفتار کے ساتھ پانی کے اندر سفر کرلیتی ہے۔ دنیا کے بجلی کے نظام اور مواصلاتی نظام کو جام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ...... برمودا کے باسیوں نے غیر معمولی توانائی کی حامل ان مقناطیسی شعاعوں پر قابو پالیا ہے جو دنیا میں موجود توانائی کے حصول کے تمام ذرائع سے کئی گنا زیادہ قوت رکھتی ہیں۔اس کی بنا پر وہ اُڑن طشتریوں میں بیٹھ کر ہماری دنیا سے اس طرح ٹھیٹھ مخول کر کے لطف لیتے ہیں جیسے کوئی شہری بابو کسی دیہات میں جانکلے اور اپنے پاس موجود موبائل اور کمپیوٹر کے کرتب دکھا کر دیہاتیوں سے مزہ لے۔

اُڑن طشتریاں کہاں سے آتی ہیں؟

اگرچہ عام طور پر یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ یہ نامعلوم مقام سے آتی ہیں۔ان پر اجنبی مخلوق سوار ہوتی ہے۔ان کا راز کسی کو معلوم نہیں۔ ان کے بارے میں طرح طرح کی افسانوی داستانیں خوفناک قصے، ناقابل یقین واقعات......سب کچھ اس طرح گڈمڈ کر کے بیان کیا جاتا ہے کہ انسان اُلجھ کر رہ جاتا ہے۔غیر جانبدار امریکی محققین کا کہنا ہے کہ یہ برمودا تکون

سے آتی ہیں۔ متعدد مشاہدات اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُڑن طشتریاں اسی تکون سے نکلتی اور شعبدے دکھا کر اسی میں واپس گھسی جاتی ہیں۔ ایک اڑن طشتریوں پر کیا موقوف، برمودا تکون میں اور بھی بہت سے غیر معمولی واقعات وحادثات ہوتے رہتے ہیں لیکن ان سے متعلق رپورٹوں پر بڑی سخت پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ نہ انہیں مشتہر کیا جاتا ہے اور نہ کسی کو اُن پر تحقیق کی اجازت دی جاتی ہے۔ ان واقعات میں فضائی اور بحری جہازوں کے غائب ہونے کے علاوہ اُڑن طشتریوں کا آسمان میں دیکھا جانا، برمودا کے سمندر میں داخل ہونا اور سمندر میں پانی کے اندر ہزاروں فٹ نیچے ان کا دیکھا جانا شامل ہے۔ 1963ء میں پیوٹوریکو کے مشرقی ساحل پر امریکی بحریہ نے اپنی مشقوں کے دوران ایک اڑن طشتری دیکھی تھی جس کی رفتار دو سو ناٹ تھی اور وہ سمندر کے نیچے ستائیس ہزار فٹ گہرائی میں سفر کر رہی تھی لیکن اس رپورٹ کو بھی سختی سے دبا دیا گیا تھا اور ڈسپلن کے پابند فوجیوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس موضوع پر بات بھی نہ کریں۔

اُڑن طشتریوں کے بارے میں کٹر عیسائی حضرات کا نظریہ:

امریکا اور یورپ کو روشن خیال تہذیب کا گہوارہ سمجھا جاتا ہے۔ روشن خیالی کے معنی کی تشریح سے قطع نظر یہاں کے عوام عقل اور سائنس نیز ہر چیز کی مادی تشریح اور طبیعاتی توجیہ پر اتنا زیادہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ کسی ماورائی چیز کا سرے سے انکار کرنے کو عقل پرستی کی معراج اور ایسی چیزوں کے قائل لوگوں کو رجعت پسند اور بنیاد پرست قرار دیتے ہیں لیکن اس سب کچھ کے باوجود ''اڑن طشتریوں'' کے نمودار ہونے اور عقل وٹیکنالوجی کی گرفت میں نہ آنے پر ان حضرات کا تبصرہ کیا تھا؟ آیئے ملاحظہ کیجیے۔

ایک رومن کیتھولک پادری فادر فریکسیڈ جو اُڑن طشتریوں کے بارے میں سند سمجھے جاتے ہیں، کہتے ہیں: ''یہ سب شیطانی چرخہ ہے۔ چرچ اور ہمارے اجداد جن کو شیطان کہتے ہیں وہ اب اُڑن طشتریوں کے ہواباز کہلاتے ہیں۔ اُڑن طشتریوں کے شاہدین ان کی پرواز کے وقت اکثر

سلفر کی بومحسوس کرتے ہیں۔ یہ شیطان کو مارے جانے والے گندھک کے پتھروں کی بو ہے۔"

فادر فریکسیڈو کے کچھ اور بھی نظریات ہیں۔ ان کا کہنا ہے: "جب سے یہ اُڑن طشتریاں کیریبین سمندر پر ظاہر ہوئیں تب سے مقامی طور پر معجزات کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ مثلاً: گرجا گھر کے مجسمے رونے لگتے، یا ان کے منہ سے خون بہنے لگتا، تصویریں روشن ہو جاتیں، چرچ کے ٹاور سے روشنی کی کرنیں نکلنے لگتیں، انفرادی طور پر دائمی مریض صحت مند ہو جاتے۔" یہ ہے عیسائی حضرات کے مذہبی رہنماؤں کی وہ رہنمائی جس سے معاملہ سلجھنے کے بجائے اور اُلجھ جاتا ہے۔

اڑن طشتریوں کے بارے میں امریکی حکام کا تبصرہ:

امریکی حکام کا تبصرہ تو انتہائی معنی خیز اور دلچسپ تھا۔ انہوں نے ہمہ وقت متجسس اور باخبر رہنے کی شائق امریکی قوم کے سامنے جوابدہ ہونے کے باوجود وقتاً فوقتاً متضاد موقف اختیار کیے۔ معاملے کو اُلجھانے کی ان کوششوں نے ہی غیر صہیونی امریکیوں کو چوکنا کر دیا اور انہوں نے جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اس حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی جس کے اردگرد اسرار و تجسس کا حصار اور موت کا پہرہ لگایا گیا تھا۔

پہلے پہل تو ان کے وجود کا ہی انکار کر دیا گیا اور "ماہرین" سے یہ کہلوایا گیا کہ ایسی کوئی چیز دنیا میں پائی ہی نہیں جاتی۔ اسے دیکھنے والوں کا وہم اور فرضی تخیل قرار دے کر رد کر دیا گیا۔ یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ اُڑن طشتریاں دیکھنے والے وہمی (Fantasty Prone) ہیں...... لیکن اس نامعقول اور غیر قابل قبول چیز دیکھنے والوں کی تعداد رفتہ رفتہ اتنی زیادہ ہو گئی تھی کہ ان سب کے مشاہدے کو وہم، جھوٹ یا تخیل کی کارستانی قرار دے کر رد کرنا ممکن نہ رہا تھا۔ نہ ہی اس کو محض نظروں کا دھوکا قرار دے کر دیکھنے والے کا مذاق اُڑا کر بات کو دبایا جا سکتا تھا، کیونکہ 1947ء سے 1969ء تک اُڑن طشتریاں دیکھے جانے کی جو شہادتیں اور واقعات سامنے آئے تھے وہ 12,618 تھے۔

اس کے بعد یہ مشہور کرنے کی کوشش کی گئی کہ یہ خلائی مخلوق کی سواری ہے۔ کسی اور سیارے کی

رہنے والی مخلوق ان میں سوار ہو کر گھومتی گھامتی ہماری دنیا میں آنکلتی ہے۔ اس نظریے کو تقویت دینے کے لیے ذہنی رخ تبدیل کرنے کی مخصوص تکنیک استعمال کرتے ہوئے ان طشتریوں میں سوار مخلوق کو پردیسی یا اجنبی (Aleins) کا نام دیا گیا۔ ان کا حلیہ بھی ایسا مشہور کیا گیا جس سے وہ کسی اور دنیا کے باشندے لگیں جو بھٹک کر غموں اور دکھوں سے بھری ہماری اس دنیا میں تفریح اور مہم جوئی کے لیے آنکلے ہیں۔ کیا وہ پردیسی تھے؟ اگر ایسا تھا تو امریکی حکام اور سائنس دانوں کے لیے اس سے زیادہ دلچسپ اور انکشافاتی موضوع اور کیا ہو سکتا تھا؟ انہیں تو اپنے پورے وسائل اس مخلوق کی حقیقت جاننے کے لیے جھونک دینے چاہیے تھے......لیکن......انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود اس پر سنجیدہ یا غیر سنجیدہ تحقیق کی کوشش نہیں کی، بلکہ کسی کو اس پر تحقیق کی اجازت بھی نہیں دی اور مختلف ہتھکنڈوں سے ایسی کسی بھی کوشش کو ناکام بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سی نادیدہ طاقت تھی جس نے ان کے بارے میں تحقیق کرنے والوں کو ڈرایا دھمکایا۔ وہ کون سی خفیہ طاقت تھی جس نے حقیقت تک پہنچ جانے والے سائنس دانوں کو محض اس لیے موت کی نیند سلا دیا کہ "ان کے نظریات بہت ایڈوانسڈ تھے اور کچھ "لوگوں" کو ان نظریات کا عوام کے سامنے آنا پسند نہیں تھا۔" امریکی نظام پر اثر انداز وہ کون سی قوتیں تھیں جنہوں نے بحری جہازوں پر پابندی لگائی کہ لاگ بک (جہاز پر موجود یادداشت) میں سے ساحل پر پہنچتے ہی وہ تمام واقعات نکال دیے جائیں گے جن کا تعلق برمودا تکون یا اڑن طشتریوں سے ہوگا۔

اس سے زیادہ سنگین بات یہ ہوئی کہ اڑن طشتری کے سواروں کے ہاتھوں انسانوں کے اغوا کے واقعات بھی ہوئے۔ اب تو پوری حکومتی مشینری کو حرکت میں آجانا چاہیے تھا۔ ایک امریکی باشندہ......عام باشندہ نہیں بلکہ ایک امریکی شہری جو کسی نہ کسی شعبے میں مثالی مہارت کا بھی حامل تھا......اور وہ امریکا کی سرزمین سے اغوا ہو گیا، امریکی نفسیات کے مطابق اس کو ہرگز برداشت نہ کیا جانا چاہیے تھا......مگر حیرت انگیز طور پر اس حوالے سے بھی کوئی پیش رفت نہ ہوئی۔ اغوا کا غیر

انسانی فعل دن دہاڑے وقوع پذیر ہوا اور اس کو غیر انسانی مخلوق کا کارنامہ قرار دے کر جانے دیا گیا، جبکہ اس گندے کام کے لیے کسی غیر انسانی مخلوق کی ضرورت نہ تھی۔ ہماری انسانی برادری میں یہ غیر انسانی کام کرنے والے بہت سے ''برادرز'' موجود ہیں۔ پیشہ ورانہ مہارت رکھنے والے یہ لوگ اغوا ہو کر کہاں گئے؟ اس کو ہم آخر میں ذکر کریں گے۔ پہلے ان باہمت لوگوں کا تذکرہ ہو جائے جو امریکی قوم کو دھوکا دینے کی اس سرکاری سازش کا حال جاننے کی کوشش میں جان سے گزر گئے۔ (جاری ہے)

شیطانی کھٹولوں کا راز جاننے والوں کی سرگزشت

(ایریا 51 کی تیسری قسط)

ڈاکٹر مورس جیسوب امریکی ریاست کے علاقے ''روک ول'' (Rockville) کے قریب پیدا ہوا۔ وہ ابتدا سے فلکیات میں دلچسپی رکھتا تھا۔ اُس نے 1925ء میں مشی گن یونیورسٹی سے فلکیات میں ''بی ایس'' کی ڈگری حاصل کی۔ 1926ء میں ایک رصدگاہ میں کام کے دوران ''ایم ایس'' کی ڈگری حاصل کی۔ 1931ء میں اس نے اپنی ''پی ایچ ڈی'' کا مقالہ مکمل کرلیا تھا لیکن وہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل نہ کرسکا تاہم اسے پھر بھی بسا اوقات ''ڈاکٹر جیسوب'' کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسوب کو 1950ء کی دہائی میں UFOs (فضا میں پائے جانے والے غیر شناخت شدہ مبہم اجسام) کے متعلق سب سے عمدہ مفروضے پیش کرنے والا شخص قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے فلکیات اور زمینی آثار قدیمہ دونوں کے متعلق تعلیم حاصل کی اور اسے دونوں میدانوں میں عملی کام کا تجربہ بھی حاصل تھا۔ جیسوب نے 1955ء میں اپنی ایک کتاب کے ذریعے شہرت حاصل کی، جس میں اس نے UFO کے متعلق بحث کی اور اس بات پر زور دیا کہ یہ معاملہ اس لائق ہے کہ اس پر مزید تحقیق کی جائے۔ اس کا خیال ہے کہ UFOs کسی ٹھوس اور مبہم قسم کی دھات سے بنے ہوئے اجسام تھے جو تحقیقی مشن پر بھیجے گئے تھے۔

مزید برآں ''جیسوب'' نے ان کا تعلق قبل از تاریخ کی سائنس سے بھی جوڑا ہے۔ ''جیسوب'' نے 1956ء میں مزید دو کتابیں (UFOs and Bible) اور (The UFO Annual) اور 1957ء میں (Expandiry ase for UFO) لکھیں۔ UFO کے

بارے میں جیسوب نے ان وسائل کے بارے میں بھی تھیوری پیش کی جو UFOs کی اُڑن طشتریوں کو اُڑانے میں ممکنہ طور پر زیرِ استعمال ہو سکتے ہیں۔ اس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ ایندھن یا تو کوئی مخالف کشش ثقل مادہ ہے یا پھر برقی مقناطیس قسم کی کوئی چیز ہے۔ اس نے اپنی کتاب اور اسفار میں بارہا اس پر افسوس کا اظہار کیا لیکن انہیں توجہ نہ دی گئی ورنہ اگر انہیں اتنی توجہ دے دی جاتی جتنی راکٹ داغنے کے عمل کو دی جاتی ہے تو بھی کافی فائدہ ہوتا۔ جنوری 1955ء کو جیسوپ کے خلاف ''برادری'' کی سازشوں کا آغاز ہو گیا۔ ''کارلس میگوئیل ایلینڈ'' نامی شخص کی جانب سے خط موصول ہوا جس میں لکھنے والے نے بتایا کہ اس نے ذاتی طور پر بھی ایسے جہازوں کا مشاہدہ کیا ہے جو ظاہر ہوئے پھر اچانک غائب ہو گئے۔ اس نے اپنے علاوہ کچھ اور لوگوں کے نام بھی بتائے تھے۔ ان میں ایسے افراد بھی شامل تھے جو اس واقعہ کے بعد ناگہانی موت مر گئے۔ جیسوپ نے ایلینڈ کو جوابی خط لکھا اور اس واقعہ سے متعلق مزید معلومات اور تصدیقات طلب کیں جس کا جواب مہینوں بعد آیا جس میں اس شخص (ایلینڈ) نے مزید معلومات فراہم کرنے سے معذرت کر لی تھی۔ اس دوسرے خط میں اس نے اپنے آپ کو ''کارل ایلن'' لکھا تھا، جیسوب نے اس سے مزید رابطہ نہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

1957ء کی بہار کے موسم میں جیسوب سے ONR کی جانب سے رابطہ کیا گیا اور اس سے اس پارسل کے مندرجات کا مطالعہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا کہ جو انہیں موصول ہوا تھا۔ جیسوب نے جب اسے دیکھا تو وہ حیران رہ گیا کہ یہ اُس کی کتاب کا ایک غیر مجلد نسخہ تھا، جس پر طویل و عریض حاشیہ لکھا تھا۔ حاشیہ نگاری میں تین مختلف روشنائیاں استعمال کی گئی تھیں۔ کتاب جس لفافے میں بند تھی، اس پر Happy Easter لکھا تھا۔ ان طویل و عریض حاشیوں میں تین افراد کے درمیان رابطوں کا ذکر تھا جس میں سے صرف ایک کا نام ''جیمی'' مذکور تھا۔ باقی دو کو ان لوگوں نے Mr. A اور Mr. B کا نام دیا۔ یہ تینوں افراد ایک دوسرے سے خانہ بدوشوں کے حوالے سے گفتگو کر رہے ہیں اور خلا میں رہنے والے مختلف لوگوں کے

بارے میں باتیں کر رہے ہیں۔ حاشیہ کی تحریر میں انگریزی کی لکھائی کے قواعد اور علامات ترقیم کا غلط استعمال کیا گیا تھا۔ ان میں جیسوب کے بیان کردہ احتمالات پر بڑی مفصل بحث کی گئی تھی۔ مثلاً: ایک حوالے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا: ''اس کے پاس کوئی معلومات نہیں، محض قیاس آرائی کرتا ہے۔'' لکھائی اور مواد کی بنیاد پر کہا گیا کہ دراصل یہ ایک ہی شخص کا لکھا ہوا حاشیہ ہے اور یہ وہی شخص ہے جس نے جیسوب کو خط لکھا تھا۔ اس نے تین روشنائیاں استعمال کی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد ONR نے جیسوب کو بتایا کہ جیسوب کو ملنے والے خط کا واپسی پتا دراصل ایک متروکہ فارم ہاؤس ہے۔ جیسوب نے کہا کہ وہ UFO کے متعلق اب ایک جاندار تحریر لکھے گا...... لیکن یہ تحریر لکھنے کی نوبت نہ آئی۔ یہ راز ڈاکٹر جیسوب کے ساتھ ہی اس کی کار میں دفن ہو گیا۔

بات یہ تھی کہ ڈاکٹر موریس جیسوب اختراعی ذہن رکھنے والے ذہین سائنس دان تھے۔ وہ روایتی نظریات کو اتنی جلدی قبول کرنے کے عادی نہ تھے جتنا جلد امریکی صہیونی سائنس دان امریکی قوم سے تسلیم کروا لیتے ہیں۔ انہوں نے جب اُڑن طشتریوں کے بارے میں افواہیں سنیں تو ان کے لیے چونکا دینے والی چیز محض یہ نہ تھی کہ ان کے پیٹی بند سائنس دان بھائی اس جدید ترین دور میں اس عجیب ترین چیز کو کسی اور سیارے کی مخلوق سمجھ کر آسانی سے نظر انداز کر رہے ہیں...... ان کے لیے اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ تھی کہ بال کی کھال اُتارنے والا امریکی میڈیا بھی اس طرح کی خبروں سے قطع نظر کرنے یا کوئی اور رُخ دینے میں ضرورت سے زیادہ چابکدستی دکھا رہا ہے۔ ان سے یہ چیز ہضم نہ ہوئی اور انہوں نے ان ''اُڑن کھٹولوں'' کا راز معلوم کرنے کی ٹھانی۔ ایک طرف تو سائنسی انکشافات کی وہ بھرمار کہ انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں اور دوسری طرف افریقا کے جنگلوں یا کوہ قاف کے پہاڑوں پر نہیں، امریکا کے اردگرد کے ''سمندروں'' اور ''ساحلوں'' پر اڑن طشتریوں کا بار بار نمودار ہونا اور ان میں سوار مخلوق کو خلائی مخلوق اور ان کی سواری کو افسانوی کہانی سمجھ کر نظر انداز کرنا ان سے ہضم نہ ہوتا تھا۔ ڈاکٹر جیسوب نے اپنے طور پر

تحقیق شروع کردی۔

یہ اپریل 1959ء کا ایک خوشگوار دن تھا۔ ڈاکٹر جیسوب کئی مہینوں کی مسلسل تحقیق و جستجو کے بعد ''اڑن کھٹولوں'' کے بارے میں ایک حد تک ذہن بنا چکے تھے۔ ایک طرف تو ان انکشافات نے تعجب میں ڈال رکھا تھا جو اس دوران ان کے سامنے ہوئے، دوسری طرف وہ ان نادیدہ قوتوں سے پریشان تھے جنہوں نے آج تک اس پر پردہ ڈالے رکھا اور اب وہ ان کی نگرانی کر رہی تھیں۔ ان کو محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ لوگ ان پر مسلسل نظر رکھے ہوئے ہیں۔ ان کا دل چاہا کہ وہ یہ تمام باتیں اپنے کسی ہم خیال کے سامنے بیان کر کے دل کا بوجھ ہلکا کرلیں اور تحقیق کو بھی آگے بڑھائیں۔ ان کی نظرِ انتخاب ''ڈاکٹر مینسن ویلنٹائن'' پر پڑی۔ وہ بحری جغرافیہ کے سائنس دان تھے اور ڈاکٹر صاحب کے ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے۔ اپریل کی ایک شام کو ڈاکٹر صاحب اپنے دوست سے ملنے کے لیے نکلے۔ ڈاکٹر مینسن نے انہیں شام کے کھانے پر اپنے ہاں مدعو کیا۔ ڈاکٹر جیسوب اپنی گاڑی میں سفر پر روانہ ہوئے...... لیکن ان کا یہ سفر ادھورا رہا...... کبھی مکمل نہ ہوسکا۔ نادیدہ قوتیں...... جو ان کی مسلسل نگرانی کر رہی تھیں...... فیصلہ کرچکی تھیں کہ ڈاکٹر صاحب بہت زیادہ جان چکے ہیں۔ اتنی زیادہ جانکاری ''برمودا'' تکون کے اندر تکونی محل میں بیٹھے بدی کی قوتوں کے یک چشم سربراہ کے لیے اچھی نہ تھی۔ لہٰذا ''اوکے! کل ہم!'' (Ok! Kill him) کا پیغام آگیا۔ ڈاکٹر صاحب کی گاڑی میں زہریلی گیس بھر دی گئی۔ وہ اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے روانہ ہوگئے۔ ان کی کار کے ایگزاسٹ سے فیوز منسلک کر کے کار کے اندر لے جایا گیا تھا جس کے نتیجے میں کار کے اندر کاربن مونو آکسائیڈ گیس بھر گئی تھی۔ ڈاکٹر مینسن کا بیان ہے کہ جب ان کے دوست ان کے پاس نہ پہنچے تو انہیں تشویش ہوئی۔ وہ ان کی تلاش میں نکلے۔ پولیس ان سے پہلے کار کے پاس پہنچ چکی تھی۔ جس وقت پولیس پہنچی ڈاکٹر صاحب زندہ تھے...... لیکن ان کی موت کو خودکشی قرار دے کر کیس داخل دفتر کر دیا گیا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب ہے ڈاکٹر صاحب کو

مرجانے دیا گیا۔ پولیس ان کو بچانے کے لیے نہیں، دم گھٹ کر مرتے دیکھنے کے لیے جائے وقوع پر پہنچی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کو برموداتکون اور اڑن طشتریوں کی حقیقت اور ان کا باہمی تعلق جاننے کے جرم میں موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا تھا۔

شیطانی مثلث اور شیطانی کھٹولوں کا راز جاننے کے لیے جان سے گزرنے والوں میں ڈاکٹر جیسوب کے بعد اگلا نام ''ڈاکٹر جیمز ای ڈونلڈ'' کا ملتا ہے۔ وہ بھی ایک بڑے سائنس دان تھے۔ ڈاکٹر مینسن تو اپنے دوست کی پراسرار موت سے خوفزدہ ہوگئے، لیکن ڈاکٹر جیمز نے ہمت نہ ہاری۔ انہوں نے اپنے آنجہانی ہم پیشہ ڈاکٹر کی تحقیق کو آگے بڑھانا چاہا۔ ان کا کام جاری تھا۔ ابھی وہ کسی نتیجے پر پہنچا ہی چاہتے تھے کہ ''برادری'' کی نظروں میں آگئے اور 13 جون 1971ء کی ایک گرم صبح کو مردہ پائے گئے۔ ان کے سر میں گولی ماری گئی تھی، لیکن سرکاری اعلان وہی تھا کہ انہوں نے خودکشی کی ہے۔

پے در پے ''خودکشی'' کرنے والے یہ امریکی سائنس دان جان سے گزر گئے، لیکن دنیا کو حقیقت کے کسی قدر قریب پہنچانے میں اپنا کردار ادا کر گئے۔ ''کسی قدر قریب'' کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ یہ تمام تحقیق کار مسلمان نہ تھے۔ یہ محض سائنسی انکشافات کی روشنی میں اس موضوع پر کام کر رہے تھے۔ انہیں وحی کی رہنمائی حاصل نہ تھی۔ وہ برموداتکون اور اس میں نکلتی گھستی طشتریوں کی حقیقت محض سائنسی انداز میں سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے یا پھر اس جگہ کے اسرار نے انہیں تجسس میں مبتلا کر دیا تھا اور وہ اس کی کوئی سائنسی توجیہہ دنیا کے سامنے بیان کرنے کے لیے دلچسپی لے رہے تھے۔

جبکہ واقعہ یہ ہے: کہ انسانی عقل کی پرواز اور اس کے علم کی دریافت محدود ہے۔ وحی کی رہنمائی کے بغیر وہ اگلی زندگی تو رہی ایک طرف، خود اس کائنات کے بعض ''اسرار و رموز'' نہیں سمجھ سکتا۔ لہٰذا اس بات میں ہمیں مسلمان محققین سے بھی مدد لینا پڑے گی۔ محمد عیسیٰ داؤد مصر سے تعلق رکھنے والے ایک اسکالر ہیں۔ انہیں برموداتکون سے خاصی دلچسپی رہی ہے۔ اس موضوع پر ان کی معرکۃ الآرا

کتاب ''مثلث برمودا'' چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ عیسیٰ داؤد کی رائے جاننے سے پہلے ہمیں دو چیزوں کے بارے میں چند بنیادی باتیں جاننا مفید رہے گا: ایک تو برمودا تکون کے متعلق جغرافیائی معلومات اور دوسرے دجال کی سواری کے بارے میں حدیث شریف میں بتائی گئی تفصیلات۔ ان دو چیزوں کے بارے میں کچھ معروضات پیش کرنے کے بعد ہم ان شاء اللہ آگے چلیں گے۔

(جاری ہے)

شیطانی جزیرے سے شیطانی تکون تک

(ایریا 51 کی چوتھی اور آخری قسط)

برمودا تکون بحراوقیانوس (Atlantic Ocean) میں ہے۔ یہ براعظم شمالی امریکا کے جنوب مشرق تقریباً 30 ڈگری سمندر میں واقع ہے۔ بحراٹلانٹک میں کچھ جزیرے ایک ٹرائی اینگل کی شکل میں بنے ہوئے ہیں اور غیر آباد ہیں۔ ان جزیروں کے درمیانی سمندر کے عین نیچے کششِ ثقل (Gravitional Force) کے مقناطیسی بار کا کوئی پول ہے جو زمین کے مرکزی عمودی خط کو چھوتا ہوا زمین کی گولائی کے دوسری طرف سمندر میں 40 ڈگری سے U ٹرن لیتا ہے۔
اس مقام کے ایک جانب جاپان اور دوسری جانب فلپائن ہے۔ یہ خط قدرے جھکتا ہوا 40 ڈگری سے 20 ڈگری پر عین خانہ کعبہ کے نیچے نکلتا ہے اور یہ اس کشش کے بار کا دوسرا سرا ہے۔
یہ فرضی تکون پانی کے اوپر کچھ اس طرح سے بنتی ہے کہ فلوریڈا سے پورٹو ریکو، پھر پورٹو ریکو سے جزیرہ برمودا اور پھر برمودا سے فلوریڈا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں اس کا شمالی سرا جزائر برمودا، جنوب مشرقی سرا پورٹو ریکو اور جنوب مغربی سرا فلوریڈا میں بنتا ہے۔ یہ مشہور امریکی ریاست فلوریڈا کے قریب واقع ہے۔ اگر آپ امریکا کا نقشہ دیکھیں تو آپ کو ریاست فلوریڈا ایک عظیم الجثہ لمبی چوڑی دم کی شکل میں نظر آئے گی۔ گویا اس پر رہنے بسنے والے امریکا کی دُم پر رہتے بستے ہیں۔ فلوریڈا کا صدر مقام ''میامی'' ہے۔ ریاست فلوریڈا مخصوص قسم کے غیر انسانی کاموں کے لیے شہرت رکھتی ہے۔ یہ غیر انسانی کام کچھ تو وہ ہیں جو اخلاقیات کی رو سے برے ٹھہرتے ہیں...... لیکن کچھ وہ ہیں جن کی دنیا کو خبر ہی نہیں۔ مثلاً: یہودی روحانیین کے نزدیک ''فلوریڈا'' کا معنی ہے: ''اس خدا کا شہر جس کا انتظار کیا جارہا ہے'' یا ''وہ خدا جس کا انتظار کیا جارہا ہے'' دنیا کی

اکثر قوموں کے نزدیک ایک ہی خدا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یہ کون سی قوم ہے جو کسی ایسے خدا کے انتظار میں ہے جو بے چارہ اپنے ماننے والوں کے پیدا ہونے کے بعد ظاہر ہوگا؟ اور اس میں کیا راز ہے کہ اس معزز خدا کے ظہور کے لیے امریکا کی دُم، جائے انتخاب ٹھہری ہے؟ برموداتکون سے قرب اس کی وجہ ہے یا شیطانی سمندر سے شیطانی جزائر تک کا فاصلہ سمٹنے والا ہے؟ یہ سب وہ باتیں ہیں جن کے جواب پر غور کرنا بنی نوع انسانی کے لیے ضروری ہے اور اس لیے ضروری ہے کہ شاید وہ وقت دور نہیں جب اسے ان جوابوں کی شدید ضرورت پڑے گی۔

برموداتکون 300 جزیروں پر مشتمل ہے۔ وہ جہاز راں جن کی زندگی بحراوقیانوس کے دو کناروں کے درمیان گزری، وہ بھی اس علاقے سے دور رہنے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں۔ کہنہ مشق اور تجربہ کار بحری کپتان ایک دوسرے سے اس طرح کا تبصرہ کرتے پائے جاتے ہیں: ''وہاں پانی کی گہرائیوں میں خوف اور شیطانی راز چھپے ہیں۔'' یہ خوف اور پراسرار راز آج کی بات نہیں، آج سے پانچ سو نو برس پہلے جب ''کرسٹوفر کولمبس'' یہاں سے گزرا تو اسے بھی کچھ عجیب وغریب چیزیں نظر آئیں۔ آگ کے بگولوں کا سمندر میں داخل ہونا۔ سمندر کے گہرے غاروں سے آگ کے بڑے بڑے گولوں کا نکلنا اور کسی ان دیکھی چیز کا تعاقب کرنا وغیرہ۔ عوام میں ان جزائر کو ''شیطانی جزیرے'' کا نام دیا جاتا رہا ہے اور دو باتوں پر عام طور پر اتفاق پایا جاتا ہے:

(1) اس علاقے میں پانی کی سطح پر اور پانی کی گہرائیوں میں کوئی ماورائی پراسرار طاقت ہے جو عقل کے ادراک سے بالاتر ہے۔

(2) یہ طاقت خیر نہیں، شر کی علمبردار ہے۔ یہ فلاح نہیں، تباہی کی علامت ہے۔

کہتے ہیں کہ زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھنا چاہیے۔ خلق کی زبان پر یہ باتیں کیسے چڑھ گئیں؟ روز اول سے یہاں پراسرار واقعات ہو رہے ہیں اور امریکا جیسے ترقی یافتہ ملک کا ترقی یافتہ ترین میڈیا ان پر پردہ ڈالنے اور انسانی پراسراریت میں مزید اضافہ کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ بال کی کھال اُتارنے والا میڈیا ان واقعات کی نقاب کشائی کے بجائے اس حوالے سے ابہام اور شکوک

کی چادر تانے رکھتا ہے۔ خوفناک واقعات، افسانوی داستانیں، ناقابل یقین مشاہدات...... سب چیزوں کو اس طرح خلط ملط کر کے بیان کیا جاتا ہے کہ امریکی عوام کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے۔ ان کے ذہن میں خوف اور اسرار کا تاثر تو رہ جاتا ہے، مگر اس سے آگے وہ کچھ سوچ نہیں پاتے۔ بالآخر ان کی توجہ اس طرف سے ہٹ جاتی ہے اور وہ اسے مہمل یا نارمل چیز سمجھ کر گزر جاتے ہیں۔

آپ نے ''نقش بر آب'' کی ترکیب تو سنی ہوگی۔ پانی پر نقش کہاں ٹھہر سکتا ہے؟ تو پھر پانی پر مثلث کیسے بن سکتی ہے؟ امریکی میڈیا نے اس شیطانی علاقے کو ''شیطان کے جزیرے'' کا نام بدل کر تکون کا نام کیوں دیا ہے؟ تکون کی شکل کس شخصیت یا تنظیم کی خاص علامت ہے؟ اسے دجال یا فری میسن تنظیم کی مخصوص علامت سمجھا جاتا ہے تو کیا برمودا تکون کا دجال اور اس کے پیروکار یہودیوں سے کوئی تعلق ہے۔ کیا دجال وہی جھوٹا خدا ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے؟ کیا برمودا کی پراسرار طاقت ''شیطان اکبر'' یعنی ابلیس کی ان شیطانی قوتوں کی جھلک ہے جو وہ اپنے سب سے بڑے ہرکارے ''دجال اعظم'' کی حمایت میں استعمال کرے گا؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ امریکا میں UFO ریسرچ کے لیے فنڈز ''راک فیلر'' مہیا کرتی ہے جو فری میسنری کی ایک سرپرست فیملی ہے۔ کیا فری میسنری اڑن طشتریوں پر تحقیق میں دلچسپی رکھتی ہے؟ آخر کیوں؟

ان سب سوالوں کا جواب جاننے کے لیے ہمیں اڑن طشتریوں کے موضوع کی طرف پلٹنا پڑے گا۔ جی ہاں! وہی اُڑن طشتریاں جو برمودا تکون میں بار بار داخل ہوتے اور نکلتے دیکھی گئی ہیں۔ جن میں سوار ''خلائی مخلوق'' نے امریکا جیسے مہذب ملک سے ایسے لوگوں کو اغوا کیا جو اپنے شعبے میں بہترین مہارت کے حامل تھے۔ پھر ان لوگوں کا کچھ پتا نہ چلا کہ زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ ان لوگوں کو مارا نہیں گیا، ان کی صلاحیتوں کو مخصوص شیطانی مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کرنے کی غرض سے ان کو ان دیکھے علاقے میں پہنچا دیا گیا ہے۔ دجال چونکہ انتہائی وہمی اور بزدل ہے اس لیے حد درجہ محتاط رہتے ہوئے ایسی تمام جادوئی و سائنسی قوتیں حاصل کرنا چاہتا ہے جن کا کوئی توڑ زمین کے باسیوں کے پاس نہ ہو۔ یہ سائنس دان بالجبر اس کی شیطانی چرخی کا

پرزہ بنادیے گئے ہیں۔

اُڑن طشتریوں کو غیر جانبدار امریکی محققین نے صرف سائنس کی رو سے سمجھنے کی کوشش کی اور یہیں ان سے غلطی ہوگئی۔ ہم حدیث شریف کی روشنی میں انہیں سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ پہلی روایت مسلم شریف میں ہے۔ حضرت نواس ابن سمعان رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی سواری کی رفتار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''(دجال کی سواری) اس بادل کی مانند (ہوگی) جسے تیز ہوا اُڑا لے جاتی ہے۔''

دوسری روایت مستدرک حاکم کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس (دجال) کے لیے زمین ایسے لپیٹ دی جائے گی جیسے مینڈھے کی کھال لپیٹ دی جاتی ہے۔ تیسری روایت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں: ''دجال کے گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان چالیس گز کا فاصلہ ہوگا اور اس کے گدھے کا ایک قدم تین دن کی مسافت (تقریباً 82 کلومیٹر فی سیکنڈ) کے برابر ہوگا اور وہ اپنے گدھے پر سوار ہوکر سمندر میں ایسے گھس جائے گا جیسے تم اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر چھوٹی نالی میں گھس جاتے ہو۔''

ان احادیث میں دجال کی سواری گدھا بتائی گئی ہے۔ جبکہ کچھ محققین کا کہنا ہے کہ اس کے لیے ''دابّۃ'' یعنی جانور کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور وہ کسی بھی سواری کو کہہ سکتے ہیں۔ دجال جس پر سوار ہوگا وہ ''دابّۃ'' (کوئی بھی سواری) ہوگی، لیکن اگر حدیث میں لفظ حمار یعنی گدھا ہی آیا ہو تب بھی اس سے مراد کوئی بھی سواری ہوسکتی ہے۔ اب آپ برمودا تکون اور اُڑن طشتریوں کی خصوصیات کو دوبارہ پڑھیے اور دجال کو جو قوت دی گئی ہوگی ذیل میں اس کا مطالعہ کیجیے۔ مثلاً: اس کی سواری کی رفتار انتہائی تیز ہوگی۔ فضا میں اُڑنے کے ساتھ ساتھ پانی میں سفر کرنے اور سمندر پار کر لینے کی صلاحیت بھی اس سواری میں موجود ہوگی۔ وہ فضا میں معلق ہوجائے گی۔ حجم میں چھوٹا اور بڑا ہونے کی صلاحیت رکھتی ہوگی۔ کہیں بھی اُترنے یا فضا میں ٹھہر جانے کی صلاحیت اس میں ہوگی۔

یہاں تک پہنچنے کے بعد اب وہ مرحلہ آ گیا ہے جب ہم کھل کر مسلم محققین کی رائے نقل کر دیں جو وہ برمودا تکون کے بارے میں رکھتے ہیں۔ مصر کے محقق محمد عیسیٰ داؤد اور عادل فہمی نے اپنی مقالہ نما کتابوں (مثلث برمودا) میں جو کچھ کہا ہے (دونوں کی کتاب کا نام ایک ہی ہے) اس کا خلاصہ یہ ہے:

''اُڑن طشتریاں دجال کی ملکیت اور اسی کی ایجاد ہیں۔ نیز برمودا تکون کے اندر اس نے تکون (Triangle) کی شکل کا قلعہ نما محل بنایا ہوا ہے جہاں سے بیٹھ کر وہ اپنے چیلوں کو ہدایات دے رہا ہے اور اپنے نکلنے کے وقت کا انتظار کر رہا ہے۔ اس پورے مشن میں اس کو ابلیس اور اس کے تمام شیاطین کی مدد حاصل ہے۔ جو تمام دنیا کے اندر سیاسی، اقتصادی، سماجی اور عسکری میدانوں میں جاری ہے۔ کس ملک میں کس کی حکومت ہونی چاہیے؟ کس ملک کو کتنی مالی امداد دینی چاہیے؟ کس ملک میں اپنی فوج اُتارنی چاہیے؟ اور کس ملک کو تباہ کرنا ہے؟ نیز مسلم دنیا میں موجود دریاؤں پر کہاں کہاں ڈیم بنانے ہیں؟ اپنے حامی نظریات والی پارٹی کو اقتدار میں لانا اور ہر اس قوم اور فرد کو ابھی سے راستے سے ہٹانا ہے جو آگے چل کر دجال کے سامنے کھڑا ہو سکے۔

جہاں تک برمودا تکون میں ابلیس کے مرکز کا تعلق ہے اس پر کوئی اشکال نہیں، شیطان کا تخت سمندر پر ہی بچھتا ہے...... البتہ دجال کی وہاں موجودگی پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو مشرق میں بیان فرمایا تھا جبکہ برمودا تکون مغرب میں ہے۔ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد دجال اس طرح بندھا ہوا نہیں رہا جس طرح حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے اس کو بندھا ہوا دیکھا تھا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وہ زنجیروں سے آزاد ہو گیا تھا اور مستقل اپنے خروج کے لیے راہ ہموار کرتا رہا ہے۔ البتہ اس کی اصل حالت اسی وقت ظاہر ہوگی جب وہ دنیا کے سامنے ظاہر ہو کر اپنی خدائی کا اعلان کرے گا۔''

دارالعلوم دیوبند کے فاضل عالمِ دین مولانا عاصم عمر جنہوں نے آخری زمانہ کے متعلق

احادیث کی عصری تطبیق پر بہت عمدہ اور نظریہ ساز کتاب ''تیسری جنگ عظیم اور دجال'' لکھی ہے، اپنی نئی شہرہ آفاق کتاب ''برمودا تکون اور دجال'' میں تحریر کرتے ہیں:

''حقیقت جو بھی ہو لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ برمودا تکون اور شیطانی سمندر جیسی جگہیں ابلیس اور اس کے حلیفوں کی خفیہ کمین گاہیں ہیں جہاں سے وہ انسانیت کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں مکمل کر چکے ہیں۔ اب وہ فلموں، ڈراموں، اسٹیج شو اور اشتہارات کے ذریعے اپنے ماننے والوں کو پیغام دے رہے ہیں کہ ''نجات دہندہ'' کے نکلنے کا وقت قریب ہے۔ ان سازشوں میں ان کے ساتھ تمام شیاطین جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے، سب شریک ہیں۔ انہوں نے دنیا پر ابلیس کی حکومت قائم کرنے اور ہر ایمان والے کو ابلیس کے ترکش کے آخری تیر، کانے دجال کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی انتہائی خطرناک اور خفیہ تیاری کی ہے۔ لیکن کیا دشمنانِ اسلام کی اتنی تیاریاں دیکھ کر مسلمانوں کو اسی طرح اپنی ذمہ داریوں سے غافل اپنی زندگی میں ہی مدہوش پڑے رہنا چاہیے؟ مستقبل کے خطرات سے لاپروا سیاہ گھٹاؤں کے سروں پر آنے کے باوجود ابھی بھی ہر ایک کو یہی فکر لگی ہے کہ اس کی اپنی حیثیت برقرار رہے۔ اس کے اپنے مرتبہ ومقام اور حلقۂ عزت وجاہ پر کوئی حرف نہ آئے۔ دین بھی ہاتھوں سے نہ نکلے اور بڑی بڑی بلڈنگیں بھی قربان نہ ہوں۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ اللہ بھی راضی ہوجائے اور ابلیس بھی ناراض نہ ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ابلیس کے بنائے نظام سے بغاوت بھی نہ کرنی پڑے اور وحدہ لاشریک کا دین بھی غالب آجائے۔ ہمارے نفس نے ہمیں کیسے دھوکے میں ڈال دیا کہ اللہ کے دشمنوں سے بغاوت کیے بغیر ہم اللہ کے بن جائیں گے؟ ایسا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ ہم اللہ کے دشمنوں سے بھی ڈرتے رہیں اور متقین میں بھی ہمارا شمار ہوجائے۔ موجودہ حالات میں اگر کوئی بالکل ہی حالات سے اندھا ہو رہا ہے تو اس کی بات الگ ہے، لیکن وہ مسلمان جو تھوڑا بہت بھی حالات کا ادراک رکھتا ہے وہ کس طرح سکون سے سو سکتا ہے؟ اتنا نازک وقت جبکہ ہر مسلمان کے ایمان کی تاک میں شیطانی بھیڑیے گھات لگائے بیٹھے ہوں۔ تاریخ انسانی کے بھیانک ترین فتنے اپنے جبڑے

کھولے تمام انسانیت کو نگل جانے کے درپے ہوں۔ اگر اب بھی بیدار ہونے کا وقت نہیں آیا تو پھر یقین جانیے اس کے بعد پھر صورِ اسرافیل ہی سونے والوں کو جگائے گا۔‘‘

قارئین کرام! زبان کا زور اور دل کا درد آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ ایک سچے داعی کی یہی پہچان ہوتی ہے۔ بہرحال! آثار و قرائن بتاتے ہیں کہ توبہ کی مہلت زیادہ نہیں۔ ’’تلافی مافات‘‘ کے لیے مزید انتظار نقصان دہ ہوگا۔ ہر مسلمان کو رات کو بستر پر جانے سے پہلے خدا اور اس کے بندوں سے اپنا معاملہ صاف کر لینا چاہیے۔ اور ہر صبح بستر سے اُٹھنے سے پہلے یہ عزم کر کے نکلنا چاہیے کہ: (1) آیندہ اپنے علم اور ارادے سے گناہ نہ کرے گا۔ (2) اور اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے جو ہو سکا کر گزرے گا۔

شیطان اور اس کی شیطانی طاقتیں دنیا پر اپنا تسلط قریب دیکھ رہی ہیں...... جبکہ اللہ کی تدبیر کچھ اور ہی چاہتی ہے۔ وہ اپنے بندوں کو ان کے دشمن کے مقابلے میں کامیاب دیکھنا چاہتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ رب العالمین کی منشا پوری کرنے کے لیے کمر ہمت باندھ لیں اور دجالی قوتوں کی غیر معمولی ظاہری طاقت سے مرعوب ہونے کے بجائے تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہو کر ہر سطح پر جہاد کا علم بلند کریں۔

امریکا میں خفیہ دجالی حکومت

اگر چہ عنوان پڑھتے ہی آپ چونک پڑیں گے، لیکن اگلی چند سطریں پڑھنے تک صبر کرلیں تو یقین کیجیے آپ کا تعجب اور حیرت حقیقت شناسی میں بدل سکتا ہے۔ وہ حقیقت جسے آپ اپنے گردو پیش میں دیکھتے ہیں، لیکن اس کے پس منظر سے ناواقف تھے، آج میں آپ کو اس ادھ کھلی حقیقت سے روشناس کروانے چلا ہوں۔ امریکا کا اصل حکمران ''کونسل آف فارن ریلیشنز'' (Council of Foregin Relation's) نامی خفیہ ادارہ ہے جس کا مخفف CFR ہے۔ بظاہر یہ ایک امریکی تھنک ٹینک ہے لیکن درحقیقت یہ امریکا میں ایک چھپی ہوئی حکومت ہے۔ ایسی حکومت جو دجال کی راہ ہموار کرنے کے لیے دنیا کے اس سب سے ترقی یافتہ براعظم کو استعمال کررہی ہے۔ اس کے قیام میں عالمی یہودی بینکروں اور الومیناتی صہیونیوں کا ہاتھ تھا۔ جن میں Jacob Schiff,Paul Warburg, John D.Rockefeller, J.P.Moergan جیسے بین الاقوامی بینکر تھے۔ وہی لوگ جنھوں نے فیڈرل ریزرو سسٹم (Federal Reseve System) کے تحت امریکا کو اپنا غلام بنالیا۔ اس راز کی حقیقت سمجھنے کے لیے ہمیں ''الومیناتی'' نامی اصطلاح سے واقفیت حاصل کرنا ہوگی۔

الومیناتی کیا ہے؟

الومیناتی کا قیام یکم مئی 1776ء کو ان کٹر یہودیوں کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا جو دجال کو مسیحا اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔ اس کا بانی Dr. Adam werishaupt تھا جو کہ Bavaria (یہ جرمنی کا ایک سب سے مضبوط اور طاقتور صوبہ ہے) کی Ingolstadt یونیورسٹی کا ایک استاد (پروفیسر) تھا۔ یہ شخص ویسے تو کٹر یہودی تھا، لیکن بعد میں یہودِ مردود کی روایتی دروغ گوئی

کے مطابق اس نے اپنا اصل مذہب چھپانے کے لیے کیتھولک مذہب (Catholic) اپنا لیا تھا۔ وہ ایک سابقہ ''jesuit Priest'' تھا جو کہ اس Order سے الگ ہو گیا تھا اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی تنظیم بنالی تھی۔ ''الومیناتی'' (Illuminati) کا لفظ ''Lucifer'' سے اخذ کیا گیا ہے جس کا انجیل کے مطابق مطلب ہے: ''روشنی کو اٹھانے والا اور حد سے زیادہ ذہین۔'' (isaiah 14.12)۔ Lucifer درحقیقت انجیل اور تورات میں ابلیس کو دیا ہوا نام ہے۔

Weishaupt اور اس کے پیروکار اپنے آپ کو چند چنے ہوئے لوگوں میں سے سمجھتے تھے۔ ان کے زعم کے مطابق ان کے پاس یہ صلاحیت تھی کہ صرف وہی دنیا پر حکمرانی کرنے کے اہل ہیں اور کرۂ ارض پر امن قائم کر سکتے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا مقصد "Nerus Oder Seclram" کا قیام تھا۔

''Nouls Order Secorum'' کا مطلب ہوتا ہے "New Seclular Oder"

یہی لفظ فری میسن کے لاجز اور امریکی ایک ڈالر کے نوٹ پر لکھا ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ اگرچہ اس کا مفہوم New World Order ضرور ہے لیکن اس کا مطلب ایک عالمی لادینی (سیکولر) طرز حکومت کا قیام ہے۔

اس تنظیم سے وابستہ ہونے والے لوگوں (یعنی الومیناتی کے نچلے درجے کے افراد) کو بتایا گیا تھا کہ الومیناتی کا مقصد انسانی نسل کو قوم، حیثیت اور پیشے سے بالاتر ہو کر ایک خوشحال خاندان میں تبدیل کرنا تھا۔ اس کام کے لیے ان سے ایک حلف بھی لیا گیا تھا جو کہ فری میسن کے حلف کی طرح ہوتا ہے۔ جب تک کارکنوں کی وفاداری کو جانچ نہیں لیا گیا تھا، اس وقت تک ان کو الومیناتی میں شامل نہیں کیا گیا تھا اور جب تک کوئی رکن الومیناتی کے بالکل اندرونی حلقے تک نہیں پہنچ جاتا تھا، اس وقت تک اسے اس ادارے کا مقصد نہیں بتایا جاتا تھا۔

اس تنظیم کے اصل مقاصد درج ذیل ہیں:

☆ تمام مذاہب کا خاتمہ۔

☆ تمام منظم حکومتوں کا خاتمہ۔

☆ حب الوطنی کا خاتمہ۔

☆ تمام ذاتی جائیداد کا خاتمہ۔

☆ خاندانی ڈھانچے کا خاتمہ۔

☆ New World Order کا قیام یا ایک ''بین الاقوامی حکومت'' کا قیام جسے آپ ''عالمی دجالی حکومت'' کہہ سکتے ہیں۔

فطری طور سے اس تنظیم کے اصل مقاصد کو تمام ممبران کے سامنے نہیں رکھا جاتا تھا اور انہیں صرف اسی بات پر صبر کرنا پڑتا تھا کہ اس تنظیم کا مقصد انسانی نسل کی خوشحالی ہے، لیکن ان سب میں ایک چیز سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے جس پر خود الومیناتی کے ایک راہنما نے لکھا:

''سب سے زیادہ خوش آیند بات یہ ہے کہ بڑے بڑے Protestant اور Reformed فرقے کے عیسائی پادری جنہوں نے ہماری تنظیم میں شمولیت اختیار کی ہے وہ ہمیں ایک سچے اور خالص عیسائی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔''

اس پلان کو جرمنی کے Protestant حکمرانوں کے یہاں بڑی پذیرائی ملی جس کے تحت کیتھولک چرچ کی تباہی کو یقینی بنا دیا گیا تھا اور انہوں نے اس تنظیم میں شمولیت اختیار کی اور ساتھ ہی ساتھ وہ فری میسنری کا تجربہ بھی لائے جس کو انہوں نے خوب استعمال کیا اور اپنے مقصد کے حصول کی کوششیں شروع کیں۔ بالآخر 16 جولائی 1982ء کی Wilhelmsbad کے ایک اجلاس میں فری میسنری اور الومیناتی کے درمیان اتحاد قائم ہوا۔ اس اتحاد کی وجہ سے موجودہ دور کی تقریباً تمام خفیہ یہودی تنظیموں کو ملا دیا گیا اور ساری دنیا میں دجالی نظام کی برتری کے لیے مصروفِ عمل 30 لاکھ سے زیادہ پیروکار اس خفیہ دجالی مشن میں شامل ہو گئے۔ اس بھیانک اجلاس میں جو کچھ منظور کیا گیا یہ تو شاید باہر کی دنیا کبھی نہیں جان سکے گی، کیونکہ جو لوگ غیر شعوری طور پر اس تحریک کا حصہ بن گئے تھے، انہوں نے بھی اپنے بڑوں سے عہد کر لیا تھا کہ وہ کچھ بھی ظاہر نہیں

کریں گے۔ ایک شریف فری میسن جس کا نام Comt de virea تھا جب اس سے یہ پوچھا گیا وہ اپنے ساتھ کیا خفیہ معلومات لایا ہے؟ تو اس نے محض یہ جواب دیا:

''میں اسے آپ کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتا ہوں، میں بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ اس سے بہت زیادہ سنگین ہے جتنا کہ تم سمجھتے ہو۔ اس سازش کے جال کو اتنی اچھی طرح سے بنا گیا ہے کہ بادشاہتوں اور گرجا گھروں (کلیسا) کا اس سے بچنا ناممکن نظر آتا ہے۔'' (Wehster, world Rurrution)

اس تحریک کے چند سال بعد یورپ میں یہود کو وہ تحفظ اور سکون ملنا شروع ہو گیا جس کا اس سے پہلے تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس سے پہلے غیر یہودیوں کا میسنری کی تحریک کا ممبر بننے پر پابندی تھی جس کو اٹھا لیا گیا، لیکن سب سے اہم فیصلہ یہ کیا گیا تھا کہ الومیناتی کی غلام فری میسنری کا صدر دفتر فرینکفرٹ منتقل کر دیا گیا جو خود یہودی سرمایہ داروں بالخصوص بینکاروں کا گڑھ تھا۔

دنیا پر قبضے کا الومیناتی منصوبہ:

یورپ کی معیشت کو پوری طرح اپنی گرفت میں لینے کے بعد الومیناتی دجالیوں نے اس بات کا منصوبہ بنانا شروع کر دیا کہ دنیا کو اپنا غلام بنانے کے لیے اپنے دائرہ اختیار کو پوری دنیا میں پھیلا دیا جائے۔ چند دہائیوں کے بعد یہ بات ظاہر ہونا شروع ہو گئی کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پوری دنیا میں جنگوں کا ایک سلسلہ چھیڑنا پڑے گا جس کی مدد سے Old World Order (پرانے ورلڈ آرڈر) کا خاتمہ کیا جائے گا جبکہ New World Order (نیا عالمی نظام) کے قیام کو ممکن بنایا جائے گا۔ اس پورے منصوبے کو واضح شکل میں البرٹ پائیک (Albert Pike) نے پیش کیا جو کہ خود فری میسنری کے Ancietn and Accepted scottish rite میں Sovergin Grand Commander کے درجے پر فائز تھا جبکہ یہ امریکا میں سب سے بڑا الومیناتی تھا۔ اس شخص نے اپنے Guisseppe Mazzini کے نام خط میں اس طرح سے لکھا تھا (خط کی تاریخ 15 اگست 1871ء تھی):

''پہلی بین الاقوامی جنگ اس لیے چھیڑنی ہوگی تا کہ زار روس کو تباہ کیا جا سکے تا کہ اس پر الومیناتی ایجنٹوں کی حکومت قائم کی جا سکے۔ روس کو بعد میں ایک خطرناک ملک کی شکل دی جائے گی تا کہ الومیناتی کا پلان آگے بڑھایا جا سکے۔

دوسری جنگ کے دوران اس کشمکش سے جو کہ جرمن قوم پرستوں اور سیاسی صہیونیوں کے درمیان پائی جاتی ہے، فائدہ اٹھانا ہوگا۔ اس جنگ کے نتیجے میں روس کے اثر ورسوخ کو بڑھایا جائے گا اور ارض فلسطین میں اسرائیلی ریاست کے قیام کو ممکن بنایا جائے گا۔

جبکہ تیسری جنگ کی منصوبہ بندی اس طرح سے کی گئی ہے کہ الومیناتی ایجنٹ صہیونی ریاست اور عربوں کے درمیان اختلافات کو ہوا دی جائے گی۔ یہ جھڑپ ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے گی اور اس کے ذریعے بے دین دہریوں کو سامنے رکھ کر ایک انقلابی تبدیلی لائی جائے گی جس سے تمام معاشرے متاثر ہوں گے۔ اس جنگ میں لادینیت اور وحشیوں کے انقلاب کو اتنی بھیانک طرح سے دکھایا جائے گا کہ لوگ اس سے پناہ مانگیں گے اور ان تمام چیزوں کو تباہ کرنے کی کوشش کریں گے جو ان انقلابیوں سے منسلک ہوگی...... حتیٰ کہ وہ عیسائیت اور دوسرے مذاہب کو بھی انتشار کا شکار پائیں گے اور اس وجہ سے وہ تمام مذاہب پر چڑھ دوڑیں گے، جس کے بعد وہ خود کو صحیح راستہ Lucifer کے صاف اور روشنی بھرے راستے میں پائیں گے۔ اس طرح سے ہم ایک ہی وقت میں عیسائیت اور لادینیت دونوں پر قابو پا لیں گے۔''

البرٹ پائیک کی شخصیت اور اس کے مذہب و فلسفہ کے اصول سمجھنے کے لیے ہمیں اس کی درج ذیل تحریر پر غور کرنا چاہیے جس کا نام ہے: ''Morals and Dogma'' (سبق اور نظریہ) اس کو اس نے 1871ء میں تحریر کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے چند احکامات ہیں جو اس نے اپنی 23 سپریم کونسلوں کو دیے تھے۔ یہ احکامات اس نے 1889ء میں Bastille Day کے موقع پر دیے تھے۔ شیطانی دماغ رکھنے والے اس شخص کی یہ انسانیت سوز تحریر ملاحظہ فرمائیے:

''طاقت لگام کے ساتھ ہو یا بے لگام، یہ اسی طرح ضائع ہو جاتی ہے جس طرح بارود کھلی فضا

میں صرف جل سکتا ہے۔ اسی طرح جس طرح بھاپ کسی ٹیکنالوجی کے بغیر ہوا ہی میں اُڑ جاتی ہے اور اپنے آپ ہی کو ختم کر لیتی ہے۔ یہ صرف تباہی اور ضیاع ہے...... نہ کہ ترقی اور خوشحالی۔

لوگوں کی طاقت وہ چیز ہے جس کو ہمیں بہترین طریقے سے استعمال کرنا ہے اور اس کو قابو میں کرنا ہے...... اس کو دانش و عقل کے ساتھ لگام دینا ہے۔ انسانی نسل کے چاروں طرف تنے ہوئے توہم پرستی، تعصب اور جہالت کے مفروضوں کو اپنے حق میں استعمال کرنے کے لیے اس طاقت کا ایک دماغ اور قانون ہونا چاہئے، تب ہی جا کر ہمیں مستقل نتائج مل سکتے ہیں اور تب ہی صحیح معنوں میں ترقی ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد نرم فتوحات (چھوٹی اور آسان فتوحات) کا نمبر آتا ہے۔ جب تمام طاقتوں کو ملایا جاتا ہے اور اس کو دانشوروں کے ذریعے (جو کہ روشن دماغ ہوں یعنی "Illuminated" ہوں) اور دائیں بازو کے قوانین اور انصاف کے علاوہ ایک باضابطہ تحریک اور محنت کے ذریعے لگام دی جائے گی۔ پھر وہ انقلاب جو ہم نے کئی زمانوں سے تیار کر کے رکھا ہوا تھا، شروع ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طاقت بے لگام ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ انقلاب اپنے ساتھ ناکامی لاتا ہے۔"

(Morals and Dogma pp 1-2)

یہ شخص اپنے خدا اور اپنے مذہب کا تعارف کرواتے ہوئے کہتا ہے:

"ہم عوام الناس سے یہ کہتے ہیں: "ہم ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں لیکن یہ وہ خدا ہے جس پر سب بغیر توہمات کے یقین کرتے ہیں۔ میں تم Sovergn Grand Instructions General سے یہ کہتا ہوں کہ تم یہ اپنے 30، 31 اور 32 ڈگریوں کے بھائیوں کے سامنے یہ بات دہرانا:

"میسونک (فری میسن) مذہب کے تمام اونچی ڈگری کے ممبروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس مذہب کو اس کی خالص شکل میں برقرار رکھا جائے Lucifer [یعنی شیطان] کے نظریے کو مدنظر رکھتے ہوئے۔"

شیطان کے بارے میں یہ سفاک شخص کہتا ہے۔ واضح رہے کہ شیطان کے لیے اس نے Lucifer کا لفظ استعمال کیا ہے[Lucifer کے معنی ہیں: ابلیس۔ انجیل کے انگریزی ترجمے میں ابلیس کے لیے یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ راقم]:

''اگر Lucifer خدا نہ ہوتا تو کیا Adonay [یعنی خیر کا خالق، مراد اللہ رب العالمین ہیں] جس کا کام ہی انسان سے نفرت، سفاکیت اور سائنس سے دور رہنے کی تلقین ہے۔ [یہاں وہ اس (یعنی شیطان کے بالمقابل خیر کے خالق) کے مظالم کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔] اس کے علاوہ Adonay اور اس کے پادریوں نے اس کا خاتمہ کیوں نہیں کر دیا؟ [معاذ اللہ!]

''ہاں Lucifer ہی خدا ہے اور بدقسمتی سے Adonay بھی خدا ہے۔ ابدی قانون کے تحت۔ کیونکہ روشنی کا تصور تاریکی کے بغیر ناممکن ہے، جیسے خوبصورتی کا بدصورتی کے بغیر اور سفید کا سیاہ کے بغیر۔ اسی طرح ہمیشہ کے لیے دو خدا ہی زندہ رہ سکتے ہیں [معاذ اللہ!] اندھیرا ہی روشنی کو پھیلاتا ہے۔ ایک مورت کے لیے بنیاد کی ضرورت ہوتی ہے اور کسی گاڑی میں بریک کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔'' [معاذ اللہ]

''شیطانیت کا نظریہ محض ایک افواہ ہے اور سچا اور خالص مذہب Lucifer [ابلیس] کا مذہب ہے جو کہ Adonay کے برابر ہے (معاذ اللہ) لیکن Lucifer جو کہ روشنی کا خدا اور اچھائی کا خدا ہے وہ انسانیت کے لیے محنت کر رہا ہے Adonay کے خلاف جو کہ تاریکیوں اور برائی کا خدا ہے۔'' [معاذ اللہ]

اوپر دی گئی تحریر سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ فرقہ (الومیناتی) کس طرح سے شیطان کا پجاری ہے اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اب فری میسنری اور الومیناتی ایک ہی ہیں۔ ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ گویا کہ یہودیت کی تمام شاخیں واضح طور پر شیطان کا ہرکارہ بن کر شیطان کے سب سے بڑے آلۂ کار دجال کے لیے کام کر رہی ہے۔

FBI کا ایک سابق ایجنٹ Dan Smoot لکھتا ہے کہ ''امریکا میں خفیہ طور پر حکمران اس

کونسل کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی، لیکن 1927ء میں جب راک فیلر خاندان نے اپنی دوسری فاؤنڈیشن اور ٹرسٹ کے ذریعے اس میں پیسہ بھرنا شروع کر دیا تو یہ امریکا کی سب سے طاقت ور اتھارٹی کے طور پر اُبھر کر سامنے آئی۔'' اس کا ثبوت کہ Council of Foregin Relation's ایک خفیہ یہودی ادارہ ہے، کہیں باہر سے مانگنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اندرونی گواہی کافی ہے۔ اس کی سب سے بڑی گواہی اور کیا ہوسکتی ہے کہ 1966ء میں اپنی سالانہ رپورٹ میں فری میسن کے طرز پر خفیہ نظام کار کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''اس کونسل کا ہر ممبر اپنی رکن کے توسط سے اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ کونسل کے کسی رکن کے کہنے کے علاوہ اگر وہ کوئی بات جو کہ Dissussion Groups اور کھانے کی میز یا دعوت میں کچھ بھی کہا گیا ہے وہ خفیہ نوعیت کا ہے اور اس کا انکشاف کسی بھی صورت میں کسی غیر فرد کو اس چیز کی وجہ بن سکتا ہے کہ کونسل کے بورڈ اس رکن کی رکنیت ختم کر دیں۔ کونسل کے قوانین کے تحت اور اس کی آرٹیکل ایک کے تحت۔''

Council of Foregin Relation's (CFR) کے ایک بورڈ کے ڈائریکٹروں میں سے ایک نے Christian Science Monitor کو دیے گئے ایک بیان یکم ستمبر 1961ء میں کہا تھا:

''CFR میں نمایاں افراد میں سفارتی، حکومتی، تجارتی، بینکروں، مزدور، صحافی، وکیل اور تعلیم کے شعبوں سے منسلک نمایاں افراد ہیں اور ان سب کو مدنظر رکھ کر امریکی خارجہ پالیسی کا رخ متعین کیا جاتا ہے۔''

یہی نہیں بلکہ پچاس کی دہائی سے لے کر اب تک جتنے بھی اہم حکومتی مشیر اور سیکرٹری گزرے ہیں وہ CFR کے کبھی نہ کبھی رکن ضرور تھے، خاص طور سے بش کی انتظامیہ میں تو اس کی بھرمار ملے گی۔ اسی طرح امریکی ایوان نمائندگان کے ایک رکن John Rarick نے 28 اپریل 1972ء میں کہا تھا:

"CFR ایک اسٹیبلشمنٹ ہے جس کے افراد اوپر سے مشیروں اور سیکرٹریوں کے ذریعے دباؤ ڈالتے ہیں۔ وہ ایسے لوگوں کو پیسے دیتی ہے اور فیصلہ کرنے والوں سے اپنے مطالبات نکلوا لیتی ہے۔"

مشہور امریکی دانشور گرفن بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے: "CIA درحقیقت CFR کی ہی ایک شاخ لگتی ہے جبکہ Frnklin D. Rosevelt کے زمانے سے اب تک جتنے بھی امریکی انتظامیہ کے لوگ ہیں ان کا تعلق CFR سے ضرور رہا ہے۔"

امریکا کی کہانی، ایک خلاصہ:

آج کا ترقی یافتہ اور قابل رشک سمجھا جانے والا امریکی معاشرہ مسخ کر دیا گیا ہے۔ اس کی اپنی سوچ نہیں، اپنا اختیار نہیں۔ اس کے نظام کو کھوکھلا کر دیا گیا ہے۔ جو کچھ بھی ہم دیکھ رہے ہیں وہ قومی سطح پر ہو یا پھر بین الاقوامی سطح پر وہ سب اس بڑے الومیناتی منصوبے کا حصہ ہے جو کہ Adam Weishaupt نے 1776ء میں پیش کیا تھا۔

یقین نہ ہو تو آیئے امریکا مخالف کمیونسٹ سسٹم کے اہم رکن کی ایک پیش گوئی دیکھتے ہیں۔ ایک حیرت انگیز سیاسی پیشن گوئی 1920ء کی دہائی میں Nikali Leni نے کی تھی جو کہ کمیونسٹ روس کی حکومت کا ایک اہم رکن تھا، اس نے کہا تھا:

"سب سے پہلے ہم مشرقی یورپ کو قابو کریں گے اس کے بعد ایشیا کے عوام اور پھر ہم امریکا کو اس طرح سے گھیرے میں لیں گے جو کہ سرمایہ داری کا آخری قلعہ ہوگا اور ہمیں اس پر حملہ نہیں کرنا ہوگا بلکہ وہ ایک بہت زیادہ پکے ہوئے پھل کی طرح سے خود ہی ہمارے ہاتھوں میں گر جائے گا۔"

اگرچہ اب روس ٹوٹ چکا ہے لیکن اب ذرا اسی بیان کو اس بیان کے ساتھ ملا کر دیکھتے ہیں جو کہ 1962ء میں دجالی ریاست اسرائیل کے پہلے صدر David Ben Gurion (ڈیوڈ بن گوریان) نے دیا۔ اس بیان کے بین السطور میں "عالمی دجالی ریاست" کے قیام کا عزم اور اس کا

خاکہ واضح طور پر بھانپا جا سکتا ہے:

''سوشلسٹ بین الاقوامی اتحاد جس کے پاس ایک بین الاقوامی پولیس فورس ہوگی اور اس کا مرکز القدس (یروشلم) ہوگا۔ 1987ء میں میرے ذہن میں دنیا کا نقشہ کچھ اس طرح سے ہوگا۔ سرد جنگ ماضی کا ایک قصہ ہوگی جبکہ اندرونی دباؤ اور دانشور طبقے کی صورت میں اوپر سے دباؤ کی وجہ سے سوویت یونین آہستہ آہستہ جمہوریت کے سفر پر گامزن ہوجائے گا جبکہ دوسری طرف امریکا پر محنت کشوں اور کسانوں اور سائنس دانوں کے بڑھتے ہوئے سیاسی اہمیت کی وجہ سے امریکا ایک خوشحال ریاست میں تبدیل ہوجائے گا جس کی معیشت ایک Plamned Economy کی طرح ہوجائے گی (روسی طرز کی) مشرقی اور مغربی یورپ میں نیم آزاد کمیونسٹ اور خودمختار جمہوری حکومتوں کی شکل میں ہوگا جبکہ روس کے علاوہ تمام کے تمام ممالک ایک بین الاقوامی اتحاد کا حصہ ہوں گے جس کے پاس ایک بین الاقوامی پولیس فورس ہوگی۔ ساری فوجوں کا خاتمہ کردیا جائے گا اور کوئی جنگ نہیں ہوگی۔ یروشلم میں اقوام متحدہ (صحیح معنوں میں اقوام متحدہ) اور ایک پورا نظام بنایا جائے گا جس میں تمام ممالک کی یونین شامل ہوگی جو کہ ساری انسانیت کی سپریم کورٹ ہوگی تاکہ اس سے اپنے تمام اختلافات ختم کیے جاسکیں جیسے کہ Isaih نے پیشن گوئی کی تھی۔''

(As, pp, 58-60)

David Ben Gurion کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اگر غور کیا جائے تو امریکا اپنی اندرونی معیشت کو سبسڈی دینے والا سب سے بڑا ملک ہے خصوصاً زراعت کے شعبے میں۔ واضح رہے کہ اس نے یہ پیش گوئی 1962ء میں ہی کردی تھی۔ پھر اقوام متحدہ کی ایک الگ پیس کیپنگ فورس (UN Peace Kaping Force) پر بھی نظر دوڑانا چاہیے۔ ''اقوام متحدہ نئے عالمی نظام (New World Order) کی تکمیل نہیں بلکہ اس کی شروعات ہے۔ اس کا بنیادی کردار یہی تھا کہ ایسے حالات پیدا کیے جائیں جن کی مدد سے اس سے بھی زیادہ ایک منظّم تنظیم کوئی شکل دی جائے۔'' یہ الفاظ اور کسی کے نہیں بلکہ آئزن ہاور کے پہلے سیکرٹری کے ہیں جس کا نام Jhon

Foster Dulles تھا۔

(War or Peace, Macmillan, 1950 page 40)

UNO کی تمام ایجنسیاں خاص طور سے ایک ہی مقصد کے لیے کام کرتی ہیں یعنی New World Order کے قیام کو آگے بڑھایا جائے۔ اسی طرح خلیج کی جنگ میں جو کہ 1990-91ء میں لڑی گئی تھی امریکی صدر جارج بش نے اس وقت صاف صاف کہا تھا کہ وہ نئے عالمی نظام اور اس کے مقصد کو آگے بڑھائیں گے۔ گویا اب ہمیں صاف صاف پتا چل گیا ہے کہ اس انتشار اور غیر یقینی صورتحال کی وجہ کیا ہے؟ آج جو کچھ ہم اکیسویں صدی میں دیکھ رہے ہیں، بیسویں صدی میں اس کی پوری پلاننگ کی گئی تھی۔ انسانی ریوڑ کو ایک لمبے دورانیے کے قومی اور بین الاقوامی بحرانوں کی طرف ہنکایا گیا تا کہ نئے عالمی نظام New World Order کو قائم کیا جاسکے۔

الومیناتی کے رہنما تھوڑے ہیں لیکن ان کا گروپ بہت زیادہ طاقتور ہے جس میں بین الاقوامی بینکر، سرمایہ دار، سائنس دان، عسکری اور سیاسی رہنما، تعلیم کے ماہر اور معیشت دان شامل ہیں۔ یہ سب مل کر لوگوں کو سیاسی، سماجی، نسلی، معاشی اور مذہبی گروہوں کی بنا پر بانٹتے ہیں۔ وہ ان گروپوں کو ہتھیار بھی دیتے ہیں اور پیسہ بھی تا کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف ہو جائیں اور آپس میں لڑ پڑیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ انسانیت اپنی تباہی کی طرف خود چلی جائے اور یہ اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ تمام دینی اور سیاسی ادارے تباہ نہ ہو جائیں اور کرۂ ارض کا اقتدار بلا شرکت غیرے ان کے پاس نہ آجائے۔

اگر کوئی اس سب کو یہودی سازش کہے تو یہ کچھ غلط نہیں بلکہ یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ حقیقت کو چند الفاظ میں سمیٹ دیا جائے۔ یہ واضح طور پر ایک شیطانی سازش ہے اور زمین پر اس سازش کے نمائندے یہودی ہیں کیونکہ اس کو بنانے والے Warburg, Karl Mara, Weishaupt خاندان Jacob Schiff, Roths Childs وغیرہ سب کے سب یہودی تھے۔

بین الاقوامی سازشوں پر لکھنے والے زیادہ تر مصنفین سے سب سے بڑی غلطی یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے دشمن کی فطرت صحیح معنوں میں بیان نہیں کرتے۔ دنیا کے زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لوگ ایک ایسی جنگ مبتلا ہیں جوان کے خون اور گوشت [یعنی جسموں] کے خلاف ہے جبکہ وہ اس بات کو مسترد کردیتے ہیں کہ ان کا اصل دشمن شیطان اور اس کے شطونگڑوں کا جتھہ ہے جو کہ اس دنیا میں اندھیروں کے بادشاہ اور برائی کے مرکز ومحور دجال اکبر کی مطلق العنان حکمرانی کے لیے کام کررہا ہے۔''

اسی غلطی کی وجہ سے امریکا کے معتدل مزاج لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سازش کا مقابلہ محبّ وطن امریکی اس وقت کرسکتے ہیں جب وہ کانگریس کا کنٹرول دوبارہ حاصل کرلیں اور جب نئے پرزور آواز، اچھی طرح سے علم رکھنے والے، اچھی ذہنیت والے سیاسی رہنما جنہوں نے اس پر کام بہت پہلے سے کیا ہوا ہو، اس عالمی نظام اور سازش پر پوری طرح سے حملہ کریں۔

انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ایک سیاسی یا پھر کسی مادی دشمن کا مقابلہ نہیں کررہے ہیں بلکہ ان کا اصل دشمن تو شیطان یا (Lucifer) ابلیس ہے جو کہ الومیناتی کا خدا ہے۔ الومیناتی ابلیسی سازش ہے۔ بہت بڑے درجے پر اس ابلیسی سازش کے بانیوں کے بارے میں کوئی شک نہیں کہ وہ ابلیس سے براہِ راست رابطے میں ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کہ خفیہ شیطانی تنظیموں کے مختلف درجوں سے گزرتے ہوئے اب دجال کے کارندے کہلاتے ہیں اور دنیا کو ایک زبردست بحران کی طرف لے جانے کی سرتوڑ کوشش کررہے ہیں تاکہ اس کی تہ سے اپنے جھوٹے خدا کی حکمرانی کی راہ ہموار کریں۔ یہ شیطانی طاقت جس میں بدی ہی بدی ہے، اس کو صرف ایک روحانی قوت ہی توڑ سکتی ہے جس کے پاس اس سے بھی زیادہ اختیار اور طاقت ہو اور کسے شبہ ہے کہ عظیم شیطانی طاقت کے حامل ملعون شخصیتوں ابلیس اور دجال کے مقابلے کی طاقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کو دی ہے۔ محبّ وطن اور منصف مزاج امریکی ہوں یا کوئی اور، اگر وہ اس سازش کا توڑ کرنا چاہتے ہیں جس نے امریکا کو اور اس کے توسط سے پورے کرۂ ارض کو جکڑ لیا

ہے اور جو صرف مسلمانوں کے خلاف نہیں، پورے عالمِ انسانیت کے خلاف بھیانک منصوبہ ہے تو انہیں ان روحانی شخصیتوں کی پیروی کرنا پڑے گی جن کے ہاتھوں اللہ رب العزت انسانیت کو اس عظیم فتنے سے نجات دلائے گا۔ انہیں سچے مسیح (سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام) پر صحیح صحیح ایمان لانا ہوگا۔ وہ سچا مسیح جو آخری سچے نبی پر ایمان لانے کی دعوت دے گا اور اس کے امتیوں کی قیادت کرتے ہوئے پوری دنیا کو ایک منصفانہ اور عادلانہ نظام دے گا۔

دجالی ریاست: مشرق و مغرب کی نظر میں

جب دجال، دجالی نظام یا دجالی ریاست کا ذکر کیا جاتا ہے تو بعض لوگ اسے ''مذہبی زود حسی'' یا ''روحانی حساسیت'' قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ ایک نا قابلِ توجہ یا نا قابلِ ذکر چیز کو غیر معمولی اہمیت دیے جانے کا غیر ضروری اور غیر مفید عمل ہے۔ تعجب ہے کہ ایسے حضرات نہ حدیث شریف سے رجوع کرتے ہیں جو ہمیں فتنۂ دجال سے اس اہمیت اور اتنی تاکید کے ساتھ آگاہ کرتی ہے کہ سامعین یوں سمجھتے تھے گویا ہم مسجد سے نکلیں گے تو خروجِ دجال کا واقعہ ہو چکا ہوگا اور نہ یہ حضرات اپنے گرد و پیش میں دجالی علامات، دجالی اصطلاحات، دجالی پیغامات اور دجالی اخلاقیات کو کارفرما دیکھتے ہیں جو ہر لمحے ہمیں چوکنا کر رہی ہیں کہ دجال کے لیے اسٹیج ہموار کرنے کا عمل تیز تر ہوا جا رہا ہے۔ ایسے قارئین کے لیے ہم نے زیرِ نظر کتاب کا یہ حصہ مخصوص کیا ہے تاکہ وہ حقیقت کو وہم اور سر پہ آپہنچے خطرے کو دور دراز کی افواہیں قرار نہ دیں۔ فتنۂ دجال سے آگاہ نہ ہونا اور اس کی زبردست مقاومت کے لیے تیاری نہ کرنا بجائے خود اس فتنہ میں مبتلا ہونے کی علامت ہے۔ متذکرہ بالا احباب کی تسلی و تشفی کے لیے یہاں مشرق اور مغرب سے ایک ایک تحقیق پیش کی جا رہی ہے جس میں صاف طور پر اور کھل کر عالمی نظامِ حکومت کو ''عالمی دجالی ریاست'' کا بلیو پرنٹ قرار دیا گیا ہے۔ مشرق کے اہلِ علم و تحقیق میں سے ہم نے جو مقالہ چنا ہے وہ ماہنامہ ''فکر و نظر'' میں ''اسرائیل سے اسرائیل تک'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ مقالہ نگار ڈاکٹر ابرار محی الدین (شعبہ علومِ اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور) کے ذوقِ تحقیق اور اسلوب نگارش کو تحسین پیش کرتے ہوئے ہم شکر گزاری کے گہرے جذبات کے ساتھ ان کی یہ بہترین کاوش یہاں پیش کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ایک مغربی مصنف کی کتاب کی تلخیص ہمارے دعویٰ کا بہترین ثبوت ہے۔

معرکۂ عشق و عقل

انہدام اور قیام:

معرکۂ عشق و عقل جاری ہے۔ خدا پرستی اور مادہ پرستی آمنے سامنے ہیں۔ رحمان کے بندوں اور دجال کے چیلوں کے درمیان معرکۂ عشق و عقل اپنے عروج پر پہنچا چاہتا ہے۔ وہ معرکہ...... جو ازل سے آدم اور ابلیس، ابراہیم اور نمرود، موسیٰ و فرعون میں جاری ہے...... زوردار انداز میں پھر بپا ہوچکا ہے۔ اس کی چنگاریاں سلگتے سلگتے شعلہ بن گئی ہیں۔ یہ شعلے بھڑکتے بھڑکتے عنقریب آتش فشاں بن جائیں گے...... اور پھر...... پوری دنیا روحانیت اور مادّیت، رحمانیت اور دجالیت کے درمیان بپا ہونے والی اس جنگ کے شعلوں میں لپیٹ دی جائے گی جس کی آگ عدن میں لگی ہوگی لیکن اس کی روشنی سے شام میں اونٹوں کی گردنیں نظر آئیں گی۔ ''دجالی ریاست'' کے انہدام اور ''رحمانی ریاست'' کے قیام سے پہلے اس معرکے کا میدان سجنے والا ہے۔

افتتاحی اور اختتامی بنیاد:

عصرِ حاضر میں اس روایتی معرکے کی کئی بنیادیں ہیں۔ افتتاحی بنیاد کا ذکر کتاب کے شروع میں ہوچکا ہے۔ اختتامی بنیاد کا تذکرہ یہاں کتاب کے آخر میں کیا جاتا ہے۔ اس معرکے کی جس میں روحانیت اور مادیت آمنے سامنے ہیں، ایک بنیاد اس وقت پڑی جب خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے لیے دجالی قوتیں مل کر زور لگا رہی تھیں اور اس غرض کے لیے ارضِ حرمین کو اس کی سرپرستی سے نکالنا چاہتی تھیں۔ جب تک خلافت کو حرمین کی خدمت کی سعادت حاصل تھی تب تک پوری دنیا کے مسلمان اسے اپنا سرپرست اور اپنے بے آسرا سروں پر سائبان سمجھتے تھے۔ نمایندگان دجال کا اتحاد اس کوشش میں تھا کہ حرمین شریفین پر اگر خلافتِ عثمانیہ کا سایہ نہیں رہتا تو القدس لینا بھی

آسان ہو جائے گا۔ بیت المقدس کے صحن میں موجود مقدس چٹان کے گرد دجال کا قصرِ صدارت تعمیر کرنے کے لیے ضروری تھا کہ عثمانی سلاطین کی جگہ جمہوری حکمران یا علاقائی بادشاہتیں قائم ہو جائیں۔ جب یہ سازش کامیاب ہوئی تو ''بلاد الحرمین'' عثمانی خلفاء کے ہاتھ سے جاتے رہے۔ سرزمین حجاز میں عثمانی خلافت کی جگہ سعودی مملکت قائم ہوگئی۔ خلیفۃ المسلمین پوری ملتِ اسلامیہ کے مفاد کا محافظ ہوتا ہے جبکہ ''جلالۃ الملک'' اپنی مملکت کی حدود میں اپنے اقتدار کے تحفظ کو اوّلین ترجیح دیتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان اقتدار پرست ترجیحات کے باوجود جلالۃ الملک صاحبان کا نہ جلال باقی ہے نہ ملک۔ ان کا جلال اس دن رخصت ہو گیا جب ان کے ملک میں مال آیا تھا اور وہ کھجور اور دودھ والی جفاکش زندگی کے بجائے تیل اور گیس کی آمدنی سے حاصل ہونے والی سہولت پسندی کے عادی ہو گئے تھے۔

ارضِ قدس سے ارضِ مقدس تک:

تاریخ کا رُخ موڑ دینے والا یہ دن 1939ء کے موسمِ گرما میں اس وقت آیا جب سعودی عرب کے مشرق میں ''الاحساء'' نامی مقام پر ایک کنویں کی کھدائی ہو رہی تھی۔ اس کھدائی سے قبل ارضِ حرمین ''وادی غیر ذی زرع'' تھی۔ یہاں مادیت نہ تھی، روحانیت ہی روحانیت تھی۔ اس کھدائی کے بعد یہاں مادیت پرستوں کا جھمگٹا لگنا شروع ہو گیا۔ ان کو اپنے دجالی منصوبوں کی تکمیل کے لیے جو سرمایہ چاہیے تھا وہ یہاں کی مقدس سرزمین کی نشیبی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ ان کی اس پر حریصانہ نظر تھی۔ دجل کی حد ملاحظہ فرمایئے کہ فقیر منش اہلِ اسلام کی دولت سے دُشمنانِ اسلام کے دجالی مشن کو فراہم جاری رکھنے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے۔ یہ پچھلی صدی کی چوتھی دہائی کی بات ہے۔ ان دنوں دجال کے کارندے ایک طرف تو ارضِ قدس (سرزمین معراج) پر دجالی ریاست کے قیام کے لیے کوشاں تھے اور دوسری طرف ارضِ مقدس (سرزمینِ اسلام حرمین شریفین) تک پہنچنے کے لیے یہیں کی اس بے پایاں دولت کے حصول کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے جس کے متعلق ان کا اندازہ تھا کہ اس کا حصول انہیں زمین پر ناقابلِ شکست بنا دے گا۔

دجالیت کے استحکام کے لیے ان دو منصوبوں کے راستے میں جو سب سے بڑی رکاوٹ تھی یعنی خلافتِ عثمانیہ، اس کے سقوط کے لیے وہ اپنا مکروہ کردار ادا کر چکے تھے۔ ان کو علم تھا کہ اب ان کے سامنے ''خلیفۃ المسلمین'' نہیں جو عالمی اور تا حدِ اُفق وسیع سوچ کا مالک اور ارضِ اسلام کے چپے چپے کا محافظ ہے، اب ان کے سامنے مقامی اور سطحی سوچ رکھنے والے قبائلی عرب سردار ہیں جنہیں ''جلالۃ الملک'' اور ''خادم الحرمین'' کے عظیم القاب سے ملقب کر دیا گیا ہے۔

محسود عرب اور حاسد عرب:

دورِ زوال کے آخری عثمانی سلاطین بھی، جیسے بھی تھے، لیکن انہیں ناموسِ ملت اور اجتماعی فرائض کا پاس تھا، لہٰذا انہوں نے قرضوں میں ڈوبے ہونے کے باوجود سرزمین فلسطین کی خاکِ مبارک سے یہود کو ایک چٹکی دینے سے بھی انکار کر دیا تھا، جبکہ سقوطِ خلافت کے بعد سرزمین اسلام کے ٹکڑے جن جلیل العظمت پاسبان ملت میں بانٹے گئے تھے، ان کی اولوالعزمی اور ملت سے پائیدار استواری کا یہ عالم تھا کہ القدس تو کجا، وہ ارضِ حرمین میں جہاں صدیوں سے کسی غیر مسلم کی پرچھائیں نہ پڑی تھی، وہاں تیل کی شیدائی یہودی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے اہلکاروں کو بھیس بدلوا کر اپنی ذاتی حفاظت میں لیے لیے پھرتے تھے۔ اس مبہم تبصرے کی دلدوز تفصیل کے لیے ہمیں ''کنواں نمبر سات'' کی روداد تک جانا ہوگا۔ تو آیئے ''کنواں نمبر ایک'' سے بات شروع کرتے ہیں۔ یہ کنواں پینے کے پانی کے لیے نہیں کھودا جا رہا تھا۔ اس ویران صحرا میں پانی کا تصور ہی نہ تھا۔ یہ کنواں ''سونے کے پانی'' کی دریافت کے لیے کھودا جا رہا تھا۔ سونے کے اس پانی کا رنگ نہ پانی والا تھا نہ سونے والا، یہ تو کالا سیاہ تھا، لیکن یہ پانی کی طرح آبِ حیات بھی تھا اور سونے کی طرح کارزارِ حیات میں کام آنے والا سیال سرمایہ بھی۔ اس کی دریافت نہ ہوتی تو عرب اونٹوں کے دودھ اور کھجوروں کی توانائی والی روایتی زندگی گزارتے اور مزے سے رہتے۔ جس دن سے یہ دریافت ہوا عربوں سے فطری زندگی جاتی رہی۔ یہ زندگی اب صرف قبائلی پختونوں کے پاس ہے۔ اس لیے عرب سے دنیا بھر کو حسد تو ہے لیکن محسود عرب، حاسد غرب کے چنگل میں ہیں۔

پختونوں سے بھی دنیا کو کدورت ہے اور ان میں بھی محسود ہے، لیکن وہ حاسدین کے چنگل میں نہیں۔

تین جڑواں شہروں کی کہانی:

آپ کو شاید یہ بے معنی اور بے ربط باتیں سمجھ نہ آئیں گی۔ اس لیے تین جڑواں شہروں کی کہانی آپ کو سناتے ہیں جہاں حرص وہوس کی ہنڈیا، حسد وبغض کی آنچ پر پکائی گئی تھی۔ سعودی عرب کے مشرق میں (اگر ''قارئین مشرق'' کا لفظ کالم خوانی کے آخر تک یاد رکھیں تو انہیں ایک نکتہ سمجھنے میں آسانی رہے گی) کویت کی سرحد کے قریب سعودی عرب کے تین جڑواں شہر واقع ہیں: (1) ظہران (جسے دہران بھی کہتے ہیں) (2) الخبر اور (3) دمام۔ یہ پنڈی اسلام آباد یا کوٹری حیدر آباد کی طرح قریب قریب واقع ہیں۔ ظہران سے الخبر دس کلومیٹر ہے اور دمام اٹھارہ کلومیٹر۔ تینوں کے بیچ میں دو رویہ صاف شفاف، وسیع اور کشادہ سڑکیں ہیں جن کی بدولت چند منٹ میں ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچا جا سکتا ہے۔ ان تین شہروں کے نیچے تیل کا سمندر موجزن ہے۔ یہاں اتنا تیل موجود ہے کہ بقیہ پوری دنیا میں موجود تیل کا غالب حصہ اس کے ایک کنویں میں آ سکتا ہے جس کا نام ''کنواں نمبر سات'' ہے۔ یہ تیل عالمِ اسلام کے مرکز، سرزمینِ اسلام، ارضِ حرمین کی ملکیت ہے لیکن اس کے مالکوں کو نہ یہ اختیار ہے کہ اسے نکال سکیں، نہ یہ قدرت ہے کہ اس کی قیمت طے کر سکیں اور نہ ہی یہ حیثیت ہے کہ اس علاقے میں آزادانہ آ جا سکیں۔

کشمکش کا نقشہ:

جب بیسویں صدی کی تیسری دہائی سے تیل کی تلاش شروع ہوئی تو کسی غیر مسلم کی ہمت نہ تھی کہ ارضِ مقدس میں آمد و رفت رکھے۔ اس وقت ارضِ اسلام خالص روحانی مرکز تھی جہاں مادیت پرستی کا سایہ نہ پڑا تھا اور نہ یہاں دجال کے کارندوں کے قدم لگے تھے۔ ڈائریکٹر حج آف پاکستان بحر اللہ ہزاروی نے حکومت سعودیہ کے بانی، شاہ عبدالعزیز کی سوانح لکھی ہے جو حکومت سعودیہ کے شاہی خرچ پر چھپی ہے۔ اس کے صفحہ 404 سے لے کر 407 تک وہ تصاویر ہیں جن

میں ان امریکیوں کو روایتی عرب لباس میں ملبوس دکھایا گیا ہے جو یہاں تیل کی تلاش کے لیے آئے تھے، کیونکہ مغربی لباس میں کسی شخص کی آمد کا اس علاقے میں تصور بھی نہ کیا جاسکتا تھا۔ آرامکو آئل کمپنی کے یہودی ڈائریکٹر نے اس کشمکش کا کسی حد تک نقشہ کھینچا ہے جو اس وقت کے مسلمانوں اور امریکیوں کے درمیان پائی جاتی تھی۔ آگے بڑھنے سے پہلے اس پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

''ہم سے تیل نکالنے کا معاہدہ کر کے ابن سعود نے بڑی شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ کیونکہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں کسی غیر مسلم نے قدم نہیں رکھا تھا۔ صحرا کے بدوؤں کے لیے کسی کافر کا اس علاقے میں قدم رکھنا نہایت خطرناک تصور کیا جاتا تھا، لیکن شاہ عبدالعزیز نے نہ صرف ہم سے تیل کا معاہدہ کیا بلکہ ہمیں وہ تحفظ دیا جس کا ہم اپنے ملک میں بھی تصور نہیں کر سکتے تھے۔ ہمارے بارے میں عربوں کو جو شکوک تھے، وہ بھی حقیقت پر مبنی تھے۔ اس لیے کہ ان دنوں عالم اسلام اور عالم عرب کے زیادہ تر ممالک مغربی کالونیاں تھیں۔''

بعد کے وقت نے بتایا کہ مسلمانوں کے شکوک وشبہات درست تھے۔ اس پورے علاقے کو بھی امریکا اور برطانیہ نے اپنی کالونی بنالیا ہے اور یہ آزاد مملکت سعودی عرب کا حصہ ہوتے ہوئے بھی استعمار کے ماتحت ہیں۔ جب شروع شروع میں تیل نکلنا شروع ہوا تو تیل دریافت کرنے والی امریکن کمپنی ''اسٹینڈرڈ آئل کمپنی'' کو ''عربین اسٹینڈرڈ آئل کمپنی'' کا نام دیا گیا۔ بعد میں جب مستحکم بنیادوں پر کنوؤں پر گرفت مضبوط کر لی گئی تو وہ نام دیا گیا جو پوری دنیا زبان زد عام ہے یعنی ''عربین امریکن آئل کمپنی'' (ARAMCO)۔ اس علاقے میں تیل کی تلاش کی کہانی بھی دلچسپ ہے۔

تیل نکالنے کے بارے میں آرامکو نے جو تاریخ لکھی ہے اس کی ایک جھلک یوں ہے:

''تیل کی تلاش 1933ء میں شروع ہوئی۔ وہ امریکی ماہرین جو اس مہم میں شرکت کے لیے آئے تھے، انہوں نے ڈاڑھیاں بڑھا رکھی تھیں اور لمبی لمبی قمیص پہنے ہوئے تھے۔ [عربی لباس میں ملبوس ان امریکیوں کی تصویریں مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ 407 پر دی گئی ہیں۔] شاہ عبدالعزیز نے اپنی

خاص پولیس کے ذریعے ان کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی تھی تا کہ بدوان کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ سب سے پہلے جس جگہ تیل تلاش کرنے کا کام شروع کیا گیا، وہاں سے کچھ نہ ملا۔ اس کام کے لیے نہ صرف یہ کہ تمام آلات امریکا سے منگوائے گئے بلکہ کھانے اور پانی کے علاوہ صابن اور تمام متعلقہ سامان بھی امریکا سے منگوایا گیا تھا۔ پہلے تین جگہوں کی نشاندہی کی گئی لیکن تیل نہ نکلا۔ دوسری طرف وہ جس طرزِ زندگی سے دوچار تھے وہ اس سے بھی زیادہ مشکل تھی لیکن بہر حال کوشش جاری رہی۔ امریکیوں نے بھی نہایت حوصلہ اور صبر سے کام لیا۔ پہلا کنواں جن حالات میں کھودا گیا اس کی تفصیل بہت مشکل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلے کنویں میں ناکامی کے بعد دوسرا کنواں کھودا گیا، لیکن اس میں بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ تیسرے کنویں کی کھدائی میں ان کو یقین تھا کہ کچھ ملے گا۔ اس وقت اس پر ہزاروں ڈالر خرچ ہو چکے تھے۔ ورکروں کے رہنے کے لیے شروع میں خیمے ہوتے تھے۔ گرمی بھی ایسی تھی کہ جس سے چہرے جھلس جاتے تھے۔ بعد میں ریاض کے کچے گھروں کی طرح چھوٹے چھوٹے گھر بنائے گئے۔ یہ گھر بطور آثار قدیمہ آج بھی موجود ہیں۔ تیسرے کنویں کے کھودنے کے بعد اتنا پتا چلا کہ تیل تو ہے لیکن اتنا ہے جس کے لیے اتنی تکلیف برداشت نہیں کی جاسکتی ہے۔ تیل نکالنے والی کمپنی کے اعلیٰ حکام کو شک ہونے لگا...... لیکن ان میں صبر کا مادہ تھا۔ چونکہ تیل کی تلاش میں کام کرنے والوں کے زیادہ عرصہ رہنے کی وجہ سے وہ یہاں کی آب وہوا سے خاصے مانوس ہو چکے تھے اس لیے گھبرائے نہیں۔ چوتھا کنواں جس جگہ کھودا گیا وہ پہلی جگہوں سے مختلف تھا لیکن تیل جس کے لیے اتنی اُمیدیں وابستہ کی گئی تھیں، وہاں نہ نکلا۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیا کمپنی فلاپ ہونے کا اعلان کرے؟ جو کچھ خرچ کرنا تھا وہ تو ہو چکا تھا۔ چنانچہ امریکا میں موجود کمپنی کے کرتا دھرتا حکام کی میٹنگ ہوئی۔ 1937ء تک جو خسارہ ہو چکا تھا وہ تیس لاکھ ڈالر کا تھا لیکن انہوں نے کام جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے نئے ماہرین کو بھیجا اور کمپنی میں کام کرنے والوں کو نئے کنٹریکٹ اور فوائد دیے تا کہ وہ کام جاری رکھ سکیں۔ ان حالات میں پانچواں کنواں کھودنے کا کام شروع ہوا۔ ماہرین کے پاس جو تجربہ اور کمال تھا وہ سب اس میں

جھونک دیا، لیکن اس کا بھی وہی نتیجہ نکلا، تاہم وہ ناامید نہ ہوئے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایک آخری کوشش اور کی جائے تاکہ اگر تیل نہ ملے تو حسرت بھی باقی نہ رہے۔

اس دوران انہوں نے ایک وقت میں دو کنویں کھودنے کا فیصلہ کیا۔ یہ چھٹا اور ساتواں کنواں تھے۔ ماہرین کے علاوہ کمپنی کے اعلیٰ حکام بھی لحہ لحہ کی معلومات حاصل کر رہے تھے۔ چھٹے کنویں سے بھی کچھ نہیں ملا۔ جس سے ان کی ناامیدی میں مزید اضافہ ہوا۔ یہاں تک کہ ظہران اور کیلی فورنیا کے درمیان یہ گمان ہونے لگا کہ کسی وقت بھی حکم آ سکتا ہے تیل کی تلاش بند کر کے واپس آ جاؤ۔ اچانک اطلاع ملی کہ کمپنی کے ڈائریکٹر جنرل خود آ رہے ہیں اور یہ بھی کہ کمپنی کے اکاؤنٹ میں ڈالرز امریکا سے منتقل ہو چکے ہیں۔ نیا سامان بھی روانہ ہو چکا ہے...... لیکن ساتویں کنویں کو ابھی پوری طرح کھودا بھی نہ گیا تھا کہ ایک معجزہ ہوا۔ جس سے امریکیوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ زمین سے خزانہ ابل پڑا اور اتنا تیل نکلا جس پر خود امریکی حیران و پریشان تھے۔ یہ مارچ 1938ء کی بات ہے۔ اب تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہو چکا تھا۔ یہ واقعہ نہ صرف کیلی فورنیا کمپنی کے لیے حیران کن تھا بلکہ پورے جزیرہ نمائے عرب کے لیے ایک معجزہ تھا۔ یہ کنواں آج بھی سات نمبر سے پکارا جاتا ہے۔ 1933ء سے 1938ء کے آخر تک ان پانچ سالوں میں 575 ہزار بیرل تیل نکلا لیکن صرف 1939ء میں 39 لاکھ 34 ہزار بیرل نکالا گیا۔ یعنی گزشتہ پانچ میں سالوں سات گنا۔ یہ مقدار 1940ء میں پچاس لاکھ 75 ہزار بیرل اور 1945ء میں یہ 2 کروڑ 13 لاکھ 11 ہزار بیرل تک پہنچی۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی تیل دریافت ہوا ہے یہ مقدار سب سے زیادہ ہے۔ 1946ء میں 990 لاکھ 66 ہزار بیرل ہوا یعنی سالانہ 60 ملین بیرل، 1947ء میں آٹھ کروڑ 98 لاکھ 25 ہزار بیرل یعنی نوے ملین بیرل ہو گیا۔ یہاں سے نہ صرف تیل، بلکہ گیس بھی نکلی۔"

رحمانی ریاست کی تقسیم:

یہاں سے امریکیوں کو (امریکیوں کے لبادے میں دجالی یہودیوں کو) صرف تیل اور گیس ہی نہ ملا بلکہ دنیا پر حکومت کی چابی اور عالمِ اسلام کے خزانوں تک رسائی کا وسیلہ بھی ہاتھ آ گیا۔

ساتھ ہی رحمانی مرکز (ارضِ حرمین) میں اثر ونفوذ اور یہاں کی دولت لوٹ کر دجالی ریاست کی تعمیر وتشکیل کا ہوسناک ابلیسی سلسلہ شروع ہوگیا۔اب ایک طرف وہ ''ارضِ قدس'' میں دجالی ریاست کی بنیادیں رکھ رہے تھے اور دوسری طرف وہ ''ارضِ مقدس'' کی دولت کو ان بنیادوں میں انڈیل کر دجال کے ''قصر صدارت'' کو استحکام دے رہے تھے۔

امریکی یا برطانوی جب کہیں جاتے ہیں تو اپنی تہذیب اور اندازِ زندگی ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ جب کوئی پروجیکٹ شروع کرتے ہیں تو پہلے وہاں اپنی کالونی بناتے ہیں۔ اپنی بستی تعمیر کرتے ہیں۔اس میں ان کا اپنا سیکیورٹی سسٹم، اپناٹی وی اسٹیشن، تفریحی مراکز اور امریکی تہذیب کے جملہ لوازمات بمع جملہ سہولیات مہیا کیے جاتے ہیں۔ یوں سمجھیے کہ اس میں سب کچھ ان کا اپنا ہی ہوتا ہے۔ یہاں تو سونے کا دریا بہتا تھا۔لہٰذا سوچا جا سکتا ہے کہ انہوں نے یہاں کیا کچھ نہ تعمیر کیا ہوگا؟ جنگل کے سربراہ کی مرضی ہوتی ہے کہ انڈہ دے یا بچہ جنے۔ یہ دنیا انسانوں کا مسکن نہیں، حیوانوں کا بسیرا بن گئی ہے جس کا سربراہ امریکا ہے۔ بہتے سونے کی اس ''سہ شہری'' سرزمین میں کسی غیر ملکی کو کیا، معزز سعودی باشندے کی مجال نہیں کہ قدم رکھ سکے۔ امریکی حکام کی مرضی ہے جتنا تیل نکالیں یا اس کی جو قیمت مقرر کریں، مقرر ہی نہ کریں بلکہ سیکیورٹی کے اخراجات میں یا سعودیہ کو بلاضرورت فراہم کیے گئے زائد المیعاد اسلحے کی قیمت میں لگالیں۔ دنیا میں جس ملک کی جتنی برآمدات ہوں اس کی کرنسی کی قیمت اتنی ہی مضبوط ہوتی ہے۔سوائے سعودی عرب کے کہ اس کا جتنا تیل بھی باہر جائے، دجالی سامراج کی طرف سے یہ طے ہے کہ اس کا کوئی تعلق اس کی کرنسی کی قدر سے نہیں ہوگا۔ اندازہ لگایئے مسلمانوں کی دولت کی تلچھٹ سے مسلمانوں کے کشکول میں کتنا آرہا ہے؟ مسلمانوں کی سادگی اور کاہلی نے انہیں کس طرح بے کس و بے بس بنا رکھا ہے؟ امریکا کے شہروں اور دیہاتوں میں روشنیوں کی چکاچوند ہے جبکہ عالم اسلام میں قحط ہے، غربت ہے، جہالت ہے، بدحالی اور پسماندگی ہے۔ دوسری طرف امریکا کے اپنے تیل کے ذخائر محفوظ ہیں اور وہ عالم اسلام کے تیل کے ذخائر سے بے دھڑک استفادہ کر رہا ہے۔ بات

صرف یہیں تک ہوتی تو کچھ کم قہرناک نہ تھی، ستم بالائے ستم یہ ہے کہ دجالی استعمار چاہتا ہے مشرقی اور مغربی سعودی عرب کو الگ الگ کردے۔ مشرق میں تیل کی دولت ہوگی، روحانیت نہیں۔ اور مغرب میں مسلمانوں کے روحانی مراکز ہوں گے، دولت نہ ہوگی۔ اس طرح دجالی ریاست کی تکمیل آسان ہوتی جائے گی اور رحمانی ریاست کا مرکز تقسیم ہوکر کمزور ہوتا جائے گا۔ جب یہ کمزور ہوجائے گا تو مکہ و مدینہ کو ''آزاد شہر'' قرار دینے کا نعرہ بلند کرکے یہاں بھی ''دجال کے ہرکارے'' اپنی آوت جاوت لگالیں گے۔ تبوک سے خیبر تک انہوں نے ہزاروں ہیکٹر زمین خرید کر رکھی ہے، خیبر میں اپنی دوبارہ واپسی کا جشن وہ جنگ خلیج کے بعد منا چکے ہیں، ان مقدس شہروں میں بھی وہ بھیس بدل کر آنا جانا لگائے ہوئے ہیں، اس کے اثرات عرب معاشرے پر کھلم کھلا دیکھے جاسکتے ہیں۔ جب خدانخواستہ کھلی آزادی مل جائے گی تو ان کی کارستانیاں کیا کچھ ستم نہ ڈھائیں گی، اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حرمین شریفین کی طرف پیش قدمی کی اس دجالی مہم کا آغاز ''القدس'' کو آزاد شہر بنانے کا غلغلہ بلند کرکے کیا جاچکا ہے۔ جب ''حرم ثالث'' پر اس بہانے دجالی تسلط تسلیم کروالیا جائے گا تو حرمِ اوّل و ثانی، ارضِ مکہ و مدینہ (حرسہما اللہ تعالیٰ) کی طرف ناپاک نظریں کھل کر اُٹھنا شروع ہوجائیں گی۔ یہ ہے مرحلہ وار منصوبہ اور یہ ہے دجل پرستوں کی زہریلی تمنائیں۔

ناپاک آرزوؤں کا علاج:

دجل میں لتھڑی ان ناپاک آرزوؤں کا علاج سہولت پسند ہوجانے والے عرب کے پاس نہیں، اس کا علاج افغانستان کے کہساروں میں بسنے والے ان کالی پگڑی والوں کے پاس ہے جس کے پاس عرب شہزادوں نے پناہ لی ہے اور جہاں سے اُٹھنے والا لشکر حرمین سے ظہور کرنے والے اس عرب شہزادے کا ساتھ دے گا جو متبع سنت اور صاحبِ تدبیر مجاہد ہوگا اور جس کا ساتھ صرف وہی شخص دے سکے گا جس نے شوقِ شہادت سے سرشار ہوکر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے صدق دل سے امیر کی طلب اور اس کا ساتھ دینے کا عزم کیا ہوگا۔ دنیائے اسلام میں سے کسی نے

سائنس وٹیکنالوجی میں مہارت کوترقی کا ذریعہ سمجھا، کسی نے اقتصاد و معیشت کی بہتری کا رونا رویا، کسی کو یہ دور میڈیا کی جنگ کا دور نظر آیا، یہ سب کے سب مغرب کا تعاقب کرتے ہوئے ترقی کا راز اس دُشمن کے نقشِ قدم کے تعاقب میں تلاش کرتے رہے جوان سے پانچ سو سال آگے تھا، جبکہ کہساروں کے ان خدامستوں نے جہاد کی ٹیکنالوجی، غنیمت کی معیشت اور ایمان وعزت کی جنگ میں دیوانہ وار کود کر ثابت کردیا کہ ان ساری چیزوں میں ترقی ضمنی اور ثانوی درجے کی چیز ہے۔ کفر کی ہوش ربا ترقی کا علاج کفرشکن جہاد میں ہے۔ اس کے علاوہ ہر تدبیر غلامی کی زنجیریں مزید تنگ تو کرتی ہے، انہیں کاٹنے کے کام نہیں آتی۔

تین اسلامی ملک:

موجودہ عالمی استعمار جو دجالی قوتوں کی اکسٹھ کا دوسرا نام ہے، سرزمین افغان میں اس رحمانی لشکر سے منہ کی کھا چکا ہے۔ اسے اچھی طرح اندازہ ہے کہ یہاں سے رسوا کن خالی ہاتھ واپسی کے بعد افغانستان کی غیر معمولی استعدادحرب کے ساتھ پاکستان کی ٹیکنالوجی اور فنی مہارت یکجا ہوگئی تو اگلا معرکہ جس کا نکتۂ انفجار ''آرمیگاڈون'' کی وادی میں بپا ہوگا، اس میں یہ دونوں ملک جنہوں نے ''ہجرت، نصرت اور جہاد'' کی بے مثال نظر پیش کی ہے، اس کے لیے خدائی عذاب ثابت ہوں گے، اس لیے وہ یہاں جانے سے پہلے دجال کے لشکر ''بلیک واٹر'' جیسی تنظیموں اور قادیانیت جیسے گروہوں کے ذریعے منافرت اور نفاق کے بیج بودیے جائیں۔ دنیا میں تین اسلامی ملک ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک کی دولت اور روحانی سرپرستی، دوسرے کی فنی مہارت اور ایٹمی طاقت، تیسرے کی دلیرانہ افرادی قوت جمع ہوجائیں تو سات براعظموں کی غیر مسلم طاقتیں مل کر بھی انہیں شکست نہیں دے سکتیں۔ یہ تین ملک بالترتیب سعودی عرب، پاکستان اور افغانستان ہیں۔ دجال کی نمایندہ قوتوں کی کوشش ہے کہ یہاں سے ہزیمت آمیز خروج سے پہلے ہجرت ونصرت کرنے والی ان دوملتوں (پاکستان وافغان) میں افتراق وانتشار کی زہریلی سوئیاں چبھودی جائیں۔ اس غرض کے لیے دجال کے کارندے پاکستان میں عوامی جگہوں پر بے مقصد دھماکے کر کے انہیں

رحمان کے جانبازوں کے نام تھوپتے ہیں اور دنیا بھر کی متحدہ دجالی قوتوں کو شکست دینے والے مجاہدین کا امیج ان کی نصرت کرنے والے عوام کی نظر میں خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عشق کی بھٹیوں سے:

الغرض! مغرب کی عقل اور مشرق کے عشق کا معرکہ زوروں پر ہے۔ مغرب دجالی ریاست کو کامیاب دیکھنا چاہتا ہے اور مشرق کی طرف سے آنے والے کالے جھنڈوں والے جانباز رحمانی ریاست کی تعمیرِ نو چاہتے ہیں۔ عقل کی معراج کے سامنے مسلمانوں کو تقویٰ کی معراج چاہیے۔ تقویٰ سے عشق الٰہی جنم لیتا ہے اور جس دن مسلمان عشق الٰہی میں دیوانے ہو جائیں گے اس دن عشق کے متوالے، عقل والوں کی بڑھکائی ہوئی آگ میں کود کر لازوال کردار ادا کریں گے۔

یہ بات طے ہے کہ جس دن معرکۂ عشق و عقل اپنے عروج پر پہنچے گا اس دن عقل کو، اس کی برتری ماننے والوں کو اور اس سے مرعوب ہونے والوں کو کُلی شکست ہو جائے گی۔ صرف یہ طے ہونا باقی ہے کہ عقل پرستی کے لشکر میں کون کون ہوگا اور انہیں کتنے دنوں کی مہلت مزید ملے گی؟ اور عشق کے گھائل کون کون ہوں گے اور انہیں عشق کی کتنی بھٹیوں سے گزرنے کے بعد معشوق حقیقی کا وصال یا پھر روئے زمین پر اس کی خلافت نصیب ہوگی؟؟؟

فتنۂ دجال سے بچنے کی تدابیر

یہ تدابیر دجال 1 میں بیان کی جاچکی ہیں۔ یہاں ان کا خلاصہ دہرایا جاتا ہے کہ فتنوں کے دور میں ہر مسلمان کا لائحہ عمل اور دجال پر اس کتابی سلسلے کا حاصل وصول ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا، دنیا میں کوئی فتنۂ دجال کے فتنے سے بڑا نہیں ہوا اور اللہ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا، اس نے اپنی اُمت کو دجال سے ڈرایا ہے، اور میں آخری نبی ہوں اور تم بہترین اُمت (اس لیے) وہ ضرور تمہارے ہی اندر نکلے گا۔'' (ابنِ ماجہ، ابوداؤد وغیرہ)

اس عظیم فتنے سے بچنے کے لیے قرآن وسنت اور نصوصِ شریعت کی عصری تطبیق سے اخذ کردہ روحانی وعملی تدابیر ملاحظہ فرمائیں:

روحانی تدابیر:

1- ہر قسم کے گناہوں سے سچی توبہ اور نیک اعمال کی پابندی۔

2- اللہ تعالیٰ پر یقین اور اس سے تعلق کو مضبوط کرنا اور دین کے لیے فدائیت (قربان ہونے) اور فنائیت (مر مٹنے) کا جذبہ پیدا کرنا۔

3- آخری زمانے کے فتنوں اور حادثات کے بارے میں جاننا اور ان سے بچنے کے لیے نبوی ہدایات سیکھنا اور ان پر عمل کرنا۔

4- دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فتنوں کا شکار ہونے سے بچائے اور حق کی مدد کے وقت باطل کے ساتھ کھڑے ہونے کی بدبختی اور اس کے وبال وعذاب سے محفوظ رکھے۔ اس دعا کا اہتمام کرنا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفِتَنِ مَاظَھَرَ وَمَا بَطَنَ، اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ، وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ."

5- ان تمام گروہوں اور نت نئی پیدا شدہ جماعتوں سے علیحدہ رہنا جو علمائے حق اور مشائخ عظام کے متفقہ اور معروف طریقے کے خلاف ہیں اور اپنی جہالت یا خود پسندی کی وجہ سے کسی نہ کسی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

6- امریکا اور دیگر مغربی ممالک کے گناہوں بھرے شہروں کے بجائے حرمین شریفین، ارضِ شام، بیت المقدس وغیرہ میں رہنے کی کوشش کرنا، خونی معرکوں میں زمین کے یہ خطے مؤمنوں کی جائے پناہ ہیں اور دجال ان میں داخل نہ ہو سکے گا۔ ایسا ممکن نہ ہو تو اپنے شہروں میں رہتے ہوئے جید علمائے کرام کے حلقوں سے جڑے رہنا۔

7- پابندی سے تسبیح و تحمید اور تہلیل و تکبیر (آسانی کے لیے تیسرا اور چوتھا کلمہ کہہ لیں) کی عادت ڈالی جائے۔ دجال کے فتنے کے عروج کے دنوں میں جب وہ مخالفین پر غذائی پابندی لگائے گا، ان دنوں ذکر و تسبیح غذا کا کام دے گی، لہٰذا ہر مسلمان صبح و شام مسنون تسبیحات (درود شریف، تیسرا (یا چوتھا) کلمہ اور استغفار کی عادت ڈالے۔ ابھی سے تہجد کی عادت ڈالیں۔)

8- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمانوں پر اُٹھائے جانے اور خروجِ دجال کے بعد واپس زمین پر آ کر دجال اور اس کے پیروکار یہودیوں کا خاتمہ کرنے (جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تکلیفیں دیں) پر یقین رکھے کہ یہ اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

9- جب حضرت مہدی کا ظہور ہو اور علمائے کرام ان کو صحیح احادیث میں بیان کردہ علامات کے مطابق پائیں تو ہر مسلمان ان کی بیعت میں جلدی کرے۔ باطل پرست اور گمراہ و بے دین لوگ دجالی قوتوں کے جن نمایندوں کو فرضی روحانی شخصیات لے کر (مہدی موعود یا مسیح موعود) اور ان کی تشہیر کرتے ہیں، ان سے دور رہنا اور ان کے خلاف کلمۂ حق کہنے والے علمائے حق کا ساتھ دینا۔

10- جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرنا، اس کی ابتدائی اور آخری دس آیات کو حفظ کر لینا

اور صبح شام ان کو دہرانا، ایک مشہور حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ دجال کے فتنے سے جو محفوظ رہنا چاہتا ہے، اس کو چاہیے کہ سورۂ کہف کی ابتدائی یا آخری دس آیتوں کی تلاوت کرے۔ ان میں کچھ ایسی تاثیر اور برکت ہے کہ جب ساری دنیا دجال کی دھوکا بازیوں اور شعبدہ بازیوں سے متاثر ہو کر نعوذ باللہ اس کی خدائی تک تسلیم کر چکی ہوگی، اس سورت یا ان آیات کی تلاوت کرنے والا اللہ کی طرف سے خصوصی حصار میں ہوگا اور یہ دجالی فتنہ اس کے دل و دماغ کو متاثر نہ کر سکے گا، لہٰذا ہر مسلمان پوری سورۂ کہف یا کم از کم شروع یا آخری کی دس آیتوں کو زبانی یاد کرے اور ان کا ورد کرتا رہے۔

عملی تدابیر:

1- صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ملکوتی اخلاق پھیلانا:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تین صفات ہیں جنہیں اپنانے والے ہی مستقبل قریب میں برپا ہونے والے عظیم رحمانی انقلاب کے لیے کارآمد عنصر ثابت ہو سکیں گے:

پہلی صفت: صحابہ کرام کے دل باطنی بیماریوں اور روحانی آلائشوں یعنی تکبر، حسد، ریا، لالچ، بخل، بغض وغیرہ سے بالکل پاک وصاف اور خالص و مخلص تھے، لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ سچے اللہ والے، متبع سنت بزرگ کی خدمت میں اپنے آپ کو پامال کرے اور ان کی اصلاحی تربیت کے ذریعے ان مہلک روحانی بیماریوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

دوسری صفت: وہ علم کے اعتبار سے اس عالمِ امکان میں علمیت اور حقیقت شناسی کی آخری حدوں تک پہنچ گئے تھے جہاں تک ان سے پہلے انبیاء کو چھوڑ کر نہ کوئی انسان پہنچ سکا اور نہ آئندہ پہنچ سکتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ روحانی اور رحمانی علم کی جستجو کرے۔ یہ علم اللہ والوں کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور اس علم کے بغیر کائنات اور اس میں موجود اشیا و حوادث کی حقیقت سمجھ نہیں آ سکتی۔

تیسری صفت: وہ روئے زمین پر سب سے کم تکلف کے حامل بننے میں کامیاب ہو گئے۔ ہر مسلمان بے تکلفی، سادگی اور جفاکشی اختیار کرے۔ مغرب کی ایجاد کردہ طرح طرح کی سہولیات اور عیش وعشرت کے اسباب سے سختی کے ساتھ بچیں۔ ہر طرح کے حالات میں رہنے، کھانے، پینے

اور پہننے کی عادت ڈالیں۔ (تیز قدموں سے) پیدل چلنے، تیراکی کرنے، گھڑ سواری، نشانہ بازی اور ورزشوں کے ذریعے خود کو چاق و چوبند رکھنے کا اہتمام کریں۔

2- مال و جان سے جہاد فی سبیل اللہ:

جہاد اسلام کو چوٹی پر لے جانے والی واحد سبیل (راستہ) اور مسلمانوں کی ترقی کا واحد ضامن ہے۔ دجال کے کارندے یہودیوں کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کے اندر از خود پیدا شدہ عزمِ جہاد کا رُخ پھیر کر انہیں بے مقصد اور سطحی علمی تحقیق، فنون و صنعت میں مغرب کے تعاقب، سائنس و ٹیکنالوجی کے حصول کی خواہش میں مغرب کے از کار رفتہ نظریات کی پیروی اور معیشت و اقتصادی کی بہتری میں حلال و حرام کی تفریق کے بغیر مالی صلاحیتوں کو بڑھانے میں مشغول کر کے جہاد کے ذریعے حاصل ہونے والی بے مثال، تیز رفتار اور ہوش ربا ترقی سے محروم اور غافل کر دیں اور جہاد کی توہین و تنقیص، انکار و تردید حتیٰ کہ جہاد سے پیٹھ پھیر کر دوسری چیزوں میں فلاح و کامیابی اور نجات تلاش کرنے والے بنا کر اللہ تعالیٰ کے غضب و انتقام کا شکار بنا دیں۔ جہاد وہ عمل ہے جس سے یہودیت کی جان نکلتی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی بقا و فلاح اس میں ہے کہ اپنی نئی نسل میں جذبۂ جہاد کی روح پھونک کر اس دنیا سے جائیں اور اپنے اہل و عیال اور متعلقین کا اللہ کے راستے میں جان و مال قربان کرنے کا ذہن بنائیں۔ جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت میں فنائیت کے بغیر مسلمانوں کی بقا و ترقی کا تصور پہلے تھا، نہ آیندہ ہو سکتا ہے۔

3- فتنۂ مال و اولاد سے حفاظت:

فتنۂ دجال دراصل ہے ہی مال کی محبت اور مادیت پرستی کا فتنہ، اس لیے ضروری ہے کہ ہر مسلمان حلال و حرام کا علم حاصل کرے۔ ہر طرح کے حرام سے بالکل اجتناب کرے۔ صرف اور صرف حلال مال کمائیں اور پھر اس میں سے خود بھی فی سبیل اللہ خرچ کریں اور بچوں سے بھی اللہ کے راستے میں خرچ کروا کر ان کی عادت ڈالیں۔ اولاد کی دینی تربیت کریں اور ان کی محبت کو دینی کاموں اور جہاد فی سبیل اللہ میں رکاوٹ نہ بننے دیں۔

4- فتنۂ جنس سے حفاظت:

(1)...... مرد اور عورت کا مکمل طور پر علیحدہ علیحدہ ماحول میں رہنا جو شرعی پردے کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

(2)...... عورتوں کو زیادہ سے زیادہ شرعی مراعات دینا اور ان کی مخصوص ذمہ داریوں کے علاوہ دیگر ذمہ داریوں سے انہیں سبکدوش کرنا، جو اُن کی فطرت اور شریعت کے خلاف ہیں۔

(3)...... بالغ ہونے کے بعد مردوں اور عورتوں کی شادی میں دیر نہ کرنا۔

(4)...... نکاح کو زیادہ سے زیادہ آسان بنانا اور فسخ نکاح کو زیادہ سے زیادہ منضبط بنانا۔

(5)...... کسی بھی عمر میں جنسی و نفسیاتی محرومی کو کم سے کم واقع ہونے دینا، لہٰذا بڑی عمروں کے مردوں اور عورتوں کو بھی پاکیزہ گھریلو زندگی گزارنے کے لیے نکاح ثانی کی آسانی فراہم کرنا۔

(6)...... کثرتِ نکاح اور کثرتِ اولاد کو رواج دینا، ورنہ اُمت سکڑتے سکڑتے دجالی فتنے کے آگے سرنگوں ہو جائے گی۔

(7)...... مردوں کی ایک سے زیادہ شادی۔ دوسری شادی ترجیحاً بیوہ، مطلقہ، خلع یافتہ یا بے سہارا عورت سے کی جائے۔

(8)...... بیوہ و مطلقہ عورتوں کی جلد شادی۔

(9)...... شادی کو خرچ کے اعتبار سے آسان تر بنانا اور نکاحِ ثانی اور بیوہ و مطلقہ سے شادی پر ہر طرح کی معاشرتی پابندیوں کا خاتمہ کرنا۔

(10)...... معاشرے میں آسان و مسنون نکاح کی ہمت افزائی کرنا اور مشکل نکاح سے (جس سے غیر شرعی رسومات اور فضول خرچی پر مشتمل رواج ہوتے ہیں) ناپسندیدگی کا اظہار کرنا۔

(11)...... ماہر اور تجربہ کار دائیوں کی زیر نگرانی گھر میں ولادت کا انتظام کرنا اور زچگی کے آپریشن سے حتی الوسع اجتناب کرنا۔

5- فتنۂ غذا سے حفاظت:

فتنۂ دجالِ اکبر کے سامنے سب سے زیادہ آسان شکار حلال وطیب کے بجائے حرام مال اور خبیث غذا سے پروردہ جسم ہوتا ہے، لہٰذا جن چیزوں کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے ان سے اپنے آپ کو سختی سے بچایا جائے۔ حرام لقمہ، حرام گھونٹ اور حرام لباس سے خود کو آلودہ نہ ہونے دیا جائے۔ مصنوعی طور پر Cross-Polination اور Hybridization کے ذریعے پیدا کردہ غذاؤں نیز ڈبہ بند غذائی اشیا اور جینیاتی و کیمیاوی طور پر تیار کردہ غذاؤں سے سختی سے پرہیز کیا جائے۔ اُمت مسلمہ اپنے علاقوں میں فطری اور قدرتی غذا کے حصول کے لیے زراعت، باغبانی، شجرکاری اور حیوانات کی قدرتی افزائش نسل پر توجہ دے تاکہ کیمیاوی اجزا سے پاک اجناس، پھل، گوشت اور دودھ حاصل کرکے ان مضر اثرات سے بچ سکے جو یہودی سرمایہ داروں کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعے ان قدرتی چیزوں کو رفتہ رفتہ مصنوعی بنا کر انسانوں میں انجیکٹ کیے جارہے ہیں۔

6- فتنۂ میڈیا سے حفاظت:

دجالی قوتوں کا سب سے اہم ہتھیار "دجل" ہے یعنی جھوٹ اور مکر وفریب۔ جھوٹا پروپیگنڈہ، جھوٹی افواہیں، جھوٹی الزامات، جھوٹے دعوے، جھوٹا رعب، جھوٹی دھمکیاں۔ مصدقہ جھوٹی خبریں جو غلط کو صحیح بتائیں اور مبینہ جھوٹی رپورٹیں جو سچ کو جھوٹ میں چھپائیں۔ اعلیٰ عہدوں پر فائز باوقار شخصیات کے نکارانہ جھوٹ میں ملفوف بیانات، جادو بیان اینکر پرسن کے ذریعے پھیلائے گئے زہریلے خیالات ونظریات...... یہ سب کچھ اور اس جیسا اور بہت کچھ دجالی کے ہرکاروں کے مخصوص حربے ہیں۔ اس دور کے انسانوں پر لازم ہے کہ جدید ذرائع ابلاغ کے فتنے سے خود کو بچائیں۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ (صبح شام) سورۂ کہف کی ابتدائی و آخری آیات پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ انہیں حق و باطل میں اور اصل ودجل میں تمیز کی صلاحیت عطا کرے۔

2- اس دعا کے ساتھ ہر طرح کے گناہوں سے بچیں اور ظاہر و باطن میں تقویٰ کا اہتمام کریں کہ اس کی برکت سے اہلِ ایمان کو "فرقان" عطا ہوتا ہے یعنی ایسی فہم وفراست جس سے صحیح اور غلط، سچ اور جھوٹ میں فرق کی صلاحیت پیدا ہوجائے۔

3- میڈیا پر انحصار کرنے کے بجائے حقیقتِ حال معلوم کرنے کے نجی طریقے استعمال میں لائے جائیں، مثلاً: جو صاحبِ ایمان دجالی قوتوں کے خلاف کام کر رہے ہیں یا میدانِ جہاد میں برسرپیکار ہیں، ان سے ربط ضبط رکھا جائے۔ ان سے زمینی حقائق معلوم کیے جائیں۔ علمائے حق کی خدمت میں آمد و رفت رکھی جائے اور صالحین وقت کے حلقے میں سینہ بہ سینہ چلنے والی خبروں سے مطلع رہا جائے۔

4- اگر جدید میڈیا سے خبریں سننی ہی پڑ جائیں تو ان کی رو میں بہہ جانے کے بجائے ان کا تجزیہ کیا جائے۔ جن اسلامی ممالک، دینی افراد، نظریاتی تعلیمات، جہادی تحریکات یا دینی اداروں کے متعلق افواہی خبریں فراہم کی جارہی ہیں، ان سے تحقیق کی جائے۔ اگر تضاد یا تعارض دکھائی دے تو اہلِ علم و صلاح کی بات پر اعتماد کیا جائے نہ کہ جھوٹی خبریں بیچ کر دجل پھیلانے والوں کے اصرار پر۔

5- دین و مذہب اور ملک و ملت کے مفاد کے خلاف کسی بات کو آگے نہ پھیلایا جائے۔ کسی نیک نیت شخصیت یا ادارے، تحریک و تنظیم کے خلاف مہم میں شریک ہونے بننے کے بجائے خیر کی بات پھیلائی جائے اور حسنِ ظن پر مبنی تبصرہ دو ٹوک انداز میں بیان کیا جائے۔ افواہوں کا آسان شکار بننے کے بجائے مؤمنانہ فراست کا اظہار کیا جائے۔

7- فتنہ شیطانیت سے حفاظت:

شیطان نے جنت سے نکالے جانے کے وقت قسم کھائی تھی کہ وہ آدم کی اولاد کو گمراہ کرنے کا ہر وہ جتن کرے گا جس کے ذریعے وہ اسے جنت میں داخلے سے روک سکے اور اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑے گا۔ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار چونکہ دجال ہے، اس لیے شیطان کی پوجا اور دجال کی جھوٹی خدائی کو تسلیم کرنا دونوں ہم معنی باتیں ہیں۔ ان دونوں چیزوں یعنی شیطانیت اور دجالیت کی تعظیم و تشہیر کے لیے آج کل کچھ شیطانی علامات اور دجالی نشانات دنیا بھر میں باقاعدہ منصوبے کے تحت پھیلائے جارہے ہیں اور ان کو فروغ دے کر عنقریب ظہور کرنے والے "یک

چشم شیطان'' سے لوگوں کو مانوس کیا جا رہا ہے۔ اپنے گردو پیش میں پھیلی ہوئی ان علامات کو پہچاننا اور ان کی نحوست سے خود کو اور دوسروں کو بچانا اور ان کے پیچھے چھپے خفیہ شیطانی پیغام کو مسترد کر کے رحمان کے مبارک پیغامات پھیلانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ ان علامات میں سب سے مشہور اکلوتی آنکھ ہے۔ جو دجال کی معیوب اور قابل نفرت پہچان ہے لیکن دجال کے ہرکارے اسے طاقت کا سرچشمہ بتا کر دنیا بھر کے لوگوں کو اس سے مانوس اور مرعوب کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اہرام مصر جیسی تکونی علامات یا عمارات، سانپ، آگ (شیطان آگ سے بنا ہے) شیطان کے سینگ، کھوپڑی اور دو ہڈیاں، دو عمودی ستون (یعنی خیر کے مقابلے میں شر کی قوت) فرش پر چوکور سیاہ اور سفید خانے (یعنی روشنی کے مقابلے میں تاریکی کا اظہار) 666 کا عدد، گانوں اور پاپ میوزک کے شیطانی بول اور فلموں کے وہ مناظر جن میں شیطانی علامات اور نشانات کی تشہیر کی جاتی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ دو شیطانی کاموں سے بچنے کی کوشش جو شیطان کی پوجا کرنے والوں اور دجالی کی راہ ہموار کرنے والوں کا سب سے آزمودہ گر ہیں: (1) فحاشی یعنی جنسی بے راہ روی، جس کی کوئی انتہا نہیں اور یہ انسان کو حیوانیت (کتے، بلی) کی سطح تک لے جاتی ہے۔ یعنی ''اسفل السافلین'' تک جہاں وہ بآسانی دجال کا غلام اور شیطان کا پجاری بن جاتا ہے۔ (2) جادوگر: شیطان کو خوش کر کے دنیاوی فوائد (دولت، شہرت، جنسی تسکین) لوٹنے اور مافوق الفطرت شیطانی قوتوں سے یہ مدد حاصل کرنے کے لیے آج کل جادو کو سائنٹفک طریقے سے فروغ دینے کے لیے شیطان کے چیلے جدید ترین انداز اختیار کر رہے ہیں۔ اس شیطانی جال سے بچیے جس میں پھنسنے والا ایمان سے ہاتھ دھو کر دھوکے اور سراب میں پڑا رہتا ہے، یہاں تک کہ اسے موت کے سکرات آن گھیرتے ہیں۔

سوالات
و
جوابات

بائبل کی پیش گوئیاں، مسجد اقصیٰ یا ہیکل سلیمانی، عیسائی حضرات کا ایک بے تکا سوال

السلام علیکم!

ہم چند دوست مل کر مفتی صاحب کو یہ خط لکھ رہی ہیں۔ ہم ایک مشنری اسکول میں پڑھتی ہیں جس کو ایک سسٹر چلاتی ہیں۔ ہم سب آپ کا کالم بہت شوق سے پڑھتی ہیں اور اس سے رہنمائی اور آگہی حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتی ہیں۔ ہمارا خط لکھنے کا مقصد چند ایک سوالات کرنا اور کچھ باتوں کے بارے میں رہنمائی حاصل کرنا ہے۔ اُمید ہے آپ تسلی بخش جواب دیں گے۔ گزارش ہے کہ آسان اُردو میں جواب دیجیے گا۔

(1) پہلا سوال آپ کے قسط وار کالم ''مہدویات'' کے بارے میں ہے جس کالم میں آپ نے ''حضرت دانیال'' کا قصہ بتایا تھا۔ اس کالم میں کچھ پیش گوئیاں بھی بتائی گئی تھیں۔ اس میں جو آپ نے 2300 سال بعد ایک ریاست کے قیام کا بتایا تھا وہ سمجھ میں تو آ گیا تھا لیکن آپ نے 333 سال نکالے تھے وہ بات صحیح سمجھ میں نہیں آئی۔ اس بات کا اسکندر اعظم کے ایشیا فتح کرنے سے کیا تعلق ہے؟ کیا یہ یونان کا اسکندر اعظم ہے؟

(2) اسرائیلی جو بیت المقدس کو منہدم کرنا چاہتے ہیں اس بارے میں کیا احادیث میں ذکر ہے؟ کیا واقعی مسجدِ اقصیٰ منہدم ہو جائے گی اور اس کی جگہ تیسرا ہیکل سلمانی تعمیر ہوگا؟

(3) تیسرا سوال آپ کے کالم ''زیرو پوائنٹ'' سے متعلق ہے۔ اس میں ایک جگہ آپ نے ذکر کیا تھا کہ یہودیوں نے جو زمین کے قدرتی نظام کے ساتھ چھیڑ خانی شروع کر رکھی ہے اس سے

زمین کی کشش ختم ہو جائے گی اور زمین رک جائے گی۔ اس کے بعد زمین متضاد سمت میں گھومنا شروع ہو جائے گی۔ جس کی وجہ سے سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ جب کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول اور پھر اس کے بعد ان کی وفات کے کافی عرصہ بعد سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور تب توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ کیا جب دجال کے خروج سے پہلے سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو کیا تب ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا؟ کیا سورج دوبار مغرب سے طلوع ہوگا؟

(4) چوتھا سوال ہم یہ کرنا چاہیں گے کہ کیا قرآن کریم کا نسخہ کسی صحابی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے؟ یا پھر جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کاتبِ وحی کو بلوا کر قرآن کی آیات لکھواتے تھے تو کیا وہ کوئی چیز جس پر یہ آیات لکھی گئی ہوں اب موجود ہیں؟ یہ سوال ہم سے اکثر عیسائی لڑکیاں پوچھتی ہیں ہم ان کو جواب تو دے دیتے ہیں لیکن وہ مانتی نہیں۔ اور اوپر کیا گیا سوال دُہراتی ہیں؟ اس سوال سے ہم اپنی بھی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ہم ان عیسائی لڑکیوں کو اپنے دین کی تبلیغ کر سکتے ہیں؟ اصل بات کچھ اس طرح سے ہے کہ ہماری جماعت کی ایک عیسائی لڑکی چھٹیوں میں عیسائیت کی طرف کچھ زیادہ ہی مائل ہو گئی تھی۔ چھٹیوں کے بعد جب وہ اسکول واپس آئیں تو وہ پہلے سے کافی حد تک بدل چکی تھی حتیٰ کہ اس نے گانا گانے تک چھوڑ دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے جماعت کی باقی عیسائی لڑکیوں کو بھی تبلیغ شروع کر دی۔ اس نے ہم سے بھی کچھ سوالات کیے۔ ہمارے مذہب سے متعلق اور کافی دنوں تک لگی رہی۔ ہم نے اس کے سوالات کے جوابات بھی دیے اور ساتھ میں ہم نے بھی اس سے کچھ باتیں پوچھیں۔ اس کو یہ بھی کہا کہ انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے متعلق پیش گوئیاں ابھی بھی موجود ہیں لیکن وہ اس سے انکار کرتی۔ ہم لوگوں نے آپس میں بہت بحث کی لیکن وہ نہ مانی۔ تب ہم نے یہ سوچ کر کہ یہ بحث لاحاصل ہے اور اس سے تبلیغ کا مقصد پورا نہیں ہو رہا تو ہم نے اس سے دین کے بارے میں بات کافی حد تک کم کر دی۔ ہم خود بھی اس کو اسلام کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے لیے صحیح طریقہ کیا ہے؟ وہ ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں؟ ویسے اگر اخلاق کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ بہت اچھی ہے لیکن

وہ صرف کفروشرک میں مبتلا ہے۔ وہ فرقے کے لحاظ سے ''پروٹسٹنٹ'' ہے۔ پلیز! آپ ہمیں یہ ضرور بتائیں کہ ہم اس کو اللہ کی وحدانیت اور اسلام کے حق ہونے کا یقین کیسے دلائیں؟

(5) ہمارے اسکول میں صبح اسمبلی کے وقت ''پی ٹی'' یعنی ورزش کروائی جاتی ہے۔ پہلے تو یہ ''پی ٹی'' بغیر میوزک کے ہوتی تھی لیکن ایک دو سال پہلے ''پی ٹی'' ایک انگریزی گانے پر شروع کرادی گئی اور ''پی ٹی'' بھی پہلے سے مختلف ہوگئی جو کہ ڈانس سے مشابہت رکھتی تھی۔ ہم لوگ پہلے تو یہ ''پی ٹی'' کرتے رہے لیکن اب جبکہ ہمارے ذہن دین کی طرف تھوڑا مائل ہوئے تو ہم نے سوچا اس طرح کی پی ٹی کرنا بھی ایک گناہ ہی ہے۔ ہم مسلمان دوستوں سے پہلے اسی عیسائی لڑکی نے یہ ''پی ٹی'' کرنا چھوڑی تو ہمیں بھی حوصلہ ملا اور ہم نے چھوڑ دی۔ جب چند ٹیچرز نے یہ دیکھا اور ہم سے دریافت کیا کہ ہم ''پی ٹی'' کیوں نہیں کرتے تو ہم نے کہہ دیا کہ یہ ''پی ٹی'' نہیں بلکہ ڈانس ہے اور ہمیں اس طرح کی پی ٹی پسند نہیں۔ ہم نے پرنسپل سے بھی بات کی تو وہ ہمیں سمجھاتی رہیں کہ اس میں کوئی خرابی نہیں۔ انسان کو تنگ نظر نہیں ہونا چاہیے۔ یہاں تک تو بات ٹھیک تھی لیکن اس کے بعد جب ہماری اسلامیات کی ٹیچر نے بھی ہم سے ''پی ٹی'' کرنے کو کہا تو ہم پریشان ہوگئے کہ اب کیا کریں؟ ہم نے اسلامیات کی ٹیچر سے اس موضوع پر بات کی کہ یہ پی ٹی نہیں بلکہ ڈانس ہے اور وہ بھی میوزک کے ساتھ۔ تو مس نے کہا: یہ اسکول کے اُصولوں میں شامل ہے اور آپ کو یہ ضرور کرنا پڑے گی۔ مس نے مزید کہا اسلام اتنی پابندیاں نہیں لگاتا اور میوزک کے بارے میں اسلامیات کی استانی نے کہا آپ خود دیکھیں جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر تشریف لے گئے تو بچیوں نے دف بجا کر اور گیت گا کر ان کا استقبال کیا۔ یہ بات سن کر پہلے تو ہم اپنے ذہنوں پر زور ڈالتے رہے کہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر کب دف بجایا گیا تھا؟ جب ہم نے مس کو اصل واقعہ اور میوزک کی ممانعت کے بارے میں بتایا تو انہوں نے ہماری بات ماننے سے ہی انکار کر دیا اور مزید کہا: ڈھول کا جو میٹریل ہے وہ دف والے میٹریل جیسا ہی ہوتا ہے۔ مس نے یہ بھی کہا: پی ٹی وغیرہ کرنے سے کوئی آپ لوگ عیسائی نہیں ہو جائیں

گے؟ مذہب تو دل کے اندر ہوتا ہے اس کو ظاہر نہیں کیا جاتا۔ خیر! کافی دیر بحث کے بعد مس نے ہماری بات ماننے سے انکار کردیا اور ہم دوستوں کو ''نافرمانبردار'' کا خطاب دے دیا گیا۔ کیونکہ مس کے کہنے کے مطابق سب مسلمان لڑکیاں تو یہ کرتی ہیں لیکن ہم نے یہ پی ٹی نہ کر کے ٹیچرز کا حکم نہیں مانا۔

اب آپ ہی بتائیں کہ ہم ایسی صورتِ حال میں کیا کریں؟ کیا واقعی ہم یہ سب نہ کر کے اپنے اساتذہ کی نافرمانی کے مرتکب ہو رہے ہیں؟ ہم نے صرف آپ کو ہی اس لیے خط لکھا کیونکہ ہم آپ کو اپنا بڑا اور ہمدرد سمجھ کر آپ سے مشورہ مانگنا چاہتے ہیں۔ برائے مہربانی ان سوالوں کے تسلی بخش جواب دے کر ہماری رہنمائی فرمائیں کیونکہ ہم بہت پریشان ہیں۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ آخر میں یہ کہیں گے کہ آپ اس عیسائی لڑکی کے لیے ہدایت کی دُعا کیجیے گا۔

والسلام...... کچھ پریشان مسلمان بچیاں

سب سے پہلے تو مجھے اس بات کے اظہار کی اجازت دیجیے کہ آپ اور آپ کی صالحات مومنات ساتھیوں کا خط میرے لیے بڑی خوشگوار حیرت اور مسرت کا باعث بنا۔ ایک عیسائی مشنری اسکول میں پڑھنے والی بچیاں اپنے دین سے اس قدر گہرا تعلق، اس کی درست معلومات کا اتنا شوق، اس کے تمام احکامات پر عمل کا اس قدر جذبہ اور اس کے بارے میں شعور و واقفیت اور آگہی حاصل کرنے کے لیے اتنی کوشش کر سکتی ہیں، یہ بات میرے لیے اس قدر خوشی اور اطمینان کا باعث ہے کہ میں اس کے اظہار پر مجبور ہوں۔ آپ جس ماحول میں زیر تعلیم ہیں وہاں اپنے کردار، اپنی نشست و برخاست اور صحیح اسلامی تہذیبی و اخلاقی تصویر پیش کر کے جس قدر تبلیغ کر سکتی ہیں شاید کسی اور ذریعہ سے ممکن نہ ہو۔ آپ خود ایک ''رول ماڈل'' ہوں۔ آپ کے Actions اور Deeds ہی تبلیغ کا سب سے مؤثر ذریعہ ہیں۔ آپ نے مشہور محاورہ سن رکھا ہوگا: Action Speak louder then wrods ''عمل الفاظ سے زیادہ بلند آہنگ ہوتا ہے۔'' جب آپ دین کی ہر ہر چیز پر عمل پیرا ہوں گی تو یہ چیز دوسروں کے لیے اولاً تو باعث تجسس ہوگی اور یہی تجسس

ان کو آپ کے قریب لائے گا...... سوالات کی صورت میں۔ پھر آپ کو بھرپور تبلیغ کا موقع ملے گا۔ الحمدللہ! آپ کے خط کی سطر سطر سے جن دینی جذبات اور مذہبی غیرت وحمیت کا اظہار ہورہا ہے اس نعمتِ عظمیٰ پر آپ اللہ کا جس قدر شکر ادا کریں، کم ہے۔ یہ اسلام کی حقانیت اور سچائی کی دلیل ہے کہ مشنری ادارے جو عیسائیت کی ترویج اور فروغ کے لیے بنائے گئے ہیں وہاں آپ جیسی نیک صالحات پہنچ کر ان کے وسائل کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کریں۔ آپ کو علم ہوگا کہ میں اپنے نام آنے والی بے شمار ڈاک میں سے کچھ کا جواب تحریر کرپاتا ہوں گا مگر آپ کے خط نے مجھے جواب پر مجبور کردیا ہے۔ دل سے دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار رہو اور آپ کی تائید ونصرت کے غیبی اسباب مہیا فرمائے۔ اب آپ اپنے سوالات کا جواب سن لیجیے۔

(1) اس کا ذکر احادیث میں نہیں، البتہ شدت پسند یہودی رہنماؤں نے اپنی قوم کو یہ باور کرایا ہے کہ ایسا کیے بغیر ''مسیحا'' نہیں آئے گا۔ جبکہ یہ ایسی فضول بات ہے کہ اعتدال پسند یہودی بھی اسے نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ مسیحا جب آئے گا، تب وہ ہمیں ذلت سے نجات دلائے گا، اسرائیلی ریاست قائم کرے گا اور ہیکل تعمیر کرے گا۔ ہمیں اس کے آنے سے پہلے فلسطین کے باشندوں پر اتنا ظلم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن شدت پسند یہودی نہ تورات کی پیش گوئیاں ماننے پر تیار ہیں نہ اپنے ہی قوم کے معتدل مزاج لوگوں کی بات سننے پر...... اللہ کا فضل ہے کہ ان کا مقابلہ فلسطینی مسلمانوں جیسے کھرے مجاہدین سے ہے جو انتہائی نامساعد حالات کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک یہودیوں کے خلاف ڈٹے رہیں گے اور اسرائیلیوں کے لیے میدان خالی نہیں چھوڑیں گے...... ان کی قربانیوں کی بدولت مسجد اقصیٰ قائم ودائم رہے گی اور خوش نصیب مجاہد مسلمان مشکل ترین حالات میں بھی یہود کے سارے منصوبوں کو ناکام بناتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(2) مضمون میں بات کچھ مبہم رہ گئی ہے۔ اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے نفرت کی ریاست (یعنی اسرائیل) کے قیام کی تاریخ بتاتے ہوئے فرمایا تھا: ''پھر میں

نے دو مقدس غیبی آوازوں کو یہ کہتے سنا: "یہ معاملہ کب تک اسی طرح چلے گا کہ میزبان اور مقدس مقام کو قدموں تلے روندا جائے؟" اس پر دوسری آواز نے جواب دیا: "دو ہزار تین سو دنوں تک کے لیے۔ پھر مقدس مقام پاک صاف کر دیا جائے گا۔" اس سے معلوم ہوا کہ نفرت کی ریاست 2300 دنوں بعد قائم ہوگی۔ (دانیال: ب: 8، آیت: 13، 14) ایک پیش گوئی میں ہے کہ یہ 45 دنوں بعد ختم ہو جائے گی۔ (دانیال: ب: 12، آیت: 8-13) اب ان 2300 سال کا آغاز کب سے ہوگا اور یہ 45 دنوں میں کیسے ختم ہوگی؟ شارحین کے مطابق ان 2300 سال کا آغاز یونانی بادشاہ اسکندر (الیگزینڈر) کے ایشیا یعنی ایران پر حملے سے ہوتا ہے۔ یہ حملہ 333 قبل مسیح میں ہوا۔ اس کو 2300 سال 1967ء میں پورے ہوں گے۔ (2300-333=1967) اسرائیل اگرچہ قائم 1948ء میں ہوا لیکن اس نے القدس پر قبضہ 1967ء میں کیا۔ 1967ء کے 45 سال بعد (تورات کی ایک آیت کے مطابق کلام الٰہی میں دن سے مراد سال ہوتے ہیں) یعنی 2012ء میں اسرائیل ریاست کا خاتمہ...... یا خاتمے کا آغاز...... ہو جائے گا۔ اس کی تفصیل ڈاکٹر عبدالرحمٰن الحوالی کی کتاب یوم الغضب، ترجمہ: رضی الدین سید میں دیکھی جا سکتی ہے۔

(3) یوں لگتا ہے کہ یہود کی اس مداخلت اور کائنات کی تسخیر کی فضول کوششوں سے دو اثرات رونما ہوں گے:

(1) زمین کی گردش میں گڑبڑ سے دن رات کے بننے میں تین دن کے لیے فرق آجائے گا۔ پہلا دن ایک سال، دوسرا ایک مہینے اور تیسرا ہفتے ہو جائے گا۔ یہ دجال کے خروج کے وقت ہوگا۔

(2) زمین کی محوری گردش رک جائے گی پھر متضاد سمت میں گھومے گی۔ ایسا ایک دن کے لیے ہوگا پھر اس کے بعد یہ گردش معمول کے مطابق ہو جائے گی۔ یہ دجال کی ہلاکت کے بعد قربِ قیامت میں ہوگا اور اس کے بعد توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں جن کی ممکنہ سائنسی وجوہ عالمی سطح پر کیے جانے والے وہ تجربات ہیں جو یہودی سرمائے کے بل بوتے پر پوری دنیا کے سائنس دان یہودی سائنس دانوں کی سربراہی میں کر رہے

ہیں۔ یہ ان علوم کی روشنی میں ایک امکانی توجیہ ہے، جن تک آج کی دنیا پہنچ سکی ہے، کوئی حتمی تحقیق یا آخری رائے نہیں۔ حقیقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

مولانا اسماعیل ریحان صاحب نے بھی بندہ سے یہ سوال کیا تھا۔ اس لیے بندہ اس کی کچھ مزید تشریح ضروری سمجھتا ہے۔ پہلے تو یہ ملحوظ رہے کہ ہر چیز کا اصل سبب تو اللہ رب العزت کا حکم ہے۔ ظاہری سبب کوئی بھی چیز ہوسکتی ہے۔ دجال کے خروج سے پہلے زمین کی گردش تھم کر تین دن کے لیے سست ہو جائے گی۔ پہلا دن سال، دوسرا مہینے اور تیسرا ہفتے کے برابر ہو جائے گا۔ دجال کے خاتمے کے بعد قیامت کے قریب زمین کی گردش ذرا دیر کو رک کر پھر مخالف سمت میں شروع ہو جائے گی۔ ایک دن کے لیے سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہ معمول کے مطابق پھر مشرق سے طلوع ہوگا۔ ان دو واقعات کا حقیقی سبب تو خالق کائنات کا امر ہوگا۔ ظاہری سبب یہودی سائنس دانوں کی سربراہی میں تسخیر کائنات کے لیے کیے جانے والے وہ تجربات ہیں جو فطری نظام میں مداخلت کر کے اسے اپنے تابع بنانے کے لیے کیے جا رہے ہیں۔ کوئی بعید نہیں کہ خروج دجال سے پہلے زمین کا تھم جانا ان کا ایک فوری اثر ہو اور ہلاکت دجال کے بعد زمین کا اُلٹی سمت گردش کرنا ان کا دوسرا اثر ہو جو ذرا دیر سے ظاہر ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

اس مضمون میں جو کچھ لکھا گیا یہ محض امکانی توجیہ ہے۔ ناقص سمجھ کا ناقص اظہار ہے۔ حقیقت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ہمارا مقصد صرف ''تذکیر'' ہے یعنی برادرانِ اسلام کو علاماتِ قیامت کے تذکرے کے ذریعے قیامت کی یاد دلانا اور آخرت کی تیاری کی ترغیب دینا۔ آپ کا شکریہ کہ اس طرف توجہ دلائی۔

(4) ہاں! دنیا میں جتنے بھی قرآن کریم ہیں وہ صحابہ کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے نسخے کی کاپی ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا لکھا ہوا نسخہ استنبول، ترکی کے میوزیم (توپ کاپے) میں محفوظ ہے۔ عیسائیوں کی بدقسمتی ہے کہ انجیل کا ایک بھی نسخہ اصل عبرانی زبان میں محفوظ نہیں (خود عبرانی زبان

ہی محفوظ نہیں)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لکھوایا ہوا تو رہنے ہی دیں۔ لیکن مسلمانوں سے وہ یہ فضول سوال کرتے رہتے ہیں جو آپ سے کیا گیا۔ کچھ عرصہ قبل ایک عیسائی پادری مسلمان ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ میرے مسلمان ہونے کا سبب یہ ہوا کہ میں نے ایک مسلمان عالم سے مناظرے کے دوران سوال کیا کہ جو قرآن مجید آج موجود ہے وہ تو نسخۂ عثمانی ہے یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے لکھوا کر پورے عالمِ اسلام میں بھجوایا۔ قرآن کریم کا نسخۂ محمدیہ کہاں ہے؟ پادری کہتا ہے بظاہر یہ سوال بڑا معقول ہے کہ موجودہ قرآن عثمانی مصحف، محمدی مصحف نہیں...... لیکن حقیقت میں اتنا فضول ہے کہ مجھے ساری رات اس پر بے چینی رہی۔ بالآخر میں نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ سوال ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ تاج کمپنی جو نسخہ چھاپتی ہے، یہ تو نسخۂ تاجیہ ہے، نسخۂ عثمانیہ نہیں۔ جب کوئی شخص کوئی کتاب لکھے پھر اسے شائع کروادے جو بعینہٖ اس کی لکھی ہوئی تحریر کے مطابق ہو تو اس شائع شدہ کتاب کو اسی شخص کی تصنیف کہا جاتا ہے۔ یہ کوئی عقل مند نہیں کہتا کہ اس کی کتاب صرف وہ ہے جو اس نے خود لکھی یا لکھوائی۔ بالکل یہی صورتِ حال قرآن کریم کی ہے۔ عیسائی حضرات کے پاس تو انجیل کی اصل زبان کا پوری دنیا میں ایک بھی عبرانی نسخہ نہیں۔ ''عیسوی نسخہ'' کا ان سے کیا مطالبہ کیا جائے؟ اصل نسخہ تو دور کی بات ہے، اصل زبان کا...... ایک بھی نسخہ...... پوری دنیا میں...... کہیں بھی...... کسی میوزیم میں بھی موجود نہیں۔ مسلمانوں کی کتاب کی اصل زبان بھی محفوظ ہے، ابتدائے اسلام کے لکھے ہوئے نسخے بھی محفوظ ہیں۔ یہ نسخے آج کے موجودہ نسخوں سے...... اور آج کے اور ساری دنیا کے قرآن کریم ایک دوسرے سے حرف بہ حرف ملتے ہیں۔ یہ اس کے اصلی اور حقیقی ہونے کی ایسی دلیل ہے کہ اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ جبکہ دوسری طرف عیسائی حضرات کے ہاں صورتِ حال یہ ہے کہ خود اس میں بھی اختلاف ہے کہ انجیل میں موجود چار مختلف کتابوں میں سے اصل انجیل کون سی ہے؟ اور وہ کس زبان میں نازل ہوئی تھی؟ دنیا بھر میں انجیل کے ترجمے چل رہے ہیں اور ہر ترجمہ دوسری زبان کے ترجمے سے کافی کچھ مختلف ہے، لیکن کون سا ترجمہ اصل کے زیادہ مطابق یا اس سے قریب ہے، اسے چیک کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں،

کیونکہ اصل نسخہ تو دور کی بات ہے، اصل زبان کا ایک بھی نسخہ پوری دنیا میں...... کہیں بھی...... کسی عجائب گھر میں بھی موجود نہیں۔
آپ کو انجیل میں موجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق پیش گوئیوں کی کاپی بھیجی جارہی ہے۔ اس کی مدد سے آپ اپنی دوست کو اسلام کی دعوت بھی دے سکتی ہیں اور جو کلاس فیلوز آپ سے قرآن کریم سے متعلق منفی سوالات کرتی ہیں ان کا جواب بھی اسی کے ذریعے ممکن ہے۔ غیر مسلموں کے سامنے اسلام کے تعارف کے لیے حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب کی کتاب ''اسلام کیا ہے؟'' بہت مفید ہے۔ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم کی کتاب ''بائبل سے قرآن تک'' اور ''عیسائیت کیا ہے؟'' نیز معروف نومسلم دانشور ''علامہ اسد لیوپولڈ کی ''روڈ ٹو مکہ'' بھی لاجواب کتابیں ہیں۔ مؤخر الذکر کا اُردو ترجمہ ''طوفان سے ساحل تک'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔

(5) آپ ہرگز اس ڈانس نما پی ٹی میں حصہ نہ لیں۔ یہ اساتذہ کی نافرمانی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کا تقاضا ہے۔ اپنے ایمان کی حفاظت استقامت کے ساتھ کریں۔ رقص اور موسیقی دونوں شیطانی کام ہیں۔ یہ شیطان کے خاص ہتھیار ہیں۔ ان کے ذریعے سے وہ دل میں نفاق کے بیج بوتا اور بے حیائی کے کاموں کا شوق پیدا کرواتا ہے۔ ہمارے رحمانی مذہب میں رقص اور موسیقی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو بچیوں نے دف بجا کر آپ کا استقبال کیا تھا۔ اب جب حضور پاک علیہ السلام نے دف کی اجازت دی اور ڈھول کو شیطان کی آواز قرار دیا تو دف اور ڈھول کو ایک جیسا کہنے والے کتنی بڑی جہالت کا شکار ہیں؟ اگر انسان مذہب کی باتوں کو اپنی ناقص عقل سے طرح طرح کے سوالات کر کے جانچتا رہے گا تو نبوت کی ضرورت کیا رہ جاتی ہے؟ جو بات ہمارے مذہب میں طے ہوگئی بس وہ حرفِ آخر ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ من مانی خواہشات پورا کرنے کے لیے پوچھتا پھرے کہ ایسا کیوں ہے اور ایسا کیوں نہیں؟

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ مذہب دل میں بھی ہوتا ہے اور سر سے پاؤں تک ہر عضو پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ وہ اور لوگ ہوں گے جو اپنے مذہب کو دل میں چھپا کر رکھتے ہیں اور جسم پر ظاہر کرنے سے شرماتے ہیں۔ انہوں نے اپنا مذہب بدل دیا ہے اور اب ہم کو بھی اس بدنصیبی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔

دل سے دُعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کو بھی اور ہم سب کو بھی نیک ہدایت نصیب فرمائے۔ ایمان واسلام کی محبت اور اس پر عمل، اس کی تبلیغ کا شوق ہمارے رگ وپے میں، ریشے ریشے میں اُتار دے۔ آمین

مصلحت یا غیرت، کلوننگ یا شعاعیں، سو سال بعد

محترم مفتی محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں گزشتہ سات ساڑھے سات سال سے آپ کا قاری ہوں۔ آپ کے مضامین ''اقصیٰ کی پکار''، ''بولتے نقشے'' وغیرہ میرے لیے باعثِ توجہ رہے ہیں۔ آج میں چند نکات پر اپنے اشکالات کی وضاحت چاہتا ہوں۔

(1)...... آپ کی کتاب ''عالمی یہودی تنظیمیں'' میں صفحہ 53 پر لکھا ہے: ''سو جدت پسند پوری دل سوزی اور مکمل خیر خواہی سے مسلمان نوجوانوں کو تحمل و برداشت اور وسعت نظری و رواداری کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو حکمت عملی سیکھنے اور صلح حدیبیہ والا نرم رویہ اپنانے کی تربیت دیتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان دشمن کے زیر نگین علاقے ''مکہ مکرمہ'' میں جا رہے تھے جبکہ دورِ حاضر میں دشمن چڑھائی کر کے مسلم ممالک کو روندنے آنکلا ہے۔''

جناب مفتی صاحب! آج سے سات سال تین ماہ قبل ''عزت مآب جناب پرویز مشرف صاحب'' نے بھی کفر و اسلام کے معرکہ میں صلح حدیبیہ کا حوالہ دیا تھا اور کہا تھا اس موقع پر ضرورت حکمت سے کام لینے کی ہے۔ حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بہت جذباتی ہو رہے تھے۔

یہ بات بھی صحیح ہے کہ مسلمان اس وقت کفار سے تعداد میں کم تھے، یہ بھی صحیح ہے کہ وہ لڑنے کے ارادے سے نہیں بلکہ عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تھے، ان کے پاس ہتھیار بھی

ناکافی تھے۔ وہ اپنے بیس کیمپ سے تقریباً 400 کلومیٹر دور تھے۔ ان کی کوئی دفاعی لائن نہ تھی۔ ان کو کمک کا پہنچنا تقریباً ناممکنات میں سے تھا۔ وہ مشکل حالات میں پلٹ کر کسی دفاعی حصار میں پناہ بھی نہیں لے سکتے تھے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ صلح حدیبیہ کا تذکرہ بیعت رضوان کے بغیر مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ وہ بیعت ہے جس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ اس بیعت سے ان تمام دعووں، تجزیوں اور اندیشوں سے قلعی اُتر جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ چونکہ حالات مسلمانوں کے موافق نہ تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے وقت اور حالات دیکھتے ہوئے ''حکمت'' سے کام لیتے ہوئے کفار کے تمام مطالبے مانتے ہوئے صلح کر لی۔

مسلمانوں نے صلح حدیبیہ اس لیے نہیں کی کہ حالات مسلمانوں کے لیے سازگار نہ تھے اور وقت کو ٹالنے کے لیے مجبوراً انہیں صلح کرنا پڑی۔ صلح حدیبیہ محض اللہ کی وحی کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مسلمانوں کے لیے فتح مبین قرار دیا۔ باقی یہ سوال کہ سورہ فتح تو صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔ وحی متلو کی طرح وحی غیر متلو پر ایمان رکھنے والوں کے لیے اس طرح کے اعتراضات کچھ معنی نہیں رکھتے۔ ''حضرت پرویز مشرف'' کی حکمت قطعاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکمت کو صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی روشنی میں ویٹو کیا۔

مفتی صاحب کی کتاب سے لیے گئے مندرجہ بالا اقتباس سے بھی مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے صلح حدیبیہ اس لیے ہوئی کیونکہ مسلمان دشمن کے زیر نگین علاقے میں جا رہے تھے۔ مؤدبانہ عرض ہے کہ میری اصلاح فرما دیجیے اور دل کے تردد کو دور کر لیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ میں یہ بھی کہنا چاہوں گا اگر آئندہ بھی کسی صلح سے مسلمانوں کی فتح مبین اور اسلام کا غلبہ یقینی ہو تو فبھا ہمیں بلاوجہ خون بہانے کا شوق نہیں ہے (اپنا بھی اور دشمنوں کا بھی) ورنہ ہمارا راستہ تو بدر وحنین، غزوہ بنونظیر، غزوہ بنوقینقاع، بنوقریظہ وخیبر سے ہوتا ہوا قادسیہ، نہاوند اور یرموک سے گزرتا ہے۔ ہمارا راستہ سومنات سے گزرتا ہے نہ کہ پلٹن میدان سے۔

(2)...... مفتی کے سلسلہ ''دجالیات'' سے متعلق ضربِ مومن 19 تا 26 ذی الحجہ 1429ھ میں مضمون چھپا ہے: ''دجال کہاں ہے؟'' اس کے ابتدائی پیراگراف میں لکھا ہے: ''دجال کچھ مواقع پر کچھ عرصے کے لیے اس قابل ہوگا کہ لوگوں کو ہلاک اور پھر زندہ کر سکے اور یہ اس معمولی علم کی بدولت ہوگا وہ اسے کس طرح کرے گا غالباً کلوننگ کے ذریعے۔''

میری ناقص رائے میں یہ اندازہ صحیح محسوس نہیں ہوتا۔ کلوننگ تو آج کل ہی کافی شہرت پا چکی ہے۔ دجال کچھ مواقع پر نہیں بلکہ ایک عظیم انسان کو قتل کرے گا۔ پھر اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔ (نعوذ باللہ) پھر جب دوبارہ اسی شخص کو مارنا چاہے گا تو اس پر قادر نہ ہوگا۔ وہ جو مسلمان کو دوبارہ زندہ کرے گا تو کچھ اس انداز سے ہوگا کہ پہلے یہ کام کسی نے کیا ہوگا۔ اسی کو تو مثال بنا کر وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ کلوننگ کے ذریعے ایک جاندار خلیہ لے کر جو جاندار پیدا کیا جاتا ہے وہ ہو بہو پہلے کی ہم شکل ہوتا ہے لیکن یہ وہی پہلا جاندار نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ایک بچے کی شکل میں ہوتا ہے۔ جو وقت کے ساتھ پروان چڑھے گا اور بڑا ہو کر ہو بہو اپنے سابقہ جاندار کی نقل ہوگا جبکہ دجال جس شخص کو مارے گا اسی کو زندہ کرے گا۔ وہ بچہ نہیں ہوگا، اسی عمر کا وہی شخص ہوگا اور بانگِ دہل کہے گا کہ اب تو مجھے تیرے دجال ہونے کا یقین اور بھی پختہ ہوگیا۔ اپنے اس خیال میں اصلاح کا طالب ہوں۔

(3)...... اسی مضمون کے آخر میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے جس میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے سفر کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ایک جزیرہ پر ان کی ملاقات جساسہ اور دجال سے ہوئی۔ دجال زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج سے سو سال بعد ہم میں سے کوئی نہیں ہوگا۔ (حدیث کے صحیح الفاظ مجھے یاد نہیں ہیں۔ مفہوم تقریباً یہی ہے) یعنی اس وقت روئے زمین پر جو انسان بستے تھے، 100 سال بعد یعنی 110ھ تک ان میں سب کا انتقال ہوگیا۔ اسی بنا پر علما کا ایک بڑا طبقہ حضرت خضر علیہ السلام کی حیاتِ دنیا کی نفی کرتا ہے کہ اگر اس وقت بھی حضرت خضر علیہ السلام زندہ تھے تو بھی 100 سال بعد وہ بھی

وفات پا گئے اور اب زندہ نہیں ہیں۔ ان دو احادیث کا ظاہری تعارض تردد میں ڈالتا ہے۔ آپ سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ مناسب تطبیق فرما کر ظاہری اشکال کو دور کر لیجیے۔

دوسری بات یہ کہ دجال یقیناً ایک انسان ہی ہے، جن نہیں ہے۔ کیونکہ جنوں میں سب سے بڑا شدید شیطان ہے۔ اس میں بھی یہ طاقت نہیں کہ زبردستی کسی کو گناہ پر آمادہ کر لے۔ دجال انتہائی ذہین اور سائنسی علوم میں کمال مہارت رکھتا ہوگا۔ وہ اگر کسی گمنام جزیرہ پر قید ہے تو وہ یہ علوم کہاں سے سیکھے گا؟ نیز اس دنیا پر رہتے ہوئے کیا اس کی عمر میں اضافہ ہوگا؟ اب تک تو وہ ہزاروں سال کا بوڑھا ہو چکا ہوگا؟

(4)...... گزشتہ کچھ مضامین میں ''حضرت مہدی'' کے ظہور کی علامت یہ بتائی تھی کہ اسی سال ماہِ رمضان میں چاند گرہن اور سورج گرہن ایک ہی مہینہ میں ہوں گے۔ 1424ھ میں ایسا ہی ہو بھی چکا ہے مگر اہم بات یہ کہ اس سال چاند گرہن درمیان مہینہ نہیں بلکہ شروع مہینہ میں ہوگا۔

یہ بات تو ایک اسکول کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ سورج گرہن ہمیشہ قمری مہینہ کی آخری تاریخوں 28 یا 29 تاریخ کو ہوتا ہے جبکہ چاند گرہن ہمیشہ وسط مہینہ یعنی 13 یا 14 یا 15 تاریخ کو ہوتا ہے اور اس کی وجہ چاند اور زمین کی مخصوص حرکات ہیں۔ پہلی تاریخ کو چاند گرہن ہونا خلافِ عادت ہوگا۔ مجھے خلافِ عادت کسی واقعے کے ہونے سے انکار نہیں ہے۔ قیامت کے قریب بے شمار خلاف عادت واقعات ہوں گے مگر جو بات میرے ذہن میں ہے وہ ہے کہ پہلی تاریخ کے چاند کے چاند گرہن کا مشاہدہ کیسے کیا جائے گا؟ پہلی تاریخ کا چاند نہایت باریک ہوتا ہے۔ بعض اوقات نظر بھی نہیں آتا، بہت کم وقت کے لیے اُفق پر رہتا ہے۔ ایسے میں اگر اس پر گہن ہو بھی رہا ہو تو عام آدمی کے لیے اس کا مشاہدہ تقریباً ناممکن ہے۔ ایسا ہی محسوس ہوگا کہ کسی وجہ سے آج چاند نظر نہیں آیا۔ کسی کا ذہن ماسوائے سائنس دانوں کے گرہن کی طرف نہیں جائے گا۔ لہٰذا یہ کھلی ہوئی نشانی محسوس نہیں ہوتی۔ نیز یہ چاند گرہن ہر سال پہلے سے جیسے ابھی سے یہ بتا دیا گیا ہے کہ 2009ء میں دو سورج گرہن اور چار چاند گرہن ہوں گے، انہی میں سے ہوگا یا یہ بالکل حساب

سے ہٹ کر ہوگا۔

اُمید کرتا ہوں آپ جوابات دے کر میرے اشکالات کو دور کریں گے۔

والسلام......ڈاکٹر محمد عارف، حیدر آباد

جواب:

یاد آوری، رہنمائی اور صلاح واصلاح کا از حد شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے اور آپ کو اپنی، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین

(1)......اس جملے میں جدت پسندوں سے مراد وہ اسکالر تھے جنہوں نے مشرف صاحب کو وہ تقریر تیار کر کے دی تھی جس میں انہوں نے مشہور زمانہ اس فاسد تاویل سے کام لے کر اپنے ناجائز افعال کو سند جواز فراہم کرنے کی کوشش کی تھی۔ آپ کی بات بالکل بجا اور درست ہے۔ بندہ کے اس جملے کا مقصد ہرگز نام نہاد حکمت پسندی اور بزدلی بنام مصلحت کوشی کی کسی بھی درجے میں حمایت نہ تھا، بلکہ وہی تھا جس کی تفصیل آپ نے کی اور اجمال میں نے بیان کیا، لیکن مبہم جملے کی شکل میں۔ صاف بات یہ ہے کہ صلح حدیبیہ ہوئی اس لیے تھی کہ مسلمانوں کے سپہ سالارِ اعلیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک مسلمان (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے انتقام کے لیے 14 سو مسلمانوں سے موت تک لڑنے کا عہد لے لیا تھا۔ اس غیرت اور ایمانی اخوت کے بے مثال مظاہرے نے کفار کو مجبور کیا کہ وہ آ کر صلح کی بات چیت کریں۔ آج ہم نے ایمانی غیرت کو ایک طرف رکھ کر خود صلح حدیبیہ کی ہی ایسی تشریح شروع کر دی ہے جو ہماری بزدلی اور بے ایمانی کو سند فراہم کر سکے۔ اس سے بڑی بدنصیبی کی بات کیا ہوگی؟ کتاب کے اگلے ایڈیشن میں اس تحریر کے ابہام کو دور کر دیا ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

(2)......اس جملے کو یوں کر دینا چاہیے......"غالباً کلوننگ کی کسی ترقی یافتہ شکل کے ذریعے۔" اور واقعہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ دجال کی طاقت کی سائنسی توجیہ ہے کیونکہ اس دارالاسباب میں اس کو جو طاقت ملے گی وہ بالکلیہ مافوق الفطرت نہ ہوگی بلکہ فطری قوتوں پر غیر معمولی تحقیق کے ذریعے حاصل ہوگی جسے عام لوگ کرشمۂ قدرت سمجھ کر یہودی سائنس دانوں

کے اس شعبدہ باز کو خدا مان لیں گے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے: ''دجال سائنسی علوم میں کمال مہارت رکھتا ہے۔'' اگلے مضامین میں راقم یہ بات کہہ چکا ہے کہ برمودا ٹرائی اینگل میں کارفرما شعاعوں کو یہودی سائنس دانوں نے کسی حد تک محفوظ کرلیا ہے۔ مکمل طور پر محفوظ کرنے کو اور حسبِ منشا استعمال کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ ان شعاعوں کے ذریعے محیر العقول کام پلک جھپکتے میں کیے جاسکتے ہیں اور عنقریب دنیا دجال کے ظہور سے قبل ہی جھوٹی خدائی کے یہ تماشے دیکھے گی۔

(3)......ان احادیث میں تعارض نہیں اس لیے کہ یہ عام بنی نوع انسان کی بات ہو رہی ہے جو اس وقت زندہ تھے۔ اس کے بعد بھی عموماً سو سال بعد زمین پر وہ انسان نہیں رہتے جو آج زندہ ہیں۔ ان کی جگہ نئی مخلوق لے لیتی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام جیسا ''پیکرِ خیر'' اور دجال علیہ اللعنۃ جیسا ''سراپائے شر'' اس سے مستثنیٰ ہیں۔

دجال گمنام جزیرے میں بند ہے، اسے یہ علوم سیکھنے کی ضرورت نہیں، کچھ تو اس کی صلاحیتیں بے مثال ہوں گی (اگرچہ صرف شر میں ہی استعمال ہوں گی) اور کچھ یہودی سائنس دان اپنی تمام ایجادات اس کے قدموں میں لاڈالیں گے تاکہ وہ ان کی عالمی حکومت قائم کرسکے۔ جہاں تک اس کی عمر کی بات ہے...... یا تو زمان و موسم اس پر اثر انداز نہیں یا پھر اللہ تعالیٰ نے اس فتنے کو بنایا ہی ایسا ہے کہ مدتیں گزرنے کے باوجود وہ شر کے کاموں کو نکتۂ عروج تک پہنچانے کے لیے ایسا ہی چوکس و بیدار ہوگا جیسا کہ کوئی جوان العمر ہوتا ہے۔

(4)...... یہ حساب سے بالکل ہٹ کر ہوگا۔ اس کے وقت کو سائنس دان پہلے سے متعین نہیں کرسکتے۔ غالباً باریک ہونے کے باوجود اس کا عام اور کھلا احساس ہی اس کی انفرادیت ہوگا۔

واللہ أعلم بما ھو کائن فی کائناتہ.

جنگِ ہند کی ترغیب، جہاد کی عملی تدبیر، امیر کی تلاش

محترم مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

فلسطین اور اقصیٰ کے موضوع پر آپ کے مضامین ایک عرصے سے میرے زیرِ مطالعہ رہے ہیں۔ میں یہ سب کچھ پڑھتا تھا اور سوچتا تھا کہ اقصیٰ کا مرثیہ تو سنایا جارہا ہے، مگر مجھ جیسا عامی اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہے؟ اس سلسلے میں کوئی گائیڈ لائن نہیں تھی۔ آپ کی کتاب ''دجال'' کے شائع ہونے کے بعد یہ کمی دور ہوگئی۔ اس میں میرے جیسے شخص کے کرنے کے لیے بہت مواد ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر دے اور آپ آیندہ بھی ہماری رہنمائی کا کام سرانجام دیتے رہیں۔

(1)......میں سوچتا ہوں کہ اقصیٰ کے راستے میں ''ہند'' پڑتا ہے۔ فلسطین اور بیت المقدس میں آخری بڑے معرکے سے پہلے روایات کے مطابق ایک بڑی اور فیصلہ کن ''ہند'' میں ہوگی جس میں مسلمان ہندوستان کو فتح کریں گے۔ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔ مسلمان ہندوستان کے بادشاہوں کو باندھ کر جب واپس پلٹیں گے تو دریائے اردن کے کنارے حضرت مہدی اپنے جانثار ساتھیوں کے ہمراہ یہود اور موجودہ نصاریٰ کے ساتھ ایک انتہائی خوفناک جنگ میں مصروف ہوں گے۔ یہ لشکر حضرت مہدی اور ان کے ساتھیوں کا معاون ہوگا، چونکہ ہمارے خطے کو اس ''جنگِ ہند'' سے براہِ راست تعلق ہے، اس لیے میرا خیال ہے کہ اقصیٰ کے ساتھ ساتھ ''جنگِ ہند'' کے موضوع پر بھی لوگوں کو بیدار کرنے کے مضامین لکھے جائیں، کیونکہ بہرحال ''جنگِ ہند'' ''ہرمجدون'' کے مقابلے میں زیادہ قریب ہے اور ہم اس میں طوعاً یا کرہاً ملوث ہوں گے لہٰذا اس کی تیاری اور قلب کو گرمانے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔

(2)......دوسری بات یہ کہ عملی جہاد کی عام آدمی کے لیے کیا صورت ہے؟ ہر آدمی کیا کرسکتا

ہے۔ اس کا تعیین امیرِ جماعت کرتا ہے۔ اس وقت ہمارے لیے جہاد فی سبیل اللہ کا امیر کون ہے؟ میں جہاد کی تیاری کس طرح سے کروں؟ نماز، تسبیح و تحمید، ذکر اللہ اور حرام سے اجتناب کے علاوہ میں کیا عملی اقدامات کر سکتا ہوں؟ واضح نہیں ہیں۔ ڈاکٹروں کا جو وفد غزہ کے لیے گیا تھا میرے اندازے کے عین مطابق کچھ نہ کر سکا۔ مصری حکومت نے اسے غزہ جانے ہی نہ دیا۔ میرے خیال میں اس وقت مسلمانوں میں جہاد کی جو داخلی رکاوٹ ہے اُسے دور کرنا پہلے مرحلے میں ضروری ہے، مگر اس کی صورت کیونکر ہو سکتی ہے؟

(3)......روایات میں ہے کہ قربِ قیامت میں مسلمان اور عیسائی مل کر ایک جنگ لڑیں گے، اُس میں انہیں کامیابی ہوگی۔ مسلمان کہیں گے کہ یہ کامیابی ہماری وجہ سے ہوئی اور عیسائی اس کا کریڈٹ خود لینے کی کوشش کریں گے۔ بعد میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جنگ شروع ہو جائے گی۔ میں کوئی عالم تو نہیں ہوں۔ بس ایسے ہی ذہن میں خیال آتا ہے کہ شاید یہ جنگ کمیونزم (رُوس) کے خلاف افغانستان کی سرزمین پر لڑی جا چکی ہے جو در حقیقت کفر کے خلاف جہاد تھا، مگر امریکا نے ڈیڑھ دو برس کی خاموشی کے بعد جب دیکھا کہ افغان مجاہدین تن تنہا کامیابی سے یہ جنگ لڑ رہے ہیں تو اپنے مفاد کی خاطر محض اسلحے کی صورت میں مدد کی جب کہ اس کا کوئی فوجی لڑنے نہیں آیا۔ بعد میں عیسائی اب اس فتح کا کریڈٹ لیتے ہیں کہ ہم نے ویتنام کا بدلہ لے لیا۔ میں اپنی اس رائے کی تصحیح چاہتا ہوں۔ اگر واقعی رُوس کے خلاف جنگ وہی جنگ ہے جس کا ذکر روایات میں ہے تو پھر آخری معرکہ کا میدان سج چکا ہے۔ ایسے میں ایک امیرِ جماعت اور قائد کا متلاشی ہوں جو میری اور مجھ جیسے ہزاروں عام مسلمانوں کی رہنمائی کرے اور بتاتا رہے کہ ہر اگلے مرحلے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اُمید ہے کہ آپ میری مؤثر رہنمائی فرمائیں گے۔

ڈاکٹر محمد عارف، حیدر آباد

جناب ڈاکٹر صاحب!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

1- جب جذبۂ جہاد ایک مؤمن کے دل کو شوقِ شہادت سے گرمانے لگتا ہے تو پھر شرق و غرب

کی تفریق کے بغیر اسے تو میدانِ کارزار میں ہی چین آتا ہے، چاہے وہ ہند میں سجے یا ہر مجدون میں۔ دراصل اسلام کے آغاز میں عرب سے غیرت مند مجاہدین نے ایک بیٹی کی پکار پر آکر سندھ اور ہند کی سرزمین میں اسلام پھیلایا تھا۔ اب آخری دور میں ''اقصیٰ کی پکار'' پر ہند سے بلند بخت اور خوش نصیب جہادی جماعت لبیک کہتے ہوئے عرب جائے گی اور فلسطین کے ''معرکۃ المعارک'' میں امیر المجاہدین حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حصہ لے گی۔ اس لیے آپ فلسطین کی بات کریں یا ہند کی، عراق کی یا کشمیر کی، ان شاء اللہ سعادت مند روحیں جب جہاد فی سبیل اللہ کی آواز پر لبیک کہیں گی تو ان کے لیے زمان و مکان اور جغرافیہ وزبان کا فرق کبھی آڑے نہیں آئے گا۔ ویسے جہادِ ہند کے ابتدائی تجرباتی معرکے جو سرزمین کشمیر پر لڑے جارہے ہیں ان ہی کے حوالے سے احقر کے متعدد مضامین الحمد للہ اس موضوع کے حوالے سے اپنا حصہ ڈال چکے ہیں۔ اور جہادِ افغان پر لکھے گئے مضامین سے تو پوری کتاب ترتیب پاسکتی ہے۔

2۔ یہ رکاوٹیں اب بڑھتی ہی جائیں گی اور صاحبِ عزیمت مسلمانوں کا امتحان سخت سے سخت تر ہوتا چلا جائے گا۔ بالآخر جو لوگ سچے عقیدے، پاکیزہ زندگی اور جہاد کے راستے میں آنے والی ہر مشقت برداشت کرنے پر ڈٹے رہیں گے، انہیں (یا ان کی نسبی و روحانی نسل کو) اللہ تعالیٰ اس لشکر میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے گا جس کے ہاتھوں تیسری عالمی جنگ میں کامیابی کے بعد عالمگیر سطح پر ''خلافتِ الٰہیہ'' قائم ہوگی۔ ہمارے کرنے کا کام یہ ہے کہ عالمی امیر کے ظہور سے قبل مقامی صالح امیر کی تلاش کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے اپنی ذاتی ذمہ داریاں ادا کریں اور ہم میں سے ہر ایک اجتماعی کاموں میں اپنا حصہ ڈالے۔ اپنی زبان سے اصلاحِ نفس اور قتال فی سبیل اللہ کی دعوت کو زندہ رکھے۔ اُٹھتے بیٹھتے ان کا تذکرہ کرے۔ مجاہدین کے حق میں ذہن ہموار کرے۔ جو کچھ بھی آمدنی ہو اس کا کچھ نہ کچھ فیصد راہِ خدا میں دینے کی عادت ڈالے۔ اپنے بچوں اور گھر والوں سے بھی یہ عادت ڈلوائے۔ ملنے جلنے والوں کو بھی اس کی ترغیب دے۔ جہاد بالمال کے فریضے کو زندہ رکھے تاکہ چراغ کی روشنی بھی جلتی رہے اور اس کے

لیے درکار ایندھن بھی کم نہ ہو۔ اور جب جہاد بالنفس کا موقع آئے تو ہم اپنی حقیر جان کو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے استعمال کرتے ہوئے کسی کی ملامت کی پرواہ کریں نہ کسی کے دباؤ یا رعب سے اسے چھوڑیں۔

3- روس کے خلاف جنگ یہ جنگ نہ تھی...... لیکن...... آخری معرکے کا میدان دریائے اردن کے مغربی کنارے سے تھوڑا آگے ''آرمیگاڈون'' کی وادی میں سجنا شروع ہو چکا ہے۔ اس کے لیے وہی خوش نصیب جا سکیں گے جنہوں نے دل کی گہرائیوں سے، رات کی تنہائیوں میں، اللہ رب العزت کے حضور ایک سچے اور ہدایت یافتہ قائد کا ساتھ دینے کے لیے اس کا ساتھ مل جانے کی دعا کی ہو اور پھر اپنی زبان کو حرام گوئی سے، اپنے پیٹ کو حرام خوری سے اور شرم گاہ کو حرام کاری سے بچائے رکھا ہو۔ جہاد کی لگن رکھنے اور قائد کی تڑپ رکھنے والوں کی آہِ سحر گاہی کی بدولت اللہ تعالیٰ ایک متبع سنت، بیدار مغز اور شجاع و دلیر قائد کو اُمت مسلمہ کا نجات دہندہ بنا کر بھیجیں گے۔ جب تک قدرت کی طرف سے وہ ہدایت یافتہ امیر نہیں آتا تب تک مسلمانوں کو مقامی متبع سنت امیر کی قیادت میں مال و جان سے جہاد بھی کرتے رہنا چاہیے اور عمومی امیر کی تلاش بھی جاری رکھنا چاہیے۔ جہاد کسی بھی حال میں ساقط نہیں ہے اور امیر کے ملنے تک اسے چھوڑ بیٹھنے والوں کو امیر کے ظہور کے وقت اسے جاری رکھنے کی توفیق نہ ملے گی۔ وہ تو دنیا کے فتنوں میں پھنس چکے ہوں گے۔

پچیس سوالات ایک تجویز

محترم جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے اس خط کا مقصد اپنے ذہن میں پائے جانے والے کچھ اشکالات کے متعلق رہنمائی حاصل کرنا ہے جبکہ چند ایک باتوں کی وضاحت بھی مطلوب ہے۔ علاوہ ازیں میں کچھ تجاویز بھی دے رہا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ اشکالات اور تجاویز غیر اہم ہوں، لیکن جو مناسب معلوم ہوں تو ''دجال'' نامی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں افادۂ عام کے لیے انہیں شاملِ اشاعت کیا جاسکتا ہے۔

(1)...... ''مہدویات'' کی پہلی قسط میں آپ نے پہلے پیراگراف میں حضرت مہدی کے بارے میں لکھا ہے: ''وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ عام انسانوں کی طرح پیدا ہوں گے۔''

کیا احادیث میں اُن کے وقتِ پیدائش کی علامات کے متعلق بھی کوئی روایت ملتی ہے؟ یہ آپ نے کس بنیاد پر لکھا ہے؟ بالفرض اگر ہم مان بھی لیں کہ وہ اسی سن ہجری یعنی 1429ھ میں ہی پیدا ہوگئے ہوں تو پھر اُن کے ظہور کا سال 1469ھ بنتا ہے جو نصف صدی کے بعد آتا ہے جبکہ آپ نے لکھا ہے کہ صدی کے مجدّد ہونے کی رُو سے نصف صدی سے پہلے پہلے اُن کا ظہور ہوگا۔

(2)...... آپ نے مزید فرمایا ہے: ''مہدی ان کا نام نہیں، لقب ہے بمعنی ''ہدایت یافتہ''۔ یعنی اُمت کو ان کے دور میں جن اُمور کی ضرورت ہوگی اور جو چیزیں اس کی کامیابی اور برتری کے لیے ضروری ہوں گی اور پوری روئے زمین کے مسلمان بے تحاشا قربانیاں دینے کے باوجود محض ان چند چیزوں کے نہ ہونے کی وجہ سے کامیاب نہ ہو رہے ہوں گے، [اُمت کو کامیابی اور برتری

کے لیے کن چیزوں اور اُمور کی ضرورت ہوگی؟] حضرت مہدی کو قدرتی طور پر ان کا ادراک ہوگا۔ [کیا قرآن وحدیث میں مسلمانوں کے ہر مسئلے کا حل موجود نہیں ہے؟ اور کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ پوری دنیا کے تمام مجاہدین ان تمام صفات سے عاری ہیں جن کی بدولت وہ کامیابی حاصل کرسکیں؟] اور وہ ان کوتاہیوں کی تلافی اور ان چند صفات کو بآسانی اپنا کر اُمت کے لیے مثالی کردار ادا کریں گے اور وہ کچھ چند سالوں میں کرلیں گے جو صدیوں سے مسلمانوں سے بن نہ پڑ رہا ہوگا۔ [کیا اس تحریر اور اس حدیث شریف میں تضاد نہیں ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اُمت میں سے ایک جماعت قیامت تک مسلسل حق پر قتال کرتی رہے گی (اور) غالب رہے گی۔'']

(3)......حضرت مہدی کو حرمین میں تلاش کرنے والے سات علماء میں سے علیحدہ علیحدہ ہر ایک کے ہاتھ پر 310 سے کچھ افراد نے بیعت کر رکھی ہوگی یا سب سات علماء کے ہاتھ پر مجموعی طور پر 310 سے کچھ اوپر افراد نے بیعت کر رکھی ہوگی؟ کیونکہ آپ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے: ''حتیٰ کہ وہ سات علماء جو دنیا کے مختلف حصوں (ممکنہ طور پر پاکستان وافغانستان، ازبکستان، ترکی، شام، مراکش، الجزائر، سوڈان) سے حضرت مہدی کی تلاش میں آئے ہوں گے اور ہر ایک کے ہاتھ پر تین سو دس سے کچھ اوپر افراد نے بیعت کر رکھی ہوگی۔'' جبکہ آگے ایک پیراگراف میں لکھا ہے: ''اسی طرح یہ سات علماء بھی ان کی جستجو میں بے چین و بے تاب ہوں گے۔ ان کے ساتھ موجود تین سو کے لگ بھگ افراد بھی دنیا بھر سے ان کی تلاش میں حرمین پہنچ چکے ہوں گے۔''

(4)......''1940ء میں ایک امریکی سائنسدان نکولا ٹیسلا نے ''Deathray'' ایجاد کرنے کا اعلان کیا۔'' یہ ''Deathray'' کیا ہے؟

(5)......''جب حضرت مہدی کی یورپی عیسائیوں سے جنگ ہوگی، اس میں حضرت کے ساتھ بارہ ہزار کے قریب مجاہد ہوں گے۔''

کیا خراسان کے لشکر کے افراد بھی اس لشکر میں شامل ہوں گے یا ان کی تعداد علیحدہ ہوگی؟

(6)...... ''متحدہ یورپی فوج کا 9 لاکھ 60 ہزار کا لشکر یورپ کے دروازہ قسطنطنیہ (استنبول) سے گزر کر شام کی سرزمین پر آیا ہوگا۔''

اس فقرے میں شام کی موجودہ جغرافیائی حدود بیان کی گئی ہیں یا وہ حدود جو اسلام کے ابتدائی زمانے میں تھیں؟ اگر وہی تھیں تو اُس زمانے کے ملک شام میں کون کون سے ممالک یا علاقے شامل تھے؟

(7)...... ''جب تم دیکھو کہ خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے نکل آئے تو اس لشکر میں شامل ہو جاؤ، چاہے تمہیں اس کے لیے برف پر گھسٹ کر (کرالنگ کر کے) کیوں نہ جانا پڑے، کہ اس لشکر میں اللہ کے آخری خلیفہ مہدی ہوں گے۔''

اس حدیث شریف میں سیاہ جھنڈوں کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ حقیقتاً سیاہ ہوں گے یا محاورتاً؟ یعنی کیا اس میں سیاہ جھنڈوں سے مراد کالی پگڑیوں کو لیا گیا ہے یا حقیقتاً سیاہ جھنڈے؟

(8)...... آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ظہورِ مہدی کے آٹھویں سال دجال ظاہر ہوگا اور اسی سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ مشہور حدیث شریف کے مطابق جب دجال نکلے گا تو زمین پر چالیس دن رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کے برابر، دوسرا ایک مہینے کے برابر اور تیسرا ہفتے کے برابر ہوگا۔ بقیہ 37 دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔

پوچھنا یہ ہے کہ کیا احادیث میں اس کی تعیین ملتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خروجِ دجال کے پہلے دن نازل ہوں گے، دوسرے دن، تیسرے دن یا بقیہ 37 دنوں میں سے کسی دن؟

(9)...... سورج کا اپنے غروب کے مقام سے طلوع ہونا، دجال کا ظہور اور زمین کے جانور کا نمودار ہونا۔ کیا یہ تینوں واقعات حدیث شریف میں بیان کردہ ترتیب کے مطابق نمودار ہوں گے یا ظہورِ دجال سے پہلے سورج اپنے غروب کے مقام سے طلوع ہوگا یا ظہورِ دجال سے پہلے زمین کا جانور نمودار ہوگا؟

(10)...... ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: ''کیا تم نے کسی

ایسے شہر کے متعلق سنا ہے جس کے ایک جانب خشکی اور دوسری جانب سمندر ہے؟" صحابہ نے عرض کیا: "جی ہاں! یارسول اللہ!" فرمایا: "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ بنی اسحاق کے 70 ہزار افراد اس شہر کے لوگوں سے جہاد نہ کرلیں۔"

اس حدیث شریف میں کس شہر کا تذکرہ کیا گیا ہے؟

(11)...... "جب تم دیکھو کہ خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے نکل آئے تو اس لشکر میں شامل ہو جاؤ، چاہے تمہیں اس کے لیے برف پر گھسٹ کر (کرالنگ کرکے) کیوں نہ جانا پڑے، کہ اس لشکر میں اللہ کے آخری خلیفہ مہدی ہوں گے۔"

اس جملے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مہدی کا ظہور خراسان کے لشکر میں ہوگا، جبکہ پہلے آپ نے لکھا ہے کہ حضرت مہدی کا ظہور بیت اللہ شریف میں ہوگا؟ اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا خراسان کی جانب سے نکلنے والا لشکر حضرت مہدی سے مدینے میں جا کر مل جائے گا یا یہ لشکر ہندوؤں اور ارتدادی فکر کے شکار نام نہاد مسلم حکمرانوں کے خلاف ہندوستان میں ہی جہاد کرے گا؟

(12)...... "فجر کی نماز کی پابندی نہیں ہو رہی (یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا وقت ہے) یا عصر کی جماعت کا اہتمام نہیں (یہ یہودیوں کے کلی خاتمے کا وقت ہے)۔"

اگر ہم موجودہ زمانے کو دیکھیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فجر کی نماز میں اتنے نمازی نہیں ہوتے جتنے کہ نمازِ جمعہ میں ہوتے ہیں اور عصر کی جماعت کا اہتمام بھی نہیں ہو رہا، بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کفار کی محنت رنگ لا رہی ہے اور لوگ دین سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ تو کیا اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے پہلے ہی وہ تمام مسلمان ختم ہو جائیں گے جو نماز جیسے فرض کی پابندی نہیں کرتے یا تمام لوگ نماز کی ادائیگی کا اہتمام کرنے لگیں گے؟

(13)...... حضرت مہدی کے لشکر کے جن تین گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے یعنی بھاگ جانے والا ایک تہائی لشکر، شہید ہونے والا ایک تہائی لشکر اور فتح حاصل کرنے والا ایک تہائی لشکر، کیا ان تین گروہوں اور حضرت کے مقابلے میں آنے والے نام نہاد مسلمانوں کے علاوہ بھی مسلمانوں

میں سے لوگ ہوں گے جو غیر جانبدار رہے ہوں اور جنہوں نے جنگ میں حصہ ہی نہ لیا ہو؟ ان کے بارے میں احادیث میں کوئی وضاحت ہے کہ ان کا کیا حشر ہوگا؟ کیا ان کا شمار کفار میں ہوگا یا وہ مؤمنوں میں شمار کیے جائیں گے؟

(14)...... ''احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے زمانے میں نام نہاد مسلمانوں کا ایک طبقہ اور ہوگا جو حضرت کا ساتھ چھوڑ کر بھاگنے والوں سے بھی زیادہ بدبخت ہوگا۔ وہ اسلام کا دعوے دار ہونے کے باوجود حضرت کے مخالفین میں سے ہوگا اور اسے اللہ تعالیٰ ساری دنیا کی آنکھوں کے سامنے دردناک عذاب میں گرفتار کرے گا۔ وہ زندہ جسموں کے ساتھ زمین میں دھنسا دیے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو آج کل کے سب سے بڑے فتنے یعنی ''فکری ارتداد'' کا شکار ہو چکے ہوں گے اور ان کا سربراہ ''عبداللہ سفیانی'' نامی شخص ہوگا۔''

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

''تو جنابِ من! شراب وزنا کو حلال اور سود و جوے کو جائز سمجھنے والے اور سنت نبوی کو حقیر جاننے والے وہ بدنصیب روشن خیال ہوں گے جو حضرت مہدی کی تلوار کا شکار ہوں گے۔ یہی فکری ارتداد کا انجام ہے۔ یہ لوگ جانوروں کی طرح ذبح کیے جائیں گے۔ آج کل خنجر سے ذبح کی خبریں بہت آتی ہیں۔ حضرت مہدی ان کے سردار سفیان نامی شخص کو ایک چٹان پر بکری کی طرح ذبح کر دیں گے۔''

اس سے پہلے ایک جگہ ان سے حاصل ہونے والے مالِ غنیمت کا بھی تذکرہ ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ لوگ زندہ جسموں کے ساتھ زمین میں دھنسا دیے جائیں گے تو مسلمان ان کے ساتھ بغیر جنگ کیے ان کا مال، مالِ غنیمت کے طور پر کیسے حاصل کریں گے؟ اور وہ لوگ جانوروں کے جیسے کس طرح ذبح کیے جائیں گے؟

ان دونوں پیراگراف میں تضاد کیوں ہے؟

(15)...... ''خراسان پاکستان اور افغانستان کے چند علاقوں پر مشتمل علاقے کا قدیم

جغرافیائی نام ہے۔"

اس میں پاکستان کے کون کون سے علاقے اور افغانستان کے کون کون سے علاقے شامل ہیں؟

(16)......"حضرت دانیال علیہ السلام کی اس پیش گوئی کے جس حصے سے ہمیں دلچسپی ہے وہ یہ ہے: "شمالی بادشاہ کی جانب سے فوجیں تیار کی جائیں گی اور وہ محترم قلعے کو ناپاک کردیں گی۔ پھر وہ روزانہ کی قربانیوں کو چھین لیں گی اور وہاں نفرت کی ریاست قائم کریں گی۔"

"اور افواج اس کی مدد کریں گی اور وہ محکم مقدس کو ناپاک اور دائمی قربانی کو موقوف کریں گے اور اجاڑنے والی مکروہ چیز نصب کریں گے۔ اور وہ عہد مقدس کے خلاف شرارت کرنے والوں کو برگشتہ کرے گا لیکن اپنے خدا کو پہچاننے والے تقویت پا کر کچھ کر دکھائیں گے۔" (تورات: ص 846......دانیال: ب 11، آیت: 32-31)

ان دو فقروں سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اسرائیلی افواج مسجدِ اقصیٰ پر قابض ہو جائیں گی۔ کیا واقعی ایسا ہی ہوگا اور کیا حضرت مہدی علیہ السلام اس کے بعد ظاہر ہوں گے؟ یا پیش گوئی کے اس حصے میں بھی یہود و نصاریٰ نے تحریف کر دی ہے؟

(17)......حدیث شریف میں جو "ماوراء النہر" سے "حارث حرّاث" (کسان) کے چلنے کا تذکرہ کیا گیا ہے تو یہ علاقہ کہاں واقع ہے؟ اور اس میں کون کون سے ممالک آتے ہیں؟ کیا خراسان کو ہی "ماوراء النہر" کہتے ہیں یا یہ کوئی اور علاقہ ہے؟

(18)......"حضرت مہدی کے ساتھی وہی ہوں گے جو آخری وقت تک ساری دنیا کی مخالفت و ملامت کی پروا کیے بغیر جہاد کی بابرکت سنت پر ڈٹے رہیں گے۔"

خدارا! احساس کیجیے کیا موجودہ حالات کے تناظر میں جہاد کے ساتھ "سنت" کا لفظ استعمال کرنا درست ہے یا اس پر "فرض" کا اطلاق ہوتا ہے؟

(19)......نفرت کی ریاست کے 23 سو سال بعد قیام کے متعلق جو پیش گوئی ہے تو ان

سالوں کا شمار سکندرِ اعظم کے ایشیا فتح کرنے سے ہی کیوں ہوتا ہے؟ اور شارحین اس کی کیا توجیہہ بیان کرتے ہیں؟

(20)...... ''مسیحیات'' کی پہلی قسط ''مسیحا کا انتظار'' میں ہے: ''دجال حضرت مہدی اور ان کے ساتھ موجود فاتحین یورپ و عیسائیت مجاہدین کو سخت مشقت میں ڈال چکا ہو گا؟''

یہاں صرف فاتحین یورپ و عیسائیت ہی کیوں؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت مہدی خروج دجال سے پہلے صرف عیسائیوں سے جنگ کریں گے اور یہودیوں کے ساتھ ان کا کوئی معرکہ نہیں ہو گا؟ کیا عیسائیوں کے ساتھ ہونے والی ان جنگوں میں یہودی عیسائیوں کا ساتھ نہیں دیں گے؟

(21)...... ''مسیحیات'' کی دوسری قسط ''بیچ کی کڑی'' میں لکھا ہے: ''وہ آخری بار اُردن کے علاقے میں ''افیق'' نامی گھاٹی پر نمودار ہو گا۔ مسلمانوں اور دجال کے لشکر کے درمیان جنگ ہو گی اور جب مسلمان نمازِ فجر کے لیے اُٹھیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے سامنے نازل ہو جائیں گے۔''

جبکہ ''مسیحیات'' کی تیسری قسط ''قیامت کب آئے گی؟'' میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ٹھیک اس وقت خاص طور پر مسیح ابن مریم کو بھیجے گا کہ جب دجال ایک نوجوان کو مار کر زندہ کرنے کا تماشا دکھا رہا ہو گا۔ جبکہ اسی قسط میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جانب مشرق میں سفید مینارے (یا دمشق کے مشرقی دروازہ پر سفید پل) کے پاس نازل ہوں گے۔

''دجالیات'' کی دوسری قسط ''دجال کا شخصی خاکہ'' میں ہے کہ مسلمان شام کے ''جبل دخان'' کی طرف بھاگ جائیں گے۔ وہاں فجر کی نماز کے وقت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے موضع نزول کی ان روایات میں اختلاف کیوں ہے؟

(22)...... ''دجّال کے ساتھ اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو ایرانی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔''

کیا ایران میں اتنے بڑی تعداد میں یہودی آباد ہیں؟ یا ایرانی لوگ یہودیت قبول کرلیں گے؟ یا پھر یہاں 70 ہزار سے عربی محاورے کے مطابق کثیر تعداد مراد لی گئی ہے؟

(23)...... زیرو پوائنٹ میں آپ نے لکھا ہے: ''حدیث شریف میں آتا ہے تین واقعات ایسے نمودار ہوں گے جو ایک دوسرے کے بعد رونما ہوں گے اور پھر فارغ وقت والوں کے پاس بھی وقت نہ رہے گا۔'' اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہ تین باتیں رونما ہوں گی تو پھر کسی ایسے شخص کا ایمان لانا اس کو فائدہ نہ دے گا جس نے پہلے ایمان قبول نہیں کیا تھا یا اس نے اپنے ایمان سے کوئی خیر کا کام نہیں کیا تھا: (1) جب سورج اپنے غروب ہونے کے مقام سے طلوع ہونا شروع کردے گا۔ (2) دجال نمودار ہوگا۔ (3) اور زمین کا جانور نمودار ہوگا۔'' (صحیح مسلم)

اس حدیث شریف سے ظاہر ہو رہا ہے کہ خروجِ دجال کے ساتھ ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا جبکہ ''قارئین کی نشست'' میں ''پیش گوئیاں، ہیکل سلیمانی، عیسائی حضرات کا ایک بے تکا سوال'' کے عنوان کے تحت آپ نے وضاحت کی ہے کہ دجال کی ہلاکت کے بعد قربِ قیامت میں زمین کی محوری گردش رُک جائے گی پھر متضاد سمت میں گھومے گی۔ اس کے بعد توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ (یعنی دجال کی ہلاکت کے بعد) ان دونوں باتوں میں تضاد کیوں ہے؟

(24)...... ''کفر کا زور ٹوٹ رہا ہے نہ کفریات کا غلبہ ختم ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ محض کسی جری اور اہل قائد کا نہ ہونا ہے۔''

کیا اس فقرے سے قائدِ مجاہدین امیر المؤمنین مُلّا محمد عمر مجاہد دامت برکاتہم اور طالبان کی جہاد کے لیے اور مہاجر مجاہدین کے لیے دی گئی عظیم الشان قربانیوں کو زک نہیں پہنچ رہی؟ کیا یہ فقرہ یہ تاثر نہیں دے رہا کہ موجودہ زمانے میں بھی کوئی اہلِ قائد مجاہدین کو میسر نہیں؟

(25)...... ''ان کو یقین تھا کہ اگر شکست ہوئی تو سلطان ان کو چھوڑ کر بھاگے گا نہیں۔ اگر فتح ہوئی تو اس کے فوائد سلطان خود ہرگز نہیں سمیٹے گا، بلکہ یہ سارے ثمرات و نتائج اسلام کی جھولی میں جائیں گے۔ اگر آج کی قیادت اپنے کارکنوں کو یہ یقین دلا دے تو خدا کی قسم! کایا پلٹنے میں اتنے

ہی دن لگیں گے جتنے قائد کو اپنی بے نفسی اور اسلام کے لیے فنائیت ثابت کرنے میں لگتے ہیں۔"

اس فقرے سے بھی یہ تاثر ملتا ہے کہ دنیا بھر میں جاری جہادی تحریکوں اور طالبان کی قیادت اپنے مقصد میں مخلص نہیں ہے حالانکہ امیر المؤمنین مُلّا محمد عمر مجاہد دامت برکاتہم نے صرف ایک مہاجر مجاہد کو کفار کے حوالے نہ کرنے کے لیے پوری سلطنت چھوڑ دی۔ آپ کی رائے کے مطابق مجاہدین کی ناکامی کی وجہ ان کی قیادت میں خلوص کا فقدان ہے جبکہ میری ناقص رائے کے مطابق جب تک مسلمان کفار کے لیے استعمال ہوتے رہیں گے (چاہے وہ مسلم ممالک کے حکمران ہوں یا عوام الناس) اس وقت تک فتح کا تصور بھی محال ہے۔ میرے اپنے مشاہدے کے مطابق افغان مجاہدین کو پہنچنے والے نقصانات میں سے 90 فیصد سے بھی زیادہ حصہ ان نام نہاد پاکستانی اور افغانی مسلمانوں کا ہے جو طالبان کے خلاف جاسوسی کرتے ہیں اور شمالی اتحاد کے وہ مسلمان فوجی جو نیٹو افواج کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر یہ کفار نما مسلمان بیچ سے ہٹ جائیں اور لشکرِ کفار کی اعانت نہ کریں تو نیٹو افواج افغانستان میں ایک ہفتے کے اندر اندر شکست سے دوچار ہو کر اپنا بوریا بستر لپیٹنے پر مجبور ہو جائیں گی۔

آخر میں عرض ہے کہ آپ نے اپنے مضمون میں بہت گاڑھی اُردو اور مشکل اصطلاحات استعمال کی ہیں جسے عام پڑھا لکھا آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ خاص کر صوبہ سرحد اور بلوچستان کے باشندے تو سمجھنے میں اور بھی مشکل محسوس کرتے ہیں، اس لیے اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان مضامین کی کتابی شکل میں اس طرح تسہیل کرلیں کہ خیالات کی روانی میں بھی فرق نہ آئے اور عام قاری بھی اس سے استفادہ کر سکے۔ نہیں تو کم از کم کتاب کے آخر میں "بچوں کا اسلام" کی طرح فرہنگ دے سکتے ہیں تا کہ کم پڑھے لکھے افراد بھی فرہنگ میں معنی دیکھ کر مفہوم سے مستفید ہو سکیں۔

والسلام

خلیل الرحمٰن، ٹانک

الجواب:

1- آپ اس جملے کا مطلب نہیں سمجھے۔ یہ جملہ ایک مخصوص طبقے کے اس نظریے کی تردید کے لیے تھا جس کے مطابق حضرت مہدی آج سے صدیوں پہلے پیدا ہو چکے تھے پھر کسی غار میں پوشیدہ ہو گئے اور پھر قربِ قیامت میں ظہور کریں گے۔ اس جملے کو یوں بنا دینا چاہیے: ''وہ پیدا ہو کر روپوش نہیں ہوئے بلکہ عام انسانوں کی طرح پیدا ہوں گے۔'' باقی ان کے وقتِ ظہور کی بڑی علامات دنیا بھر کے مسلمانوں کے گرد گھیرا تنگ ہوئے جانا اور چند ایک مسلمانوں کا کفر کے خلاف ڈٹے رہنا اور اُمت کی فکر رکھنے والے دردمند مسلمانوں کا بارگاہِ الٰہی میں کسی قائدِ جری کے ظہور کی دعائیں درد اور لگن سے مانگنا ہے۔ جب فتنہ اتنا بڑھ جائے کہ عام قائدینِ جہاد اور مصلحینِ وقت علماء کے بس میں نہ رہے اور سب مل کر کسی متبع سنت قوی التاثیر روحانی و جہادی شخصیت کی دل کی گہرائیوں سے تمنا کرنے لگیں تب ان کا ظہور ہو گا۔ واللہ اعلم۔

2- اس تحریر اور حدیث شریف میں تضاد نہیں، توافق و تائید ہے۔ مسلمانوں کی جو جماعت حق کی خاطر قتال کرتی رہے گی حضرت مہدی اس کے امیر ہوں گے اور یہ جماعت جو قربانیاں دے رہی ہو گی، وہ ان کو نتیجہ خیز بنا کر فتح و نصرت سے سرفراز ہو کر خلافت اسلامیہ قائم کریں گے۔ ان کے ظہور سے پہلے مسلمانوں کو جس کامل درجے کی اتباعِ شریعت، اتحاد و اتفاق اور دلوں کی حسد و بغض، کینہ و عناد سے مکمل تطہیر کی ضرورت ہو گی، وہ حضرت مہدی کی اصلاح و تربیت اور صحبت و تاثیر کے ذریعے حاصل ہو جائے گی۔ یہ وہ چند چیزیں ہیں جن کی عملاً کمی آپ کے ظہور سے پہلے ہر مسلمان محسوس کر رہا ہے۔ باقی نظریاتی طور پر دین مکمل ہے، بس اسے مکمل طور پر اپنانے کی ضرورت ہے۔

2- غالب امکان علیحدہ علیحدہ سات علماء کے ہاتھ پر مخلصین کی بیعتِ جہاد اور استقامت حتی الموت کا ہے۔ دنیا میں جہاں جہاں اصلاح و جہاد کی تحریکیں چل رہی ہیں، جو اہلِ علم و صلاح ان کی قیادت کر رہے ہیں اور جو مجاہد و مریدان کے ساتھ ڈٹے ہوئے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ یہ سعادت عطا کرے گا کہ بالآخر ان کی طاقت، صلاحیت اور قربانیوں کی برسات جمع ہو کر جس پرنالے میں

اکٹھی ہو کر بہے گی، وہ حضرت مہدی کے قدموں پر گر رہا ہوگا۔

4- یہ موت کی شعاعیں ہیں۔ دراصل برمودا ٹرائی اینگل میں جو تیز ترین مقناطیسی شعاعیں کارفرما ہیں، یہودی سائنس دان ان کو جمع کرنے اور حسب منشا استعمال کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ یہ شعاعیں اگر کسی انسان کے بس میں آجائیں تو ان سے حیرت انگیز کام لیے جا سکتے ہیں جن کو محولہ بالا مضمون میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہودیت کے چوٹی کے دماغ اس روئے زمین پر ان شعاعوں کی طاقت کو سب سے مؤثر ترین اور مہلک ترین ٹیکنالوجی سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ دجال کے خروج کے اعلان کو انہوں نے ان کے حصول پر موقوف کر رکھا ہے۔ وہ اس کے حصول میں جزوی طور پر کامیاب ہو چکے ہیں، اور جس دن وہ اس میں خاطر خواہ کامیابیاں حاصل کر لیں گے، دجال کے خروج اور بزعم خود دنیا پر بے تاج بادشاہی اور ناقابلِ چیلنج اقتدار کا اعلان کر دیا جائے گا۔

5- ظاہر تو یہی ہے کہ یہ افراد اس لشکر کا اہم ترین عنصر ہوں گے۔

6- اس زمانے میں شام کی حدود میں آج کے چار ملک شامل تھے: (1) موجودہ شام (2) اردن (3) فلسطین (4) لبنان۔ آخری زمانے کے اہم ترین واقعات اسی خطے میں پیش آئیں گے جو ان چار ملکوں پر مشتمل ہے۔

7- اصل تو یہ ہے کہ ہر لفظ سے اس کا حقیقی معنی مراد لیا جائے، جب تک مجازی معنی کا قرینہ نہ ہو حقیقی معنی ہی مراد ہوگا۔ سیاہ جھنڈے کا حقیقی معنی تو سیاہ علَم ہی ہے، کالی پگڑیاں اضافی شعار یا ثانوی مماثل علامت ہو سکتی ہیں۔

8- احادیث میں آتا ہے کہ جب دجال اپنے عروج کی آخری حد پر ہوگا اور مسلمانوں کو فلسطین کی ایک گھاٹی ''اَفیق'' میں محصور کر کے ان پر آخری وار کی سوچ رہا ہوگا، ان دنوں ایک رات مسلمان آپس میں یہ طے کریں گے کہ صبح ''فتح یا شہادت'' کے لیے آخری حملہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی وصیتیں ایک دوسرے کو لکھوا کر موت پر بیعت کریں گے اور اپنا اضافی سامان ملکیت سے نکال کر ''زندگی یا موت'' کی جنگ لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ ان کی اس جانبازی کی

برکت سے اس دن صبح فجر میں حضرت عیسیٰ مسیح اللہ علیہ السلام نازل ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کو تسلی دیں گے اور انہیں ساتھ لے کر جہاد شروع کریں گے۔ دجال انہیں دیکھ کر بھاگے گا اور نمک کی طرح پگھلے گا۔ بالآخر بے مثال ذلت اور رسوائی کے ساتھ اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا پہلا دن فتنۂ دجال کا آخری دن ہو گا یعنی چالیسواں روز۔ واللہ اعلم بالصواب۔

9-............ یہ دو چیزیں فتنۂ دجال بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اور قیامت کے قریب کے آخری دنوں کی ہیں۔ اس لیے ان کو ''علاماتِ قریبہ'' کہا جاتا ہے۔

10- یہ موجودہ استنبول کا نام ہے جو ایشیا و یورپ کا سنگم ہے۔ یورپی یونین یہیں سے ارضِ اسلام یعنی جزیرۃ العرب اور حجاز و شام وغیرہ کا رُخ کرے گی۔ اس شہر کو ساتویں ہجری میں عثمانی حکمران سلطان محمد فاتح نے فتح کر کے خود کو نبوی بشارت کا حقدار ٹھہرایا تھا اور اب آخری وقت میں اسلام و کفر کے اس سنگم پر دوبارہ معرکۂ عظیم لڑا جائے گا۔

11- یہ سوال اکثر لوگ کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس لشکر میں اللہ کے خلیفہ مہدی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسی لشکر کے امیر ہوں گے اور یہ لشکر انہی کے حکم سے انہی کا ساتھ دینے کے لیے جا رہا ہو گا۔ اگرچہ وہ خود اس میں اس وقت نہیں ہوں گے لیکن یہ لشکر جا کر جب ان سے بیعت کرے گا تو ان کی اصل طاقت یہی لشکر ہو گا۔ اسی میں کی ایک جماعت ہند کے متکبر حکمرانوں کے دماغ سے پاکستان کو فتح کرنے کا سودا نکال باہر کرے گی اور یہی لشکر ''عالمی طاغوتی تکون'' (امریکا، برطانیہ، اسرائیل) اور اس کے ہمنواؤں سے پوری انسانیت کی طرف سے انتقام لے گا۔ ان شاء اللہ!

12- عام لوگ تو ان نمازوں میں بہت زیادہ سستی کر رہے ہوں گے اور خواص مجاہدین ان کی پوری پابندی کرنے کی برکت سے راہِ راست پر قائم رہتے ہوئے جہاد کا علم بلند رکھیں گے۔

13- اس وقت جو لوگ اس جہادِ عظیم سے لاتعلق رہیں گے وہ وہی لوگ ہوں گے جو موجودہ

میڈیا کی فراہم کردہ معلومات کو حرفِ آخر سمجھنے کی بنا پر فتنۂ دجال کا شکار ہو چکے ہوں گے۔ زمین پر اس وقت کا عظیم ترین جہاد ہو رہا ہوگا اور وہ جادو بیان ''اینکر پرسن'' کے جھانسے میں آ کر اس کے قائل نہ ہوں گے یا قائل ہوتے ہوئے بھی اس پر عامل نہ ہوں گے۔ ان کا حکم وہی ہوگا جو فتنۂ دجال اور دجالی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر جہاد کو دہشت گردی سمجھنے والوں کا ہے۔ یعنی وہ اگر فریضۂ جہاد کے نظریاتی طور پر منکر ہوں گے تو ایمان سے محروم ہوں گے اور عملی طور پر تارک ہوں گے تو سخت گنہگار ہوں گے۔

14- اس گروہ کا ہراول دستہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ سے لڑنے جائے گا، وہ زمین میں دھنسا دیا جائے گا، جو پیچھے رہ جائیں گے وہ حضرت اور ان کے مجاہدین کے ہاتھوں اپنے سربراہ سمیت قتل ہوں گے اور ان کا مالِ غنیمت تبرک کی طرح تقسیم ہوگا۔

15- جغرافیائی طور پر تو پورا افغانستان بشمول پاکستان کا صوبہ سرحد اور قبائلی علاقے نیز وسط ایشیا کے ممالک اس میں آئے ہیں۔ باقی گردوپیش یعنی بقیہ ملکوں، صوبوں اور شہروں سے بھی خوش نصیب افراد اس میں شریک ہوں گے۔

16- مسجد اقصیٰ میں نمازوں کا موقوف ہونا شدید جنگ کی بنا پر بھی ہو سکتا ہے اور اسرائیلی افواج کی طرف سے عارضی بندش کی بنا پر بھی۔ بہر حال یہ القدس پر تسلط کے لیے جاری دجالی مہم کا نکتۂ عروج ہوگا اور اسی ''فلیش پوائنٹ'' سے کرۂ ارض تنور کی طرح گرم ہو کر تیسری اور شدید ترین جنگِ عظیم کا نظارہ کرے گا۔

17- ''ماوراء النہر'' کا لفظ دو لفظوں پر مشتمل ہے۔ ''ماوراء'' کے معنی پیچھے اور ''النہر'' دریا کو کہتے ہیں۔ ''ماوراء النہر'' کا معنی ہوا: دریا کے پیچھے۔ اس دریا سے دریائے آمو مراد ہے جس کے اُرلی طرف افغانستان اور پرلی طرف تین ممالک متصل ہیں۔ تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان۔ ان تین کے ساتھ وسط ایشیا کے بقیہ ممالک کرغیزستان، قازقستان اور آذربائیجان، چیچنیا، جارجیا اس نہر سے متصل نہیں لیکن نہر کے پار ہی واقع ہیں۔ خراسان کا اطلاق دریائے آمو کے اِس طرف واقع

افغانستان پر بھی ہوتا اور اُس طرف واقع ان وسط ایشیائی ممالک پر بھی ہوتا ہے۔

18- جہاد اسلام کی اہم عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حکم پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ اس اعتبار سے یہ ''فرض'' ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے لازم کیا ہے اور اس اعتبار سے اسے ''سنت'' کہا جاتا ہے کہ یہ نبی علیہ السلام کا مبارک طریقہ ہے۔ دونوں لفظ اپنی جگہ درست ہیں۔ سنت کہنے کا مطلب ''فرضیت کا انکار'' نہیں، بلکہ اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب کر کے اس کی حیثیت کو مقدس ومتبرک ثابت کرنا ہے۔ ''دجال'' نامی کتابی سلسلے کا لفظ لفظ اس پر گواہ ہے۔

19- اس وقت دنیا میں مختلف کیلنڈر رائج تھے۔ اس تاریخ کے آغاز کے لیے جس کیلنڈر کے ساتھ موافقت بیٹھتی، وہ سکندرِ اعظم کی فتح کے دن سے شروع ہونے والا کیلنڈر رہے۔

20- یہودیوں نے ہمیشہ دیوار کے پیچھے سے دوسروں کے کندھے پر بندوق رکھ کر لڑا ہے۔ عیسائیوں کے جذبات برانگیختہ کر کے انہیں مسلمانوں سے لڑوانا اور دنیا کو صلیبی جنگوں کا تحفہ دینا یہودیت کی قدیم انسانیت کش روایت ہے۔ آخر زمانے میں بھی ایسا ہوگا کہ وہ عیسائیت کو متحد کر کے مغربی دنیا کو مسلمانوں کے مقابلے میں لائے گی اور جب مسلمانوں کے ہاتھوں عیسائیت نڈھال ہو کر ادھ موئی ہو جائے گی اور خود مسلمان بھی تھکے ماندے اور جنگ کی تباہ کاریوں سے متاثر ہو چکے ہوں گے تب یہودی موقع غنیمت جان کر دجال کے خروج کا اعلان کر دیں گے اور اس کی قیادت میں پوری دنیا پر حکومت کا خواب آنکھوں میں سجائے میدان میں آ جائیں گے۔ اس وقت مسلمان سخت مشقت میں ہوں گے اور یہودیوں کے ساتھ ''آرمیگاڈون'' کی وادی میں ''معرکہ عظیم'' برپا کریں گے۔ اس سے پہلے یہودیوں کے ساتھ جھڑپیں تو چلتی رہیں گی مگر زوردار معرکہ اس کے بعد ہی ہوگا۔

21- ان روایات میں اختلاف نہیں، تعبیر کا فرق ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرقی جانب سفید مینارے کے پاس نازل ہوں گے اور پھر وہاں موجود مجاہدین کے ساتھ ''افیق'' نامی

گھاٹی کی طرف روانہ ہوں گے جہاں دجال نے مجاہدین کو محصور کر رکھا ہوگا۔ ان دنوں دجال کی جادو آمیز سائنسی ٹیکنالوجی عروج پر ہوگی اور وہ لوگوں کو مار کر زندہ کرنے کے شعبدے دکھا کر اپنی خدائی تسلیم کروانے کی آخری کوششوں میں مصروف ہوگا۔ الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی جگہ متعین ہے البتہ نزول کے وقت آگے پیچھے متعدد واقعات ہو رہے ہوں گے۔ کسی حدیث میں ایک کو بیان کیا گیا ہے کسی میں دوسرے کو۔

22- ہاں! ایران میں اصفہان کے قریب ''یہودیہ'' نامی علاقے میں بڑی تعداد میں اصلی اور کٹر قسم کے یہودی آباد ہیں۔ یہ وہ یہودی ہیں جو فلسطین سے اس وقت جلاوطن ہو کر یہاں آئے تھے جب ان کی شامتِ اعمال کے نتیجے میں ان پر عراق کے بادشاہ ''بخت نصر'' کی شکل میں عذاب مسلط ہوا۔ یہ لوگ یہاں کے بڑے تاجر شمار ہوتے ہیں اور ایرانی معاشرے میں ان کا اچھا خاصا اثر رسوخ ہے۔ پچھلے دنوں انہوں نے اسرائیل کے قومی دن کے موقع پر اسرائیل کے حق میں زبردست اجتماع کیا جس کی تصویر ہم نے اخبار میں چھاپی تھی۔ یہ لوگ نسلی اعتبار سے خالص یہودی ہیں۔ ان میں غیر یہودیوں کے خون کی آمیزش نہیں ہوئی اور جو جتنا خالص اور متعصب یہودی ہوگا وہ دجال کے اتنا ہی قریب ہوگا۔

23- توبہ کا دروازہ اس دنیا کے بالکل آخری دنوں میں (اینڈ آف ٹائم) بند ہوگا۔ خروجِ دجال اس سے پہلے کا واقعہ ہے۔ متذکرہ بالا سوال کا جواب اسی کتاب میں تفصیل سے دیا گیا ہے۔ اس کو ملاحظہ فرمالیں۔ ان شاء اللہ تسلی ہو جائے گی۔

24- اس فقرے کا مقصد عالمی سطح پر ایسے قائد کی ضرورت اور جب وہ ظاہر ہو جائے تو اس کی مکمل اطاعت کی ترغیب دلانا ہے جو اپنی ہمت و جراءت سے کفر کا زور ختم کر کے پورے کرہ ارض پر خلافت اسلامیہ قائم کرے گا۔ اس کا مطلب ان لوگوں کی قربانیوں کا انکار ہرگز نہیں جو اس کے ظہور سے پہلے حکم الٰہی کو زندہ کرنے کے لیے عظیم ترین قربانیاں پیش کر رہے ہوں گے۔ آپ انہی سطروں سے آگے کی چند سطریں پڑھ لیتے تو آپ کو یہ غلط فہمی نہ ہوتی۔ پوری کتاب میں جابجا جن لوگوں کی

قربانیوں کو سلام پیش کیا گیا ہے، ان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ایک مبہم جملے کو سیاق وسباق سے کاٹ کر کسی اور معنی میں لینا قرینِ انصاف نہیں۔

25- نہیں ہرگز نہیں! اس تاثر کی نفی پوری کتاب کر رہی ہے اور پوری کتاب اس چیز کی گواہی دے رہی ہے کہ کالے جھنڈے والے وہ خوش نصیب لوگ جو آخر زمانے کے متبع سنت اور جری و شجاع قائد کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے، یہ وہی لوگ...... یا ان بلند مرتبہ لوگوں کی باقیات...... ہوں گے جنہوں نے آج تن تنہا، بے سروسامانی کے عالم میں پوری دنیا کی ان چالیس سے زیادہ حکومتوں کا بے جگری سے سامنا کیا ہے جو طاغوتِ اعظم کی چھتری تلے اللہ کے نور کو مٹانے آئی تھیں۔ اور نہ صرف سامنا کیا ہے بلکہ عقل وجراءت اور تدبیر وشجاعت کا ایسا بے مثال مظاہرہ کیا ہے جس نے دنیا کی تاریخ بدل ڈالی ہے۔ ان خدامست بوریا نشینوں نے نام نہاد ماہرین کے تمام اندازے غلط کر دکھائے ہیں، اور دنیا کو قربانی وایثار کے ایسے ایمان افروز اور روح پرور نظارے دکھائے ہیں کہ اہلِ ایمان کے مرجھائے ہوئے دل پھر سے کھل اُٹھے ہیں، ان کے حوصلوں کو تازہ ولولہ اور ایمانی جوش نصیب ہوا ہے اور پورے عالمِ اسلام کو ہی نہیں، پورے عالمِ انسانیت کو سامراجی استعمار کے چنگل سے نکلنے کی کرن دکھائی دینے لگی ہے۔ یہ دنیا کے وہ عظیم اور سعادت مند لوگ ہیں جنہوں نے اپنی ایمانی غیرت اور حکمت وبصیرت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور کی یاد تازہ کر دی ہے اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے کردار کی وہ جھلک دنیا پرستوں اور کم حوصلہ لوگوں کے سامنے پیش کی ہے جس نے کتابوں میں مذکور ایمانی کیفیات اور تاریخ میں نصرتِ الٰہی پر مشتمل فتوحات کو عملی صورت میں مجسم کر کے آنکھوں کے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ باقی جہاں تک کچھ مسلمانوں کا کفار کے لیے استعمال ہونے کی بات ہے تو یہ بجائے خود ایک تاریخی المیہ ہے۔ جہاد ایسا فریضہ ہے جو غیروں کے ظلم وستم اور اپنوں کے جور وجفا کے باوجود ہر حال میں جاری وساری رکھنا لازم ہے۔ یہ ایک جُہدِ مسلسل ہے، عملِ پیہم ہے، وفا وایثار کا لازوال اظہار ہے۔ قربانی اور خلوص کی لافانی مثال ہے۔ اس کا جھنڈا جب تک بلند ہے، مسلمانوں کے سربلند ہونے کی ضمانت باقی ہے، لہٰذا ہم سب

نے مل کر اسے جھنڈے کو اس وقت بلند رکھنا ہے جب تک اسلام اور مسلمان سربلند نہیں ہو جاتے۔

جہاں تک اردو کے گاڑھے پن کی بات ہے تو کتاب کے نئے ایڈیشن میں چن چن کر مشکل الفاظ کی جگہ آسان الفاظ رکھے گئے ہیں۔ گویا باقاعدہ تمام مضامین کی تسہیل کی گئی ہے۔ اگر آپ یا دوسرے قارئین اب بھی مشکل محسوس کریں تو ایسے الفاظ کی نشاندہی فرمائیں۔ ان کے متبادل پر غور کر لیا جائے گا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

مغرب کی گھڑی ہوئی فرضی شخصیات اور دجّال

محترم مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے ایک سوال کرنا تھا۔ آپ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ دجال سپر مین یا ٹرمینیٹر قسم کا آدمی ہوگا۔ یہ تو مغربی دنیا کی تخلیق کردہ فرضی قسم کی مخلوقات ہیں جبکہ دجال تو پہلے سے پیدا شدہ ایک حقیقی مخلوق ہے۔ ان دونوں کا باہمی کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ اُمید ہے تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب: دجال میں کچھ غیر معمولی قوتیں اور صلاحیتیں تو قدرتی طور پر ہوں گی کہ اسے اللہ نے پیدا ہی انسانوں کی آزمائش کے لیے کیا ہے اور کچھ صلاحیتیں اس میں مغرب کی تجربہ گاہوں میں مصروفِ کار فتنہ دماغ یہودی سائنس دانوں کی ان ایجادات کی بدولت ہوں گی جن کی مدد سے وہ اسے "بادشاہِ عالم" کی حیثیت سے کامیاب بنانے کے لیے دن رات کوشش کر رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ قدرتی صلاحیتوں اور مصنوعی پیوندکاریوں کے امتزاج سے اس کو ناقابلِ تسخیر بنانے کی کوشش کی جائے گی، مگر بالآخر مجاہدینِ اسلام کے لازوال جذبے اور پُرخلوص قربانیوں کی بدولت قومِ یہود کا سودی سرمایہ اور ان کے تھنک ٹینکس کا سازشی دماغ سب دھرا رہ جائے گا اور فتح ان اللہ والوں کی ہوگی جو بے سروسامان ہونے کے باوجود مغرب کی محیر العقول ترقی سے مرعوب ہونے اور ان کے سامنے جھکنے سے انکار کر کے دستیاب وسائل کو استعمال کرتے ہوئے محض اللہ ربّ العزت کے بھروسے پر شیطان اور اس کے کارندوں کے خلاف علم بغاوت بلند کردیں گے۔ واللہ اعلم

باقی یہ بات یاد رہے کہ سپرمین اور ٹرمینیٹر وغیرہ جیسی فرضی تخلیقات دجال کے خروج سے پہلے

انسانی ذہنوں کو ہموار کرنے اور اس کی شیطانی طاقت کے سامنے جھک کر مرعوب ہو جانے کے لیے گھڑی جاتی ہیں۔ اہلِ اسلام کو چاہیے کہ توحید باری تعالیٰ کا سبق بار بار دہراتے رہیں تاکہ اللہ رب العالمین کی ازلی و ادبی صفات ان کے ذہن میں ایسی راسخ ہوں کہ پھر کوئی ان کو خوفزدہ یا مرعوب کر سکے، نہ کسی کی جھوٹی خدائی ان کو دھوکا دے سکے۔

کاؤنٹ ڈاؤن

محترم مولوی شیر محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اللہ تعالیٰ زورِ قلم اور زیادہ کرے۔ پچھلے دنوں ایک کتابچہ بعنوان ''مسجدِ اقصیٰ، ڈیڑھ ارب مسلمانوں کا مسئلہ'' نظر سے گزرا جسے جناب حامد کمال الدین نے تصنیف کیا ہے۔ انہوں نے اس موضوع کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش کی۔ مذکورہ کتابچے میں صفحہ نمبر 54, 53 میں مسجدِ اقصیٰ کی تولیت اور ملکیت کے یہودی دعویٰ کا مذہبی نکتہ نظر سے جواب دیا گیا ہے، مگر یہاں سے میرے ذہن میں ایک اُلجھن پیدا ہوئی جس کی وضاحت کے لیے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔ میرا سوال دو حصوں میں ہے۔ پہلا حصہ اس اقتباس سے متعلق ہے جو درج ذیل ہے:

''ارضِ مقدس پر یہود کے 'آبائی حق' کے ضمن میں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے، جو کہ اپنی جگہ بے انتہا اہم ہے، کہ آج دنیا میں جو یہودی پائے جاتے ہیں ان میں ''بنی اسرائیل'' کے یہود ایک نہایت چھوٹی اقلیت جانے جاتے ہیں اور قیادت کے منصب پر بھی قریب قریب کہیں فائز نہیں۔ آج کے یہود کی اکثریت اشکنازی Ashkenazi کہلاتی ہے جن کے آبا خزر Khazarians ہیں۔ انہی کو ''کوکیشین'' Caucasians بھی کہتے ہیں (قوقاز سے نسبت کے باعث)۔ یہ نیلی آنکھوں اور سنہرے بالوں والی گوری اقوام ہیں جو کبھی بحیرہ خزر کے مغربی جانب خطۂ قوقاز میں آباد تھیں اور کوئی دسویں اور گیارھویں صدی عیسوی (چوتھی اور پانچویں صدی ہجری) میں جا کر داخلِ یہودیت ہوئیں، بعد ازاں یہ ہنگری، پولینڈ اور ماسکو میں جا کر بیٹھیں اور پھر رفتہ رفتہ پورے یورپ میں پھیل گئیں اور ہر جگہ میڈیا، معیشت اور سیاست کے جوڑ توڑ پر اجارہ قائم کر لینے کی حیرت

انگیز استعداد دکھانے لگیں۔

ان کو کوئی ایسی شیطانی قوت حاصل تھی کہ جہاں گئے وہیں پر پتلیاں نچانے لگے۔ علاوہ ازیں دنیا کے ملحد ترین مفکر اور فلسفی انہی نے پیدا کیے۔ چونکہ یہ اقوام زیادہ تر اور خاصا طویل عرصہ پولینڈ میں رہی تھیں اس لیے کسی وقت Poland of Jews بول کر بھی یہ سب کی سب اقوام مراد لے لی جاتی ہیں۔ بہر حال یہودیوں کے اندر نسلی طور پر یہ بالکل ایک نیا عنصر ہے۔ یہودیت پر آج یہی گوری اقوام حاوی ہیں۔ دنیا کے اندر پائے جانے والے آج کے یہودیوں میں 80 فیصد یہود، اشکنازی (گورے یہودی) ہیں اور یہود کی باقی سب کی سب اجناس ملا کر صرف 20 فیصد۔ باقی دنیا کی طرح بنی یعقوب علیہ السلام بھی جو کہ تاریخی طور پر اصل یہود ہیں، انہی اشکنازی (غیر بنی اسرائیلی) یہودیوں کے محکوم ہیں۔ اکثریت بھی یہود کے اندر آج انہی کی ہے اور زور اور اقتدار بھی۔ اسرائیلی قیادت ہو یا امریکا اور یورپ میں بیٹھی ہوئی یہودی لابیاں ''بنی اسرائیل'' کا یہودی کہیں خال خال ہی ان کے مابین نظر آئے گا۔

یہاں سے یہ معاملہ اور بھی دلچسپ ہو جاتا ہے۔ ''گورے یہودیوں'' (جو کہ آج اِن میں کی اکثریت ہے) کا ابراہیم علیہ السلام کے نطفہ سے دور نزدیک کا کوئی تعلق نہیں، ''سامی'' نسل سے اِن کا کوئی واسطہ نہیں مگر ''سامی'' نسلیت کی سب ٹھیکیداری اور ''سامیت'' کے جملہ حقوق یورپ اور امریکا میں اِنہی کے نام محفوظ ہیں! کوئی اِن یہود کے خلاف ایک لفظ تو بولے ''سام دشمنی'' Anti-Semitism کے الزامات کی لٹھ لے کر یہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، حتیٰ کہ کسی وقت عدالت کے کٹہروں میں کھڑا کر لیتے ہیں۔ ہارورڈ ایسی جامعات سے لوگوں کو اس بنا پر خارج کروا دینے کے واقعات ہوئے ہیں۔ کسی کو ان کی حقیقت بیان کرنا ہی ہو تو بہت گھما پھرا کر بات کہنا ہوتی ہے تا کہ Anti-Semitism کے ''خطرناک'' دائرے میں نہ آنے پائے۔

آج کے دور کی سب سے بڑی جعلسازی اور نوسر بازی شاید اسی کو کہا جائے گا۔ پولینڈ، بلغاریا، ہنگری اور آسٹریا سے آئی ہوئی، تل ابیب کے عریاں ساحلوں پر پھرتی نیلی آنکھوں اور

سنہرے بالوں والی بکنی پوش گوریاں، جو ثقافتی ہی نہیں نسلی لحاظ سے بھی قطعی اور یقینی طور پر یورپ ہی کا پھیلاؤ ہیں اور یورپ ہی کی تلچھٹ، آج بیت المقدس پر ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے نسب کا حق مانگ رہی ہیں! اور ان کے اس ''آبائی حق'' کے لیے یہاں صدیوں سے آباد، ابراہیم کے طریقے پر اقصیٰ میں خدا کی عبادت کرنے والوں کو، مسجد خالی کرنے کے نوٹس دیے جارہے ہیں۔ کیونکہ سرزمین مقدس پر ''کنعانیوں'' کا نہیں ''اولادِ ابراہیم'' کا حق ہے!!!''

اسے پڑھ کر مندرجہ ذیل سوال ذہن میں آتے ہیں۔

(1) یہ تمام چکر اور نسلی تقسیم (اسرائیلی اور غیر اسرائیلی) کیا معاملہ ہے؟ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں کہ یہود بس یہود ہی ہوتے ہیں اور وہ ہمارے حق پر قابض ہیں اور یہ دنیا کی ارزل ترین قوم ہے جو اللہ کے غضب کی منتظر ہے۔ جیسا کہ احادیث میں ہے۔

(2) اسرائیلی اور غیر اسرائیلی یہودی کا پڑھ کر ذہن میں یہ آتا ہے کہ چونکہ فلسطین پر اصلی بنی اسرائیلی یہودی قابض نہیں بلکہ کوئی اور قوم جو بعد میں یہودی بنی، قابض ہے۔ یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ یہودی اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کرتے کیونکہ وہ صرف یہودی ماں سے پیدا ہونے والے بچے کو ہی یہودی مانتے ہیں نہ کہ بذریعہ تبلیغ یہودی ہونے والے کو۔ تو وہ تمام احادیثِ نبوی جن میں یہودیوں پر آخری وقت میں نازل ہونے والے غضب کا ذکر ہے۔ ان غیر بنی اسرائیلی یہودیوں پر کیسے ان کا اطلاق ہوسکتا ہے؟

(3) اس اقتباس کو پڑھ کر یہ بھی ذہن میں آتا ہے کہ اصلی بنی اسرائیلی تو خود محکوم ہیں کسی اشکنازی یہودیوں کے۔ تو وہ تو خود قابلِ رحم ہیں۔ چہ جائیکہ ان کو قابض اور مغضوب گردانا جائے۔

(4) آج کل انٹرنیٹ پر تمام بڑی بڑی ویب سائٹس پر 21 دسمبر 2012ء کا کاؤنٹ ڈاؤن چل رہا ہے۔ کوئی اسے کسی ''جین مذہب'' میں ذکر کردہ Dooms Day کہہ رہا ہے۔ تو بہت سے عیسائی حضرات اس سال کو Rapture کا سال کہہ رہے ہیں اور کچھ لوگ 2012ء کو 7 سالوں کے مجموعے یعنی 2012ء تا 2019ء کا آغاز سمجھ رہے ہیں۔ وہ ان 7 سالوں کو Jublie

Years کہتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ ان کا مسیح انہیں سات سالوں میں سے کسی سال آئے گا۔
کیا ان سب اندازوں کا مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب کی کتاب ''دجال'' میں ذکر کردہ دانیال علیہ السلام کے بیان کے ساتھ کوئی تعلق ہے جس میں ''نفرت کی ریاست'' کا اختتام......یا......اختتام کا آغاز 2012ء بتایا گیا ہے۔ اس کی رو سے حضرت مہدی کا وقت موعود بھی یہی ہو سکتا ہے۔ واضح رہے کہ اس وقت یورپ اور امریکا میں روزمرہ کے استعمال کی گئی اشیاء 2012ء کی پرنٹڈ تاریخ کے ساتھ فروخت کے نئے ریکارڈ قائم کر رہی ہیں۔ والسلام......دانیال خالد، پشاور

جواب:

(1) ہر قوم کی طرح یہود میں بھی نسلی طبقات پائے جاتے ہیں بلکہ دوسری قوموں کی بہ نسبت کچھ زیادہ ہی پائے جاتے ہیں۔ یہ دوسری قوموں کو تو کمتر سمجھتے ہیں۔ آپس میں بھی ایک دوسرے پر نسلی تفاخر جتانے میں جاہلانہ تعصب کا بدترین مظاہرہ کرتے ہیں۔ بہرکیف! اس نسلی تعصب کے باوجود دونوں فلسطینی مسلمانوں سے زمین چھین کر انہیں ارض مقدس سے جلاوطن کر کے ان کی جگہ پر خود آباد ہو رہے ہیں اور یہاں کے اصلی باشندوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ دونوں دجال کو نجات دہندہ سمجھ کر اس کی آمد کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں اور اس کے لیے مسجدِ اقصیٰ کے انہدام کو ضروری سمجھتے ہیں۔ تمام جرائم میں یہ تمام نسلی طبقات برابر کے شریک ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی جو لعنت اور غضب یہود نامی قوم کے لیے مخصوص ہے، اس میں ان سب کا متوازن حصہ ہے۔

(2) یہودی ان کو اپنے نسلی تعصب کی بنا پر اگرچہ یہودی تسلیم نہ کریں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو ہر وہ شخص جو کسی مغضوب قوم کے ساتھ کھڑا ہوگا وہ بھی غضب کا مستحق ہوگا۔ آج یہ درجہ دوم کے یہودی اسرائیلی آبادی میں اضافے کا ذریعہ نہ بنیں اور فلسطینی مسلمانوں کی قبضہ کی ہوئی زمینیں چھوڑ دیں تو اصل قابض یہودی چند دن بھی فلسطینی مجاہدین کے سامنے نہ ٹھہر سکیں۔ لعنت شدہ قوم کو تقویت پہنچانے والا بھی ملعون ہے۔

(3) یہ لوگ اصل غاصبوں کے آلۂ کار ہیں اور فلسطینی مسلمانوں کی بار بار تنبیہ کے باوجود اور

ان پر اپنی آنکھوں سے ظلم ہوتا دیکھنے کے باوجود یہ ظالموں کی طاقت میں اضافے اور ان کی مدد سے باز نہیں آتے۔ اس لیے جو حکم ان کے آقاؤں کا ہے وہی ان کا بھی ہے۔

(4) اصل بات یہ ہے کہ ہر مسلمان تمام گناہوں سے سچی توبہ کر کے اپنے آپ کو دین کی سربلندی کے لیے وقف کر دے۔ باقی یہ بات کہ کس سن میں کیا ہوگا؟ اسے عالم الغیب اور قادر مطلق پر چھوڑ دے۔ جن لوگوں کو اس تاریخ سے دلچسپی ہے، کیا انہوں نے اس تاریخ کو کسی اعتبار سے اہمیت دینے کے بعد قبر اور آخرت کی تیاری کی کوئی فکر کی؟ ظاہر ہے کہ نہیں کی۔ یہ حماقت ہے یا عقل مندی؟ یہ شریعت وسنت پر فدائیت ہے یا فتنہ زدگی؟ فتنے میں مبتلا ہونے کی علامت یہ ہے کہ انسان غیر مقصدی چیزوں کی کھوج لگائے اور مقصدی چیزوں کو سامنے ہوتے ہوئے بھی نظر انداز کیے رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم اور قلبِ سلیم عطا فرمائے۔ آمین

تضاد یا غلطی؟

محترم مولوی شیر محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب کی تالیف کردہ کتاب ''دجال۔ کون؟ کب؟ کہاں؟'' نظر سے گزری۔ الحمدللہ! یہ کوشش قابل قدر ہے۔ پڑھ کر یہ معلوم ہوا کہ دنیا اپنی رنگینیوں کے ساتھ کس طرف جا رہی ہے اور ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ان شاءاللہ یہ کتاب ہر پڑھنے والے کو متاثر کرے گی اور اللہ تعالٰی، دجال کے شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور ایمان پر خاتمہ عطا فرمائے۔ آمین

مفتی صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ کتاب میں صفحہ نمبر 87 اور 88 پر بادشاہ نیبو شانے زار کے خواب کی تشریح، جو حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمائی تھی کا ذکر کیا ہے، اس میں تھوڑا سا تضاد نظر آ رہا ہے جیسا کہ صفحہ نمبر 88 پر ہے۔ ''کیونکہ دنیا میں ایسی ریاست نہیں جو 2300 دنوں کے بعد قائم ہوئی اور محض 45 دن قائم رہنے کے بعد ختم ہو گئی ہو۔'' (1290-1235=45)

یہاں جو حساب لگایا گیا ہے وہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر 1290 سے 1235 کاٹ دیے جائیں تو 45 نہیں بلکہ 55 رہ جاتے ہیں۔ (1290-1235=55)

آگے چلیں تو لکھا ہے: ''چنانچہ نفرت کی ریاست کا قیام 333 قبل مسیح کے 2300 سال بعد ہوگا۔ (2300-333) اور یہ دجال اور گستاخ یہودیوں کے کلی خاتمے پر ختم ہوگا۔ پھر بعض محققین کا کہنا ہے کہ (1967+45=2012) کے فارمولے سے نفرت کی اس گنہگار مملکت کا اختتام یا اختتام کے آغاز کا زمانہ 2012ء کے آس پاس بنتا ہے۔ یہاں پر جو یہ فارمولا لکھا گیا ہے وہ غلط ہے کیونکہ میرے اندازے سے جو پچپن سال بنتے ہیں، اگر وہ 1967ء میں جمع کیے جائیں تو یہ

2020 بنتا ہے۔ (1967+55=2022)

نفرت کی یہ ریاست جون 1967ء میں قائم کی گئی ہے۔ اگر اس میں 55 جمع کیے جائیں تو یہ جون 2022 بنتا ہے۔ اگر یہ اس تاریخ پر اسلامی کلینڈر کے حساب سے دیکھا جائے تو یہ تاریخ کچھ اس طرح بنتی ہے: ''عیسوی: 2022-06-11۔ ہجری: 1443-11-10۔

اگر اس اسلامی تاریخ کو حدیث نبوی کی رو سے دیکھا جائے تو مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے حضرت مہدی کی عمر ظہور کے وقت تقریباً 40 سال ہوگی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کی شروعات میں ایک مجدد پیدا فرماتے ہیں جو اسلام کی قوت کا باعث بنتا ہے۔ ان احادیث سے یہ دو باتیں سامنے آتی ہیں۔

(1) حضرت مہدی کی عمر 40 سال ہوگی۔ (2) مجدد کی پیدائش صدی کی شروعات میں ہونی چاہیے۔ یہ دونوں باتیں 2022ء میں بظاہر پوری ہوتی نظر آتی ہیں نہ کہ 2012ء میں، کیونکہ 2012ء میں ہجری سال 1433ھ بنتا ہے۔

اس گفتگو سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ نفرت کی ریاست اسرائیل کے خاتمے کا آغاز ٹھیک 55 سال بعد جون 2022ء میں شروع ہوگا۔ اس کے بعد عنقریب ہی حضرت مہدی ظاہر ہوں گے۔ یہاں پر ایک اور حدیث مبارکہ کو بیان کرنا مناسب سمجھوں گا جو ''تیسری جنگ عظیم اور دجال'' میں صفحہ نمبر 60 پر ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے: ''واقعات کی ترتیب یہ ہے کہ آواز رمضان میں ہوگی اور معرکہ شوال میں ہوگا اور ذی قعدہ میں عرب قبائل بغاوت کردیں گے۔ رہا محرم کا مہینہ تو محرم کا ابتدائی حصہ میری اُمت کے لیے آزمائش ہے اور محرم کا آخری حصہ میری اُمت کے لیے نجات ہے۔''

اگر آپ اس حدیث پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہاں جو حدیث مبارکہ میں پیش گوئیاں کی گئی ہیں: (1) آواز رمضان میں ہوگی (یہ تاریخ بنتی ہے): 15-09-1443ھ...... 18-04-2022ء۔

(2) معرکہ شوال میں ہوگا: 10-10-1143ھ...... 13-05-2022ء

(3) ذی قعدہ میں عرب قبائل بغاوت کریں گے: 10-11-1143ھ......

11-06-2022ء

(4) ذی الحجہ میں حاجیوں کو لوٹا جائے گا: 15-12-1443ھ...... 16-07-2022ء

(5) حضرت مہدی کا ظہور: 10-01-1444ھ...... 09-08-2022ء

(6) جہاد کی شروعات: 21-01-1444ھ...... 20-08-2022ء

(7) محرم کا ابتدائی حصہ میری اُمت کے لیے آزمائش ہے یعنی محرم کی ابتدا میں جب حضرت مہدی ظاہر ہوں گے تو ان کی بیعت کرنا اور ان کے لشکر میں شامل ہونا ایک بڑی آزمائش ہے۔

(8) ''اس کا آخری حصہ میری اُمت کے لیے نجات ہے۔'' یعنی 21 محرم کو حضرت مہدی جہاد کا آغاز کریں گے اپنی کمان کے نیچے۔ اکیس محرم الحرام کو اگر کیلنڈر کے حساب سے دیکھیں تو یہ عیسوی تاریخ 20 اگست 2022 بنتا ہے۔ یہاں پر یہ بات غور طلب ہے کہ 20 اگست وہ تاریخ ہے جس دن مسجد اقصیٰ میں آتشزدگی کا ہولناک واقعہ پیش آیا تھا۔

اس ساری گفتگو سے یہ باتیں اخذ ہوتی ہیں: (1) نفرت کی ریاست 55 سال قائم رہے گی۔ (2) نفرت کی ریاست جون 1967ء میں قائم ہوئی اور پچپن سال بعد جون 2022 مطابق 5 ذی قعدہ 1443ھ میں اس کے خاتمے کا آغاز ہوگا۔ (3) ظہور مہدی، محرم 1444ء مطابق اگست 2022ء میں ہوگا۔ (4) حضرت مہدی کے کمان کے نیچے کفار کے خلاف جہاد کی شروعات محرم 21، 1444ھ مطابق 20 اگست 2022ء کو ہوگی۔ یاد رہے کہ 20 اگست وہ تاریخ ہے جس دن مسجد اقصیٰ کو 1969ء میں یہودیوں نے نذر آتش کیا تھا۔

حضرت مفتی صاحب سے التماس ہے کہ کتاب میں یہ تصحیح فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین

والسلام...... کلیم اللہ میمن، خیر پور میرس

جواب:

اعداد لکھنے میں کمپوزر کی غلطی کی وجہ سے یہ تضاد نظر آ رہا ہے۔ اصل میں یوں ہے: 1335-1290۔ اس صورت میں 45 سال ہی باقی بچتے ہیں نہ کہ پچپن۔ یہ غلطی صرف اعداد لکھنے ہی میں ہوئی ہے ورنہ اس سے پہلے کی عبارت دیکھنے سے کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ کتاب کے نئے ایڈیشن میں اس غلطی کی اصلاح کی جا چکی ہے۔ آپ کا اور ان تمام قارئین کا شکریہ جنہوں نے اس طرف توجہ دلائی۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرمائے، اپنے اور اپنی مرضیات اور نبی علیہ السلام کی ہدایات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اے خدا! محفوظ فرما فتنۂ دجال سے

امتحاں لینا نہ یارب بندۂ بدحال سے
اے خدا! محفوظ فرما فتنۂ دجال سے

کیوں نہ اس کے شر سے بچنے کی دعا کرتے غلام!
جب پناہ آقا ﷺ نے مانگی فتنۂ دجال سے

اُس برائی سے رہیں گے دہر میں محفوظ وہ
جو مزین خود کو فرمائیں گے نیک اعمال سے

اس لیے صہیونیوں نے کی ہیں سب تیاریاں
شاد ہونا چاہتے ہیں اس کے استقبال سے

ایک مغضوبِ علیہم، دوسرا ہے ضالین
شاد ہے عیسائیت صہیونیت کے مال سے

آج دنیا کو بنانا چاہتے ہیں یرغمال
کل تلک دنیا میں تھے جو ہر طرف پامال سے

اہلِ حق سے مسجدِ اقصیٰ کی یہ فریاد ہے
اب کریں آزاد مجھ کو قبضۂ دجال سے

گلشن سرکار ﷺ کی تزئین کیجے عمر بھر
مال سے اعمال سے افعال سے اقوال سے

بولبابہ کے لبالب جام نے کی لب کشائی
قوم کو واقف کیا دجالیت کے جال سے

کرگسوں کی مردہ خوری پر لگیں گی قدغنیں
اس لیے خائف ہیں وہ شاہین کے اقبال سے

آثر جونپوری

اُمتِ مسلمہ کے نام

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

نظرثانی شدہ ایڈیشن

آدابِ فتویٰ نویسی

فتویٰ نویسی کے رہنما اُصول وآداب، شامیہ کا تعارف
اور اُس کی کتابیات وشخصیات کے تذکرے کے ساتھ

مفتی ابو لبابہ شاہ منصور

السعید
0313-9264214

عالمی یہودی تنظیمیں
مفتی ابو لبابہ شاہ منصور
السعید
0313-9264214

امریکا کا مجسمۂ آزادی۔ جس کے ڈیزائن اور تعمیر میں فری میسن کی دجالی علامات انتہائی نمایاں ہیں۔ یہ مجسمۂ آزادی برطانویوں سے آزادی کی یادگار نہیں، خدا سے آزادی کی یادگار ہے۔ 5 اگست 1884ء کو نیویارک میں فری میسنز کے گرینڈ ماسٹر ویلم رے بروڈی نے اس عمارت کا سنگِ بنیاد فری میسنری کی مکمل رسوم وروایات کے ساتھ رکھا۔ مجسمہ کی تعمیر بھی ایک فری میسن فریڈرک آگسٹے بارتھولڈی کا کارنامہ قرار دیا جاتا ہے۔ آج بھی مجسمۂ آزادی کی یادگاری لوح پر اسکوائر اور کمپاس کا معروف میسونک نشان لاکھوں سیاحوں کو مجسمہ کی تخلیق اور تنصیب میں فری میسنری کے کردار سے آگاہ کرتا ہے۔ لوح یادگار پہ گرینڈ لاج، گرینڈ ماسٹر اور ڈپٹی گرینڈ ماسٹر کے نام صاف طور پر درج ہیں۔

وائٹ ہاؤس: واشنگٹن ڈی سی کی کیپٹل بلڈنگ امریکا کی ایک علامتی عمارت ہے۔ اس کی تعمیر اور اس کا ڈیزائن دجال کی تنظیم فری میسن نے کیا تھا۔ یہاں موجود خفیہ دجالی حکومت کی زیرِ نگرانی وہ فیصلے کیے جاتے ہیں جو کرۂ ارض پر دجال کی جھوٹی خدائی کی راہ ہموار کر سکیں۔

جارج واشنگٹن کے نام سے موسوم یادگاری مسنری عمارت۔ جس کا انتساب امریکا کے پہلے صدر جارج واشنگٹن کی طرف 12 مئی 1932ء میں کیا گیا۔ اس عمارت میں دجال کی نمائندہ تنظیم فری مسنری کی مختلف علامتیں جابجا پائی جاتی ہیں اور اسے فری مسنری کے ''آزاد عوامی و مذہبی اور مرتب حکومت'' کے تصور کی علامت کے طور پر جانا اور مانا جاتا ہے جو اس امر کی علامت ہے کہ امریکا دجال کی حقیقی ریاست کے قیام سے پہلے عبوری دجالی ریاست ہے۔

ہیکل سلیمانی کے مختلف تصوراتی خاکے معروف ہیں۔اوپر دیا گیا ماڈل سب سے مکمل اور جامع تصور کیا جاتا ہے۔ یہودی تصورات کے مطابق یہ برائی کے نمائندے ”دجالِ اکبر“ کا قصرِ صدارت ہوگا جہاں بیٹھ کر وہ ساری دنیا پر راج کرے گا۔

جادو ٹونا، سفلی عملیات، ستاروں کی چالوں پر یقین رکھنا اور ان کی مدد سے زائچے تیار کر کے ناجائز عملیات کرنا سخت ترین گناہ ہے۔ان کاموں کے ذریعے درحقیقت یہودی جادوئی علم ”قبالہ“ کے طلسماتی چکر کو باقاعدہ منصوبے کے تحت دنیا بھر میں فروغ دیا جارہا ہے۔تصویر میں اس کی عکاسی کی گئی ہے۔

یروشلم میں 15 ویں صدی سے روز لین چیپل، نائٹس ٹیمپلر اور جدید فری میسنری کا مضبوط تعلق ہے۔ دی گئی تصویر یروشلم (القدس) میں واقع نائٹس ٹیمپلر کے ایک چرچ کی ہے۔ یہ ساری نیم مذہبی اور نیم شیطانی خفیہ تنظیمیں غیر انسانی رسومات اور سفلیات کے ذریعے دنیا پر تسلط کا خواب صدیوں سے دیکھ رہی ہیں۔

پیرس: فری میسن کی تعمیر کردہ ایک یادگار۔ یہ دنیا کے مختلف شہروں میں موجود ان مراکز میں سے ایک ہے جہاں جادوٹونے اور شیطان کی پوجا کے نام پر دجال کے کارندے جمع ہو کر دجالی ریاست کی تعمیر، تشکیل اور تنظیم کے لیے سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں۔ فتنوں کے اس زمانے میں شیطان کی پوجا افریقہ کے پسماندہ ممالک سے لے کر یورپ کے ترقی یافتہ شہروں میں یکساں طور پر ہو رہی ہے۔ پاکستان میں بھی "جادو گھر" بنتے جا رہے ہیں اور جادو سیکھنے سکھانے اور کرنے کروانے کا دھندا زوروں پر ہے۔ افسوس اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس میں عام جاہل افراد اتنے ملوث نہیں جتنے پڑھے لکھے اور جدید تعلیم یافتہ افراد اس کا شکار ہیں۔

بلیک واٹر: دجالی لشکر کا ہراول دستہ

''بلیک واٹر'' جیسی دہشت گرد تنظیمیں جوفری میسن کا عسکری ونگ ہیں، دراصل دجال کا ہراول دستہ ہیں۔ تصویر میں امریکی ریاست ورجینیا میں واقع اس کا مرکز دکھایا گیا ہے جہاں دجال کے لشکر کو انسانیت کے خلاف تیار کیے گئے منصوبوں کی تکمیل کی تربیت دی جاتی ہے۔ اس طرح کے شیطانی مراکز کی تصاویر، رحمان کے جانبازوں کا ایمان اور غیرت جھنجھوڑنے کا ذریعہ ہیں کہ وہ کب دنیا پرستی اور نفس پرستی سے تائب ہو کر اس متقی اور مجاہد رحمانی لشکر کا حصہ بنتے ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ دجال اور اس کے لشکر کو تباہ کرے گا۔

اُڑن طشتریاں: خلائی مخلوق کی سواریاں یا دجالی قوتوں کی کارستانیاں

لاہور: اڑن طشتری یا انگریزی میں یو ایف او کہلائے جانے والے گول شکل کے جہاز کہاں سے آتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں، کئی عشروں سے ایک معمہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ اڑن طشتریاں امریکہ میں پچاس کی دہائی سے نظر آرہی ہیں لیکن اب یہ پاکستان میں گوادر اور لاہور میں بھی دیکھی گئی ہیں۔ گوادر میں موبائل فون سے بنائی گئی ویڈیو میں واضح طور پر اس اڑن طشتری کو دکھایا گیا ہے۔ اس سال مارچ میں نظر آنے والی یہ اڑن طشتری گوادر کے ساحل پر چند لمحوں تک گھومتی رہیں اور پھر غائب ہوگئیں دنیا کی سیر کو نکلنے والی یہ اڑن طشتریاں پاکستان میں ہر ایک کی توجہ کا مرکز بن رہی ہیں۔ ایک ماہ قبل یہ اڑن طشتریاں یا یو ایف اوز لاہور کے آسمان پر بھی نمودار ہوئیں رات کے وقت ان اڑن طشتریوں کی ٹی وی موبائل فوٹیج میں صاف دیکھا جا رہا ہے کہ ان یو ایف اوز نے ایک دائرہ بنایا ہے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ یو ایف اوز کائنات میں کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہیں جو زمین پر معلومات کے لیے اپنے مشن بھیجتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اڑن طشتریاں یا یو ایف اوز کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ جب تک یہ چند لمحہ تھمے نہیں۔ انہیں نہیں دیکھا جا سکتا۔ یو ایف اوز پر کئی فلمیں بھی بن چکی ہیں پاکستان میں ان اڑن طشتریوں کی آمد ایک نئی اور اچنبھے کی بات ہے لیکن یہ کیوں ہو رہا ہے اس کا جواب کوئی نہیں دے سکتا تاہم ابھی تک ان طشتریوں کی وجہ سے کسی مالی و جانی نقصان یا لوگوں کے غائب ہونے کی اطلاعات نہیں ملی ہیں۔ (نیٹ نیوز)

روزنامہ ''آج کل'' (اکتوبر 2009ء) میں شائع میں ہونے والی ایک خبر کا عکس جس سے پتا چلتا ہے کہ پاکستان کے کچھ علاقوں میں دجالی قوتوں کو خصوصی دلچسپی ہے۔ گوادر میں دجالی استعمار کی دلچسپی کی وجوہ تو سب کو معلوم ہیں، لاہور میں ان کے پُراسرار گشت کی وجوہات کو عام لوگ سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں لیکن زیرِ نظر کتاب میں لاہور کے ایک نوجوان کی آپ بیتی اور اس میں بیان کیے گئے انکشافات پر مصنف کی تحقیق کو دیکھا جائے تو ''اسرائیل سے قادیان تک'' پھیلے اس مکروہ منصوبے کو سمجھنا مشکل نہیں رہتا۔

1

The
Complete Workings
of
Craft Freemasonry
being
A PRACTICAL GUIDE TO THE THREE DEGREES IN BLUE MASONRY
ACCORDING TO SOUND USAGE

including the
"LECTURES OF THE THREE DEGREES"
WITH ILLUSTRATIONS OF
THE THREE TRACING BOARDS
AND "THE INSTALLATION CEREMONY"
WITH THE ADDRESSES TO THE OFFICERS

PRIVATELY PRINTED FOR A. LEWIS
13 PATERNOSTER ROW
LONDON, 1925

2

Ceremony of Opening the Lodge in the Second Degree.

AFTER *requesting all below the rank of a F. C. to retire,* the W. M. gives one k...k, which is followed by the S. and J. Wars.*

W. M.—Brethren, assist me to open the Lodge in the Second Degree. (*All rise.*)

W. M.—Bro. J. W., what is the first care of every F. C. Freemason?

J. W.—To see that the Lodge is properly Tyled.

W. M.—(*To J. W.*) Direct that duty to be done.

J. W.—Bro. I. G., see that the Lodge is properly Tyled.

(*I. G. gives three k...s, and being answered by the Tyler, he takes the s...p and*

* Note.—*It is usually considered that a Lodge cannot be opened direct in the Second or Third Degree. So the W. M. can never go wrong in requesting E. As. to retire.*

آج سے تقریباً ایک صدی قبل 1925ء میں لندن سے نجی طور پر شائع والی ایک خفیہ کتاب جو اتفاقیہ طور پر مصنف کے ہاتھ لگی۔ اس میں دجالی تنظیم کے کارندوں کے لیے کوڈ ورڈ میں ہدایات اور دستور العمل دیا گیا ہے۔ ان من گھڑت اور شیطانی رسومات کا مقابلہ تعلق مع اللہ، اتباعِ سنت اور جہاد فی سبیل اللہ ہی کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

اصفہان: ایران کے مشہور شہر اصفہان میں یہودیوں نے ایک مذہبی اجتماع کے دوران اسرائیل کے جھنڈے سجائے ہوئے ہیں۔ اس شہر میں قدیم زمانے سے فلسطین سے جلاوطن ہو کر آئے ہوئے کٹر یہودی رہتے ہیں جن کے جلو میں دجال خروج کرے گا۔

سائے اور کرنیں

فتنہ زدہ معاصر دور میں تاریکی کے سائے گہرے ہوتے چلے جارہے ہیں اور روشنی کی کرنیں گہرے بادلوں کے پیچھے چھپتی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق کم ہوتا جارہا ہے اور دنیا کی محبت اور یہاں کی فانی لذتوں کی چاہت غالب آتی جارہی ہے۔ کبھی آپ نے سوچا ایسا کیوں ہے؟

ایسا اس لیے ہے کہ:

☆...... دلوں کے بند دروازوں پر دستک دے کر انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی محبت کی چاشنی سے سرشار روحانیت کی طرف پھیر کر لانے کی کوششیں کم ہوگئی ہیں اور دولت، شہرت اور مادی تسکین کی ہوس چارسُو پھیل رہی ہے۔

☆...... شیطانی علامات ہر طرف پھیل گئی ہیں۔ دجالی نشانات چار سو گردش کررہے ہیں۔ شیطان پرستی پر مبنی بول زبان زدِ عام ہورہے ہیں اور شیطان کی پوجا پر مشتمل مبہم اور خفیہ کاموں سے سادہ لوح خلق خدا کو مانوس کیا جارہا ہے۔

☆...... مسلمانوں کے پاس اب تک ان کی "الہامی کتاب" اصل حالت میں موجود ہے۔ لہٰذا وہ سو خرابیوں کے باوجود اپنی اصل اور بنیاد سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اس پر وہ قوتیں حسد اور بغض کے مارے ان کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑی ہوئی ہیں جو انہیں اپنی طرح کبڑا دیکھنا چاہتی ہیں۔ ان کی شدید خواہش ہے کہ یہ اسلام کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں تو انہیں تشکیک کے مرض میں ایسا مبتلا کردیا جائے کہ یہ مسلمان بھی نہ رہیں۔ اس لیے "فکری ارتداد" کو عام کیا جارہا ہے۔ اسلام کے مسلمہ احکامات پر بے معنی بحث وتنقید کے ذریعے انہیں مشکوک بنایا جارہا ہے تاکہ (خدانخواستہ) ایمان کا آخری سرا بھی ہاتھ سے جاتا رہے۔

☆...... جھوٹ، سچ سے زیادہ قابل اعتماد ہوتا جارہا ہے اور سچ کی حیثیت ناقابل اعتماد حقیقت کی ہوتی جارہی ہے۔ قابلِ نفرت قول وفعل مانوس ہوتے جارہے ہیں اور جو چیزیں عقیدت کا محور ہونی چاہییں وہ اجنبی اور اوپری ہوتی جارہی ہیں۔ حرام خوراک، حرام پوشاک اور حرام اشیا کی کثرت ہورہی ہے اور حلال کی طلب رکھنے والوں کی طرح خود حلال اشیا بھی کم ہورہی ہیں۔

جب یہ سب کچھ آپ اپنے گردوپیش ہوتا دیکھ رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے حق وباطل میں جاری کشمکش عروج پر پہنچا چاہتی ہے۔ ایسی صورت میں ہم اور آپ کہاں کھڑے ہیں؟ ہر شخص کو اس لمحے کے بارے میں سوچنا چاہیے جب وہ براہِ راست اللہ رب العالمین، احکم الحاکمین کے سامنے کھڑا ہوگا اور اس سے اس بارے میں پوچھا جائے گا کہ رحمان کے جانباز جب شیطان کے چیلوں سے مصروفِ جنگ تھے تو اس وقت تم نے کیا کردار ادا کیا تھا؟؟؟

تاریکی کے سائے یقیناً چھٹ جائیں گے۔ ان کے مقدر میں یہی لکھا ہے۔ روشنی کی کرنیں آفتاب بن کر رہیں گی۔ یہ ازل سے طے شدہ ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ جو اس کائناتی تقدیر اور تقدیری تقسیم میں حق کے سرفروشوں کے ساتھ ہوجائیں۔ اس کتاب کا حاصل اور خلاصۃ الکلام یہی ہے۔

مدیر

0321-2050003, 0313-9266138